مُتّحدہ ہندوستان

از

نند گوپال

Gopāl, Nand

Muttahidah Hindustān

متحدہ ہندستان

جس میں

شرنارتھیوں کی موجودہ مشکلوں مصیبتوں و تکلیفوں کا حل ہے

مصنفہ

نند گوپال

سابق ایڈیٹر انقلاب لاہور، سوراج الہ آباد، پریم پرچارک دیال باغ

مصنف کتب

قومی زندگی۔ سوراج کی سیڑھی۔ سنگٹھن کے پھول

آگرہ اخبار برقی پریس آگرہ میں چھپا

قیمت فی جلد عہ

بھینٹ

یہ کتاب ان محبّان وطن کو نذر کی جاتی ہے جو بادرہند کے تمام بچّوں کو خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان سکھ ہوں یا عیسائی اپنا برادر حقیقی سمجھ کر انھیں دل و جان سے محبت کرتے ہیں اور جن کا یہ اعتقاد ہے کہ پرماتما ہم سب کا مشترکہ باپ ہے اور اسکی خوشنودی و پرستّنا صرف اسی صورت میں ممکن ہے اگر ہم اس کو حاضر ناظر جانکر اس کے تمام بچّوں سے نیکی اور بھلائی کریں اور کسی صورت میں ان کو دُکھ و تکلیف نہ دیں اور فرقہ دارانہ تعصّب اور ہٹ دھرمی کو اپنے دلوں سے دُور کرکے اپنے دلوں کو پریم، محبّت، تحمّل ورواداری کے جذبات سے بھر دیں اور اپنی خدا پرستی، قربانی، نفس کشی، اپنی فیاضی اور نیک دلی سے ملک میں ایسی فضا پیدا کریں کہ دونوں ڈومینین کے ہندو اور مسلمان ملک کی دو حصّوں کی تقسیم کے بجائے متحدہ ہندوستان کو منظور کرنے پر رضامند ہو جائیں "تاکہ اس ملک سے ہمیشہ کے لئے نفرت۔ عناد، بغض اور کینہ کا بیج ناش ہو جائے اور ہندوستان دنیا میں بہشت یا سورگ بن جائے۔

ایں دعا از من و جملہ جہاں آمین باد

داس نند گوپال

فہرست مضامین

۱

رادھا سوامی دیال کی دیا۔ رادھا سوامی سہائے

اُپدیش

پرماتما پریم ہے۔ جو پریم کرتے ہیں پرماتما میں رہتے ہیں اور پرماتما ان میں رہتا ہے۔ (بائبل)

پرماتما پریم سروپ ہے۔ پریم سے رچنا پیدا ہوئی ہے۔ پریم پر سرشٹی کا آدھار ہے اور پریم سے سرشٹی میں سکھ و آنند ہے۔ پریم کی عدم موجودگی دُکھ و موت ہے۔ (ہندو دھرم شاستر)

نفرت کرنے سے نفرت پر فتح نہیں پائی جا سکتی بلکہ نفرت کو محبت سے فتح کیا جا سکتا ہے۔ (بدھ)

اینٹ کا جواب پتھر سے دینا غلطی ہے۔ اینٹ مارنے والا پاگل ہے اور جو اینٹ کا جواب پتھر سے دیتا ہے وہ بھی پاگل بن جاتا ہے۔

مسلم لیگ نے اول کلکتہ۔ پھر مشرقی بنگال۔ پھر راولپنڈی اور پنجاب کے مغربی اضلاع میں تشدد۔ کشت و خون اور لوٹ مار کر کے اپنا دامن ناپاک کیا۔ بہار اور مشرقی پنجاب میں ہندوؤں اور سکھوں نے اس کا انتقام لیکر ویسے ہی اپنا دامن ناپاک کر لیا۔

جو شخص اپنی قوم کو تشدد۔ کشت و خون۔ لوٹ مار کی ہدایت کرتا ہے وہ اپنی قوم کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ اور جو شخص اپنی قوم کو عدم تشدد۔ راستی اور دھرم پر چلنے کی ہدایت کرتا ہے وہ اپنی قوم کا سب سے بڑا ہتیشی خیرخواہ اور محسن ہے۔

چنگیز خاں اور ہلاکو کے نام ابد تک دنیا میں یاد رہینگے لیکن دنیا ان پر لعنت بھیجتی رہے گی۔ بدھ۔ مسیح۔ رام اور کرشن کے نام بھی دنیا میں کبھی نہیں مٹیں گے مگر لوگ ادب سے ان کے آگے سر جھکائیں گے۔

ہندو دوستو! آپ مہارانا پرتاپ۔ چھترپتی سیوا جی۔ اور گورو گوبند سنگھ صاحب کی طرح بہادر بنو اور ان کی طرح دھرم اور راستبازی کے راستہ کو کبھی مت چھوڑو۔

مسلمان دوستو! خدا سے ڈرو۔ حق پر چلو۔ گورنمنٹ ہند کے وفادار رہو۔ پھر آپ کا بال بیکا نہیں ہو سکے گا۔ اوصاف حسنہ کے مالک بنو۔ پھر دنیا آپ کے آگے جھکے گی۔

جو ہندو دل و جان سے ہند و قوم سے محبت کرتا ہے اور اپنے ملک کی خاطر اپنا تن۔ من۔ دھن قربان کر دیتا ہے بہترین شہری ہے لیکن اس سے بہتر وہ ہندو ہے جو مسلمان۔ عیسائی۔ پارسی اور یہودی بھائیوں سے بھی ویسے ہی پیار کرتا ہے جیسے اپنے ہندو بھائیوں سے۔ یہ شخص پرماتما کا محبوب ہے۔ کیونکہ تمام مخلوق اس پروردگار کی رعیت ہے۔ اور پرماتما کی نظروں میں سب مذاہب کے لوگ سب ممالک کے باشندے۔ سب نسلوں اور رنگوں کے آدمی برابر اور مساوی ہیں۔ اور کوئی چھوٹا بڑا نہیں۔ لیکن سب سے بڑا اور سب سے افضل وہ ہے جو پرانی ماتر کا سب سے بڑا خادم اور سیوک ہے۔ آپ کا جسم۔ آپ کی جسمانی طاقت۔ آپ کی دولت۔ آپ کے مکانات۔ اراضیات۔ آپ کی ذہانت اور فراست چند سالوں کے بعد آپ سے جدا ہو جائیں گے لیکن جو نیکی آپ نوع انسان کے ساتھ کریں گے۔ اس کا پھل آپ کے حق میں ابدی ہوگا۔ نوع انسان میں بہترین شخص وہ ہے جو بلا امتیاز رنگ نسل۔ قوم اور مذہب خدا کے بندوں کے ساتھ بھلائی اور نیکی کرتا ہے اور پرماتما کی خوشنودی کو زندگی کا سب سے بڑا انعام یا معاوضہ سمجھتا ہے۔

ہندوستان تمام ہندوستانیوں کا مشترکہ وطن ہے اور سب کے برابر حقوق ہیں۔ ہندو مسلمان۔ سکھ۔ عیسائی۔ پارسی سب ایک مالک کے بچے ہیں۔ اس لئے سب کو ایک دوسرے سے دل و جان سے محبّت کرنی چاہیئے۔ اور دوسروں کی بہبودی میں اپنی بہبودی اور بہتری سمجھنی چاہیئے۔

ہندوستان کی تقسیم غیر قدرتی ہے اور فتنہ و فساد کی جڑ ہے۔ ہندوستان کا شاندار مستقبل ہندو مسلم اتحاد اور محبت پر مبنی ہے۔ اس لئے نیک دل ہندوؤں اور مسلمانوں کو متحدہ ہندوستان کے لئے دل و جان سے کوشش کرنی چاہیئے اور اپنے گمراہ بھائیوں کو پریم و محبت سے سمجھانا چاہیئے۔ محبّت سے دل جڑ جاینگے محبت سے کینہ۔ بغض۔ عناد اور کدورت دور ہو جائے گی اور محبت اور پریم سے تمام ملک میں امن و شانتی قائم ہو جائے گی۔

انٹروڈکشن

وید کا ایک منتر ہے جس کے ارتھ ہیں "مجھے است (جھوٹ) سے ست (سچائی کی طرف)۔ اندھکار (جہالت) سے پرکاش (روشنی) اور مرتیو (موت) سے امرت (ابدی زندگی) کی طرف لائیے"۔ میں بھی مالک کے دربار میں یہ کتاب شروع کرنے سے پیشتر پرارتھنا کرتا ہوں کہ اس میں فقط سچائی ہو یعنی اس کتاب میں جو خیالات یا مضامین ہوں وہ راستی۔ حق پرستی۔ انصاف۔ برادرانہ محبت مساوات کے جذبات اور احساسات پر مبنی ہوں اور یہ تمام مضامین تعصب ہٹ دھرمی۔ غصہ اور انتقام کے جذبات سے بالا ہوں تاکہ ہندو مسلم۔ سکھ اور عیسائی و پارسی اس سے یکساں مستفید ہو سکیں اور وہ آپس میں پریم و محبت سے زندگی گذارنا سیکھیں۔

سانکھ شاستر میں ایک معرکہ کی سچائی درج ہے کہ دنیا کے تمام دُکھ۔ مصائب اگیان یا جہالت کا نتیجہ ہیں۔ اس لئے ہماری رائے ہے کہ موجودہ کشت و خون کے سانحات جو اس ملک کے مختلف حصّوں میں دیکھنے میں آتے ہیں۔ ان کا سبب یہی جہالت اور غلط فہمی ہے۔ اگر اس جہالت اور غلط فہمی کو دور کیا جائے تو ملک ہند اس فرقہ دارانہ کشت و خون سے ایسے ہی بالا ہو سکتا ہے جیسا کہ آج انگلستان جرمنی۔ فرانس۔ ہسپانیہ۔ ہالینڈ وغیرہ ممالک ہیں۔ جہاں پر چند صدی پیشتر عیسائی مذہب کے دو فرقے رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ جنگلی درندوں کی طرح آپس میں لڑتے تھے یا جیسا کہ آج کل ہندو۔ سکھ اور مسلمانوں میں جنگ و جدل ہو رہی ہے۔ لوگوں کو درست اور صحیح تعلیم دیکر اس جہالت اور اگیان کو دُور کرنا گورنمنٹ وقت کا فرض اول ہے۔ دوسرا فرض ملک کے لیڈران

کا ہے کہ وہ اپنے اپنے فرقہ کے لوگوں کی صحیح رہنمائی کریں تاکہ وہ گمراہ ہو کر بری اور خراب حرکات کے مرتکب نہ ہوں۔

ہماری یہ فیصلہ شدہ رائے ہے کہ ملک کی موجودہ فرقہ دارانہ جنگ و جدل کی تہ میں انگریز بردکریسی جس نے ہندوستانیوں پر سو سال سے زیادہ عرصہ تک حکومت کی ہے اور انگریز افسران جو حکومت کی حکمت عملی کو عملی جامہ پہنانے والے ہیں ہاتھ ہے۔ کیونکہ ہندوستان سے براعظم پر مٹھی بھر آدمیوں کا حکومت کرنا قطعی ناممکن تھا۔ اگر حکمران اپنے مدعا کے حصول کے لئے محکوموں کے اندر فرقہ دارانہ کشمکش۔ پھوٹ۔ کشیدگی۔ عداوت اور کدورت کا بیج نہ بوتے۔ چنانچہ انگریز افسران نے جو کچھ کیا ہے وہ اپنے فائدہ کی خاطر کیا ہے اور ہر شخص اپنے فائدہ کے لئے سب کچھ کرتا ہے لیکن اب چونکہ ہندوستان کو اپنے وطن میں آزادی حاصل ہو گئی ہے اس لئے اب انھیں بڑی ہوشیاری اور بیدار مغزی سے ان زہریلے تخموں کو جن کے پھل موجودہ کشت و خون اور قتل عام ہیں جلا دینا چاہیئے تاکہ وہ دوبارہ اُگنے نہ پاویں اور انھیں ایسی مصیبت اور تباہی کا دوبارہ شکار نہ ہونا پڑے جس کا آج کل ہندوؤں، سکھوں اور مسلمانوں کو تجربہ ہوا ہے۔

کتاب لکھنے کا مدعا یا مقصد

اس کتاب کے لکھنے کا یہ مقصد ہے کہ ہندو اور مسلمان دونوں راہِ راست اختیار کریں۔ دونوں کے دلوں میں مالک کا بھے (خوف)۔ بھاؤ (تعظیم) ہو اور وہ ہر کام کے سرانجام دینے میں مالک کی پرسنتا اور خوشنودی مد نظر رکھیں۔ وہ تعصب ہٹ دھرمی اور کدورت کے تحت کسی برے فعل کے مرتکب نہ ہوں۔ ایسا کرنے سے ہندوستان خود اپنے لئے بہشت بن سکتا ہے اور تمام دنیا کے لئے قابل تقلید آدرش پیش کر سکتا ہے۔ اس سے ہندوستان میں مستقل امن و امان قائم ہو سکتا ہے جس سے ہندو مسلمان سکھ۔ عیسائی اور پارسی وغیرہ لوگ

سکھ و شانتی سے زندگی گذار سکتے ہیں۔

مُصنّفؔ کا اعتقاد

ہمارا یہ دڑھ وشواس ہے کہ ایک کل مالک بلا امتیاز مذہب نسل۔
رنگ دنیا کی تمام اقوام اور لوگوں کا پرم پتا۔ رازق۔ خالق اور پروردگار ہے
اور اس کے فضل و کرم اور اس کے احکام کی تعمیل کرنے سے دنیا میں امن
اور شانتی قائم ہو سکتی ہے۔ ہم ہر ایک مرد اور عورت کو اس پرم پتا کے پتر
اور پتری خیال کرتے ہیں اس لیے ہماری نگاہوں میں تمام عورتیں خواہ وہ
ہندو ہوں یا مسلمان ہماری ماں۔ بہن اور بیٹی ہیں اور ہم نے تمام عمر ان کے
ساتھ ایسا ہی برتاؤ کیا ہے اور آئندہ تمام عمر ایسا ہی برتاؤ کریں گے۔ چونکہ اس
اصول کے مطابق عمل کرنے سے ہمارا ذاتی فائدہ ہے اور ہماری قوم اور ملک
کی بھلائی اسی میں ہے۔ لہذا ہم نے کئی مرتبہ اپنے دوستوں سے کہا "اگر کوئی
مسلمان ہمارے گھرانے کی مستورات کی بے عزتی و بے حرمتی کرے ہم کسی صورت
اور کسی حالت میں کسی مسلمان عورت اور لڑکی کی بے عزتی یا بے حرمتی نہیں کرینگے
ہم ہمیشہ ان کے ساتھ ایسا سلوک اور برتاؤ کریں گے جیسے ایک شریف اور نیک
انسان اپنی ماں بہن سے کرتا ہے۔ ہم تمام مسلمانوں کو خدا کے بندے خیال کرتے
ہیں۔ اس لیے ان سے بھلائی و نیکی کرنا اپنے پرم پتا کی خوشنودی کا ذریعہ تصوّر
کرتے ہیں۔ اس لیے ہمیں خوشی ہے کہ ہم نے صدہا مرتبہ اپنی زندگی میں اپنے مسلمان
بھائیوں کی امداد کی اور جب تک ہماری زندگی ہے ہم برابر اسی راستہ پر چلتے رہینگے
ہماری بیوی اور بچّوں نے ایک سے زیادہ مرتبہ اس قسم کے الفاظ کہے "ان
مسلمانوں نے لاکھوں ہندوؤں کو پنجاب میں قتل کر دیا ہے اور ہزاروں عورتوں
کی عصمت دری کی ہے لیکن پھر بھی آپ مسلمانوں کی امداد کرنے سے نہیں باز آتے"
ہمارا جواب یہ تھا کہ "جس شخص کی میں امداد کر رہا ہوں وہ اس گناہ سے بالکل

بے قصور ہے۔ جو اس کے ہم مذہب بھائیوں نے پنجاب میں کیے ہیں۔"
ہم نے کتاب شروع کرنے سے پیشتر یہ الفاظ تحریر کر دیئے ہیں کہ ہمارے ہندو مسلمان بھائی ہمارے نقطۂ خیال کو درست طریقہ سے سمجھ جائیں اور یہ خیال نہ کریں کہ مغربی پنجاب کے ہندوؤں اور سکھوں کے قتل عام اور کشت و خون کے واقعات سے متاثر ہو کر ہم انتقامی جذبات کے تحت مسلمانوں کو کوس رہے ہیں یا ہندوؤں اور سکھوں کی بیجا حمایت کر رہے ہیں۔

ہماری یہ پختہ رائے اور یقین واثق ہے کہ ہمیں قصوروار کو قصوروار ٹھیرانا چاہیئے اور بیگناہ کو بیگناہ۔ اوّل الذکر کے خلاف آواز اُٹھانا ہمارا پرم دھرم ہے۔ آخرالذکر کی حمایت کرنا ہمارا ایمان ہے۔ اگر ایسا کرنے سے ہمارے تمام ہندو بھائی ہم سے ناراض ہو جاتے ہیں یا مسلمان ہمیں اپنا دشمن خیال کرنے لگتے ہیں تو ان کی خوشی۔ ہم اپنے پرم پتا کو اپنا محافظ خیال کر کے نہ ہندوؤں کی ناراضی اور نہ مسلمانوں کی دشمنی کا خیال کریں گے بلکہ جو کچھ درست معلوم ہو گا اور جس کو ہم حق کی بات خیال کریں گے اس کے اظہار سے کبھی پس و پیش نہیں کریں گے۔

اگر ہندو قصوروار ہے اور انصاف کہتا ہے کہ اس کو گولی سے مار کر ہلاک کرنا چاہیئے تو ہم بھی گولی سے ہلاک کرنے کا فتویٰ دیں گے۔ اسی طرح اگر مسلمان مجرم ثابت ہوتا ہے اور انصاف کہتا ہے کہ اس کو پھانسی پر لٹکایا جائے تو ہم بھی اسکے لیئے پھانسی کی سزا ہی تجویز کریں گے۔ ہم یہ بھی تحریر کیئے دیتے ہیں کہ ہم عدم تشدد یعنی اہنسا کے مقلد نہیں ہیں کیونکہ یہ اتنا اونچا اصول ہے کہ عام آدمی اس کے مفہوم اور اہمیت کو نہیں سمجھ سکتا۔ اور اگر اس اصول پر عمل کیا جائے تو دنیا میں درندوں کا راج ہو جائے گا۔ اور تمام شریف اور معصوم لوگ بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کر دیئے جائیں گے۔ اس لیئے ہم ہر ایک ہندو اور مسلمان کو مشورہ دیں گے کہ اگر کوئی پاجی یا بدمعاش خواہ اس کا تعلق کسی مذہب سے ہو

ان کے گھروں کی عورتوں اور بچوں پر حملہ کرتا ہے تو اس کا ایسا موثر اور دنداں شکن طریق سے جواب دیا جائے کہ پھر اس کمبخت کو اس قسم کے افعال کرنے کا کبھی حوصلہ نہ ہو۔ اور اسی قماش کے دوسرے بدمعاشوں کو عبرت حاصل ہو۔ اس قسم کے غنڈوں کو راہ راست پر لانے کے لئے ہندوؤں کو مسلمانوں کی امداد کرنی چاہیئے اور مسلمانوں کو ہندوؤں کی مدد کرنی چاہیئے۔ کیونکہ ایک بدمعاش خواہ اس کا تعلق ہندوؤں کی جماعت سے ہو یا مسلمانوں کی جماعت سے۔ انسانی سوسائیٹی کے لئے درندہ ہے اور اس کی وہی سزا ہونی چاہیئے جو ایک درندہ کو دی جاتی ہے جب کسی بستی میں گھس آتا ہے۔ ہر ایک شہری کا فرض ہے کہ اپنے بال بچوں اور مستورات کی حفاظت کیلئے فوراً میدان میں کود پڑے اور ان کی حفاظت اور رکشا کرنے کے لئے اگر اس کی جان بھی چلی جائے تو ہرگز پروانہ کرے۔ ایسے موقع پر بھاگ جانا یا بزدلی دکھانا پرلے درجہ کی نامردی اور بزدلی ہے اور ایسا شخص انسان کہلانے کے مستحق نہیں۔ وہ شخص جو اپنے لواحقین کی وقت مصیبت بہادری اور جوانمردی سے مدد نہیں کرتا اور دیگر شہریوں کی رکشا کے لئے میدان میں نہیں کود پڑتا وہ شہری اوصاف وجلیلی ذمہ داریوں سے خالی ہے کیونکہ انسانی سوسائیٹی کا شیرازہ باہمی تعاون اور شرکت عمل پر قائم ہے اگر ہم اپنے ہمسایوں اور شہریوں کی خطرہ اور مصیبت کے وقت اپنی ساری طاقت سے امداد نہیں کرتے تو ہم اپنے ایک اہم فرض کی ادائیگی سے پہلوتہی کرتے ہیں جو اخلاقی جرم ہے۔ لیکن واضح ہو تعاون اور شرکت عمل وہی درست ہے جو مبنی برحق ہو۔ بھیڑیوں کا سا شرکت عمل تباہی کا پیش خیمہ ہے اس لئے جو شخص غنڈوں اور بدمعاشوں سے خواہ وہ اس کے اپنے مذہب کے ہوں تعاون اور شرکت عمل کرتا ہے وہ انسانی اور خدائی قانون کی خلاف ورزی کرتا ہے اسلئے وہ اس دنیا کے قانون کے مطابق مجرم ہے اور خدائی قانون کے مطابق دوزخی ہے۔

نند گوپال
دیال باغ۔ آگرہ

ایشوری نیم پالن کرنے سے ہی دنیا میں سکھ پراپت ہوتا ہے

تمام مذاہب کے دھارمک اصول جن پر سوسائٹی کی بہبودی و سلامتی منحصر ہے ایک ہیں۔ ہمارا وشواس ہے پرماتما تمام دنیا کی اقوام و لوگوں کا شاہنشاہ ہے اور ہم تمام لوگ اس کی رعیت ہیں۔ وہ ہم سب لوگوں سے اُمید کرتا ہے کہ ہم اس کے بنائے ہوئے قواعد یا نیموں کی پابندی کریں۔ وہ ہم سب سے یکساں پیار و محبت کرتا ہے مگر جیسے انسان اپنے سب سے زیادہ فرمانبردار اور سعادتمند بیٹے کو چاہتا اور پیار کرتا ہے اسی طرح مالک کے نزدیک سب سے اعلیٰ اور افضل وہ لوگ ہیں جو اس کے بچوں یا اس کی رعیت کو بلا غرض دل سے چاہتے اور پیار کرتے ہیں اور اسکے بنائے ہوئے نیموں کو نہیں توڑتے۔ اگر مذکورہ بالا اصول درست ہے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ ہر مذہب۔ ہر نسل اور ہر ملک کے باشندے کو دوسرے مذہب۔ دوسری نسل اور دوسرے ملک کے لوگوں سے پیار و محبت کرنی چاہیئے تاکہ ہمارا مالک اور شاہنشاہ ہم سے خوش ہو اور کسی صورت میں ان سے ایرشا دویش۔ عداوت۔ کدورت نہیں رکھنی چاہیئے جو غیر مذہب۔ غیر نسل اور غیر ملک کے ہوں۔ جو شخص غیر مذہب غیر نسل اور غیر ملک کے باشندوں سے محض اس لئے ایرشا دویش رکھتا ہے کیونکہ وہ غیر ہیں سخت غلطی کرتا ہے۔ کیونکہ یہ شخص بھول جاتا ہے کہ رب العالمین نہ صرف تمام انسانوں بلکہ تمام ذی روح کا مشترکہ مالک اور رب ہے اور سب جاندار اس کے یکساں بچّے یا مخلوق ہیں اور وہ سب کا خالق ہے اس لئے اسکے دل میں سب کے لئے ایک سی محبت پائی جاتی ہے۔ اس اصول کا ماننے والا ہرگز کسی مذہب۔ نسل اور رنگ کے آدمی کو ضرر اور نقصان نہیں پہونچاتا بلکہ حتی الامکان انھیں آرام و سکھ پہونچانے کی پوری کوشش کرتا ہے۔

یہاں پہ ایک ضروری بات یا اصول واضح کر دینا نہایت ضروری ہے کیونکہ
اسی مقصد کے لئے یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ وہ یہ کہ اگر مشرقی بنگال میں مسلمانوں نے
بے گناہ اور معصوم ہندوؤں کو اس لئے تباہ کر دیا کہ وہ ہندو تھے اور تعداد میں
تھوڑے تھے اور اپنی حفاظت کرنے میں قطعی لاچار اور بے بس تھے تو بہار کے
ہندوؤں کو مشرقی بنگال کے ہندوؤں کا انتقام لینے کے لئے بہار کے مسلمانوں
کو قتل کر دینا بالکل نامناسب اور معیوب تھا۔ اسی طرح مشرقی پنجاب کے ہندوؤں
اور سکھوں کے لئے یہ قطعی نامناسب اور نادرست تھا کہ مغربی پنجاب کے ہندوؤں
وسکھوں کا بدلہ لینے کے لئے وہ مشرقی پنجاب کے مسلمانوں کا قتل عام کر دیتے۔
اس میں ہندو اور مسلمان دونوں مجرم ہیں۔ مسلمان اس لئے مجرم ہیں اور ہندوؤں
اور سکھوں سے بڑھ کر مجرم اور قصوروار ہیں کیونکہ انھوں نے گذشتہ سال ۱۶؍اگست
۱۹۴۶ء کو کلکتہ میں ڈائریکٹ ایکشن کی تحریک جاری کر کے تمام کلکتہ میں کشت
وخون اور لوٹ مار کا بازار گرم کرنے کی پہل کی تھی جس سے ہندو اس لئے تباہ ہوئے
کیونکہ عنان حکومت مسلم لیگیوں کے ہاتھوں میں تھی اور اس وجہ سے مسلم لیگ کو مسلم
نیشنل گارڈ اور مسلم پولیس اور ملٹری کی امداد حاصل تھی۔ دوسری غلطی بھی مسلمانوں
سے سرزد ہوئی یعنی پچھلے سال انھوں نے راولپنڈی وغیرہ اضلاع کے گاؤں میں
ایسی نادرشاہی مچائی اور ایسا کشت وخون کیا کہ ہزاروں کی تعداد میں مغربی اضلاع
کے سکھ اور ہندو مشرقی اضلاع میں جان بچانے کے لئے مجبور ہوئے اور ہزاروں
کی تعداد میں وہیں ہلاک ہو گئے۔ ان لوگوں کو ہم نے اپنی آنکھوں سے ضلع گجرانوالہ
اور ضلع شیخوپورہ کے دھرم شالوں اور گوردواروں میں پناہ لیتے ہوئے دیکھا
اسی طرح مسلم لیگ نے لاہور وغیرہ شہروں میں ڈائرکٹ ایکشن کا پروگرام وضع
کر کے خضر وزارت کو ختم کرنا چاہا جس سے ہندوؤں کا جس قدر نقصان ہوا
بیان کرنا مشکل ہے لیکن تقسیم پنجاب سے چند روز پیشتر اور اس کے بعد آجتک
مسلمانوں یا مسلم لیگ نے جیسا اودھم مچایا ہے جس قدر قتل عام اور کشت وخون

کیا وہ احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔ چنانچہ ہزاروں ہندوؤں اور سکھوں کو مغربی پنجاب
میں تہ تیغ کیا گیا جس سے مشتعل ہو کر مشرقی پنجاب کے ہندوؤں اور سکھوں نے
انتقام لینے کی ٹھانی اور انتقام لیا۔ وہ ہر طرح قابل نفرت اور معیوب ہے اور
جب مشرقی پنجاب میں ہندوؤں یا سکھوں نے انتقام لیا تو مغربی پنجاب کے مسلمانو
اور لیگیوں کو مزید غصہ آیا اور انھوں نے پہلے سے بھی بڑھ کر ہندوؤں کی بیخکنی کرنے
پر پورا زور لگایا اور ان تمام سمجھوتوں کو نظر انداز کر دیا۔ جو گورنمنٹ ہند اور گورنمنٹ
پاکستان کے وزیر اعظموں کے درمیان ہوئے تھے۔

اپنے وشواس کے خلاف عمل کرنا کفر ہے

جب ہم پرماتما کو سب کا پتا تصور کرتے ہیں (اس میں
تمام نوع انسان شامل ہیں) پھر ہم کس طرح کسی سے عداوت اور دشمنی کرنے کی
جرأت کر سکتے ہیں۔ اگر ہم اس عقیدہ کے خلاف عمل کرتے ہیں تو ہم ناستک ہیں۔
اس لئے کوئی نیک آدمی کسی ہندو و مسلمان خاتون کی بے عزتی اور بے حرمتی نہیں کریگا۔
اور نہ کسی بے گناہ اور بے قصور پر ہاتھ اُٹھائے گا۔ نہ دوسرے کا مال و متاع لوٹیگا
اور نہ دوسرے کا سرمایہ ہضم کریگا۔ جو شخص خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان غیر مذاہب کے
لوگوں کے گھروں میں آگ لگا دیتا ہے۔ ان کا مال لوٹ لیتا ہے اور انھیں قتل
کر ڈالتا ہے یا کسی اور طرح سے انھیں نقصان پہونچاتا ہے وہ انسان نہیں بلکہ درندہ
ہے۔ اسے ایک نہ ایک دن اپنی بدکرداری اور بداعمالی کی سزا بھگتنی پڑے گی۔
ایسے ہی لوگوں کے لئے دوزخ تیار کیا گیا ہے۔ ہمارے ایک بھائی کہتے ہیں کہ
میں ہر ایک مذہب کی عورت کی اپنی ماں بہن اور بیٹی کی طرح تعظیم کرتا ہوں۔ لہذا
میں ہر حالت اور ہر موقع پر ان کی ماتا بہن اور بیٹی کی طرح عزت کروں گا اور
بڑے سے بڑے اشتعال کے موقع پر بھی اپنے اعتقاد اور وشواس سے منحرف
نہ ہوں گا۔ کیونکہ ایسا کرنا میرے لئے لازمی ہے کیونکہ یہی مجھے میرے پرم پتا (پرماتما)
کا حکم ہے اور میں کسی صورت میں اپنے پرم پتا کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔ وہ یہ بھی

کہتے ہیں کہ ہر مذہب کے بچے۔ جوان اور بوڑھے کو اپنا بچہ، اپنا بھائی اور اپنا بزرگ سمجھتا ہوں۔ لہذا میں کسی حالت میں ان سے بدی اور بُرائی نہیں کروں گا بلکہ ہمیشہ ان کو سکھ و آرام پہونچانے کی حتی الوسع کوشش کروں گا۔ کاش ہمارے ہندو مسلمان بھائی اس شخص کی تقلید کریں اور ان کے اصول کو اپنی عملی زندگی میں اپنالیں۔ پھر دیکھیں کہ ملک میں امن اور شانتی کا کتنی جلدی راج ہو جاتا ہے۔

اکثر مسلمانوں نے حضرت محمد صاحب کی تعلیم کو نہیں سمجھا

مسیح نے فرمایا ہے "سور کے آگے موتی مت پھینکو مبادا وہ انھیں پاؤں تلے روندے اور تمہیں پھاڑ ڈالے۔" حضرت مسیح کی تعلیم یہودیوں نے قبول نہیں کی۔ اگر وہ اسے قبول کرتے تو مسیح کو سُولی پہ نہ چڑھاتے۔ مسیح کے اعلیٰ اصول سمجھنے کے یہودی ناقابل تھے لہذا نہ صرف انھوں نے ان کی قدر نہ کی بلکہ انھیں سولی پہ چڑھا کر مار ڈالا۔ اسی طرح اہل عرب نے جن کے درمیان حضرت محمد صاحب پیدا ہوئے تھے پیغمبر صاحب کے مشن کو نہیں سمجھا۔ یہ لوگ بڑے جنگجو۔ وحشی اور انتقام پسند تھے۔ انھوں نے حضرت محمد صاحب اور ان کے پیروؤں پہ جیسے وحشیانہ ظلم وستم کئے اور جس بیرحمی اور بیدردی سے حضرت محمد صاحب کے پیروؤں کو اذیتیں پہنچائیں محتاج بیان نہیں۔ چنانچہ ان لوگوں کے ظلم وستم سے بچنے کے لئے اوّل حضرت محمد صاحب نے مکّہ کے نزدیک ایک غار میں پناہ لی بعدہٗ مدینہ میں ہجرت کی۔ لیکن قریشیوں نے حضرت محمد صاحب کا مدینہ میں بھی تعاقب کیا اور جنگ کی مگر شکست کھائی۔ آہستہ آہستہ حضرت محمد صاحب اور ان کے پیروؤں نے زور پکڑا اور قریشیوں پر غالب آئے اس وقت قریشیوں نے اپنا سر جھکایا اور اسلام قبول کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ قریشیوں

نے حضرت محمد صاحب کی روحانی طاقت کے آگے سرِ تسلیم خم نہیں کیا بلکہ ان کی فوجی طاقت کے آگے ہتھیار ڈال دیئے۔ مگر ان دونوں حالتوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ وہ شخص جو اسلام کے مقدس اصولات کو سمجھ کر اسلام قبول کرتا ہے واقعی مسلمان ہے لیکن جو شخص اسلام کی فوجی طاقت سے مرعوب ہو کر۔ جورو پیہ اور عورت کی خاطر۔ جو دنیوی جاہ وحشمت و پوزیشن کے لالچ سے اسلام قبول کرتا ہے اس کی اخلاقی یا روحانی زندگی میں بہت کم تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ اس پر اسلام کا اصلی رنگ نہیں چڑھتا۔ وہ برائے نام مسلمان ہے۔ ہماری رائے ہے کہ مسلمانوں میں ایک کثیر تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو دیکھا دیکھی خوف و خطر کے موقع پر۔ جو زر، زن اور زمین کی خاطر مسلمان ہو گئے لہذا حضرت محمد صاحب کی پاک اور پوتر تعلیم کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ یہ درست ہے کہ ان میں اسلام کے مجلسی اوصاف بہت حد تک داخل ہو گئے ہیں اور وہ اسلام کے شیرازہ اور گروہ بندی کا جزو بن گئے ہیں اور اسلام کو ان سے تقویت حاصل ہوئی ہے لیکن اگر اسلامی جمعیت میں ایک لاکھ چنگیز خاں اور ہلاکو شامل ہو جائیں ان سے اسلام کی فوجی طاقت میں ضرور اضافہ ہوگا مگر ان اشخاص کے اسلام قبول کر لینے سے اسلام کے روحانی فضائل میں اضافہ نہیں ہوگا۔ ایک خواجہ معین الدین چشتی لاکھوں ایسے مسلمانوں سے افضل اور برتر ہیں۔ سر صاحب جی مہاراج کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے "ہم ست سنگیوں کی زیادہ بھیڑ بھاڑ نہیں چاہتے۔ ہم چاہتے ہیں کہ رادھاسوامی دیال کے خواہ پانچ سیوک ہوں لیکن وہ پورے پریمی بھگت اور عاشق ذات حقیقی ہوں۔ اسی میں ست سنگ کی شوبھا ہے"۔ جیسے ایک چاند لاکھوں ستاروں سے افضل ہے کیونکہ اس سے زمین پر پرکاش آتا ہے۔ اسی طرح مالک کے سچے پریمیوں اور بھگتوں کی بدولت سنسار میں روحانیت کا اضافہ ہوتا ہے اور اہل دنیا کے دل پاک اور پوتر ہوتے ہیں۔

معترض کہتا ہے: "آپ غیر مسلم ہوتے ہوئے کیونکر مسلمانوں پر اس قسم کا اتہام لگانے کی جرأت کر سکتے ہیں"۔ اس کا جواب یہ ہے۔ یہ سچ ہے کہ ہم مسلمان نہیں

لیکن ہم پیغمبر صاحب کو رسول خدا مانتے ہیں۔ ہم ایک خدا میں یقین رکھتے ہیں اور اس کو وحدہٗ لاشریک تسلیم کرتے ہیں۔ کیا کسی شخص کے لیے حقیقی مسلمان بننے کے لئے اس سے بہتر عقیدہ پر یقین رکھنا لازمی ہوتا ہے؟ نہ صرف ہم بلکہ ہمارے مت کے مقدس آچاریوں نے بھی حضرت محمد صاحب کو رسول خدا تسلیم کیا ہے۔ اس کے علاوہ ہم نے اسلام کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے کے لئے اسلام کے بہترین مصنفین کی تصانیف کا مطالعہ کیا ہے اس لئے ہم کہتے ہیں کہ اکثر مسلمانوں نے اسلام کی اعلیٰ تعلیم کو بہت ہی کم سمجھا ہے۔ آپ سید امیر علی صاحب جج کلکتہ ہائیکورٹ کی ضخیم کتاب The spirit of Islam کا مطالعہ کریں۔ آپ مولانا شبلی نعمانی کی سیرۃ النبی (دو جلد)، الفاروق کا بغور مطالعہ کریں۔ آپ مولانا عبدالسلام صاحب ندوی کی سیرت عمر بن عبدالعزیز پڑھیں۔ اولاد حیدر صاحب فوق بلگرامی کی اسوۃ الرسول (۲ جلد) سوانح حضرت علی علیہ السلام پڑھیں پھر آپ کو یقین ہو جائیگا کہ ہمارا دعویٰ کس قدر صحیح ہے۔ ہمارا اپنے دعویٰ کی صداقت کے حق میں سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اگر مسلمان حضرت محمد صاحب کی روحانی تعلیم کو منظور یا قبول کر لیتے تو وہ حضرت عثمان سے سخی اور خدا ترس شخص کے پیٹ میں کبھی خنجر نہ بھونکتے اور وہ حضرت علی سے راستباز، عابد، سخی اور جواد کو مسجد میں عبادت کرتے ہوئے شہادت کا جام ہرگز نہ پلاتے اور حضرت حسن اور حضرت حسین جو حضرت محمد صاحب کے نواسے اور حضرت علی اور حضرت فاطمہ کے لخت جگر تھے ان میں سے اول الذکر کو زہر دیکر شہید کیا اور آخر الذکر کو مع ان کے بہتر عزیز و انصار کے جنمیں شش ماہ بچے بھی شامل تھے تین دن بھوکا پیاسا رکھ سب کو قتل کر دیا۔ آپ ساری اسلامی تاریخ کا مطالعہ کریں فقراء۔ اولیاء۔ درویشوں۔ عابدوں اور زاہدوں کو چھوڑ کر عام مسلمان اس روحانی مراقبہ اور اعلیٰ روحانی منازل پر پہونچنے سے قاصر رہے جو حضرت محمد صاحب نے مسلمانوں کے لئے متعین فرمائے تھے۔ ہم جانتے ہیں کہ اسلام نے مولانا روم۔ حافظ۔ سرمد۔ خواجہ معین الدین چشتی سے نامور روحانی

ستارے پیدا کئے ہیں جن پہ اسلام جس قدر فخر کرے کم ہے لیکن کسی قوم کو مذہب کی کسوٹی پہ پرکھنے کے لئے اس کے عوام الناس کی اخلاقی۔ مجلسی۔ سیاسی حالت کا جائزہ لینا ضروری ہوتا ہے۔ اگر یہ لوگ اپنے مذہبی معیار تک نہیں پہونچ سکے یا اپنے مذہب کی روشنی یا ہدایت کے خلاف عمل کرتے ہیں تو کہنا پڑے گا کہ ان لوگوں پہ ان کے پیغمبر کی تعلیم کا بہت کم اثر پڑا ہے۔ عرب کی تاریخ کا مطالعہ کیجئے۔ یہ دو خاندانوں کی باہمی جنگ وجدل اور کشت وخون کی تاریخ ہے اگر آپ ہندوستان کی اسلامی تاریخ کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ خاندان غلامان سے لے کر خاندان مغلیہ کے آخری بادشاہ تک ایک خاندان نے دوسرے خاندان کو تباہ وبرباد کرکے حکومت حاصل کی۔ یہی نہیں بلکہ شاہجہاں سے لیکر آخری مغل بادشاہوں تک اکثر بادشاہوں نے اپنے سگے بھائی۔ بھتیجوں اور قریبی رشتہ داروں کو قتل کرکے تخت حاصل کیا۔ اور اپنی ہندو رعایا سے ایسا متعصبانہ سلوک کیا کہ وفادار راجپوت دوست سے دشمن بن گئے۔ مرہٹوں اور سکھوں نے آخری مغل بادشاہوں کے ظلم وستم کے خلاف بغاوت کا جھنڈا بلند کیا اور مغلیہ سلطنت کو اکھاڑ کر پھینک دیا۔ اگر چار پانچ اسلامی ریاستیں جن کا وجود آج ہندوستان میں دکھائی دیتا ہے برطانیہ کی پناہ میں نہ آجاتیں تو ان کا آج نام ونشان بھی نظر نہ آتا۔

بہادر مسلمانوں کو میدانِ عمل میں آنیکی ضرورت

کبھی آپ نے پیٹر دی ہرمٹ Peter the Hermit کا نام سنا ہے۔ قدیم رومن، شیروں۔ جنگلی جانوروں اور ان کے علاوہ غلاموں کے دنگل دیکھنے کے بڑے شوقین تھے اور اکثر اوقات وہ آدمیوں اور جنگلی جانوروں

کی باہمی جنگ کا تماشہ بھی دیکھا کرتے تھے۔ اسی زمانہ میں ایک خدا ترس راہب جس کا نام پیٹر دی ہرمٹ تھا وہ مالک کی بھجن بندگی میں وقت گذارتا تھا۔ اس بزرگ درویش سے یہ بے رحمی کے منظر دیکھے نہیں جاتے تھے چنانچہ اس نے لوگوں کو بہت سمجھایا لیکن کسی نے اس کی پرواہ نہیں کی۔ آخر ایک دن یہ مردِ خدا اس دنگل میں کود پڑا جب دو شیروں یا شیروں اور غلاموں کے درمیان کشتی ہو رہی تھی۔ یہ مردِ خدا دنگل میں شہید ہو گیا لیکن اس کی شہادت پھل لائی اور اُس دن کے بعد سے یہ دنگل ہمیشہ کے لئے بند ہو گئے۔

افسوس نو دس کروڑ مسلمانوں میں ہمیں ایک بھی پیٹر دی ہرمٹ دکھلائی نہیں دیتا جو مسلمانوں کو سمجھائے کہ وہ اپنی قاتلانہ اور سفاکانہ سرگرمیوں سے باز آئیں۔ ہندوؤں میں فقط مہاتما جی ایک آدمی ہیں جو ہندوؤں اور سکھوں کو راہ راست پر لانے کی کوشش کر رہے ہیں اور جن سے ۹۰ فیصدی ہندو اور سکھ ناراض ہیں لیکن اس میں ہندوؤں اور سکھوں کا قصور ہے جو انتقام کے جذبات سے پاگل ہو گئے ہیں۔ انتقام لینے سے انتقام کا اختتام کبھی نہیں ہوتا۔ جیسے آگ میں تیل ڈالنے سے آگ نہیں بجھتی۔ مظالم کا جواب انتقام نہیں بلکہ عفو، معافی اور کشما ہے لیکن یہ کوئی مردِ خدا ہی کر سکتا ہے عام آدمی یہ مشورہ پسند نہیں کرتے اگر مسلمانوں میں دس اصحاب بھی میدان عمل میں نکل آویں جو پیٹر دی ہرمٹ کی طرح اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر مسلمانوں کو جنگ و جدل کی بجائے پریم و محبت کی تلقین کریں اس سے ہندوؤں اور مسلمانوں کا بیڑا پار ہو جائے گا اور دونوں آفات کے سمندر سے نکل کر امن کے ساحل پر پہونچ جائیں گے۔ یہ لوگ دل گردے کے آدمی ہونے چاہئیں جو آرام و راحت کے خیال سے بالا ہوں۔ جنھوں نے اپنا سر ہتھیلی پر رکھ لیا ہو۔ جو دوست و دشمن کی پرواہ نہ کریں۔ جو دوسروں کی خوشنودی اور ناراضی سے بالا ہوں۔ اور جو یہ کام اپنے محبوب حقیقی کو پرسن کرنے کی خاطر انجام دیں۔ جو ہندوؤں اور مسلمانوں کو سچی سچی اور

کھری کھری سُنا سکیں اور کسی کی رو رعایت نہ کریں۔ ایسے لوگ ہندوؤں اور مسلمانوں
کے حقیقی دوست اور خیر خواہ ہیں اور ان کی صدا ایک دن پھل لائے گی جس سے
ہندوؤں اور مسلمانوں میں سچّا اتحاد ہو جائے گا اور تمام غلط فہمیاں اور بدگمانیاں مٹ
جائیں گی۔ ہماری رائے ہے یہ کام کرنے والا سچا بھگت یا عابد ہوگا کیونکہ یہ نوعِ
انسان کو خدا کے نزدیک لائے گا۔ خدا کے نزدیک آنے کے لئے لازمی ہے کہ انسان
پہلے اس کے بندوں کے نزدیک آئے۔ خدا سے محبت کرنے سے پیشتر وہ خدا کے
بندوں سے محبّت کرے۔ جو خدا کے بندوں سے محبت نہیں کرتا وہ خدا سے
کیا محبّت کرے گا۔ جو ایک انسان کو خوش نہیں کر سکتا وہ مالک کو کیا خوش کریگا۔
اس لئے ضروری ہے کہ لوگوں کو خدا کی سچی اور حقیقی عبادت سمجھائی جائے اور
ان کے دلوں سے تعصب اور ہٹ دھرمی کے خیالات دور کئے جائیں۔ سچ یہ ہے
کہ لوگوں نے خدا اور مذہب کو سمجھا ہی نہیں۔ ورنہ اس قسم کے کشت و خون جیسے
مغربی اور مشرقی پنجاب میں گذشتہ چند ماہ کے اندر ہوئے ہیں کبھی نہ ہوتے۔ یہ
لوگوں کی جہالت اور نادانی ہے جو ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہیں۔ یہ لوگ
نہ سچے ہندو اور نہ مسلمان ہیں بلکہ یہ لوگ اپنے نفس کے غلام ہیں اور اپنے
نفس کو خوش کرنے کی خاطر بُرے سے بُرے افعال کے مرتکب ہو رہے ہیں مگر
اپنے کو پکّے مسلمان اور سچے ہندو خیال کرتے ہیں۔ اگر یہ گمراہی نہیں تو گمراہی
کس شے کا نام ہے؟

مُسلمانوں کا دوسرا ضروری کام

مسلم لیگ نے جس قسم کے فتنہ وفساد
کشت و خون اور لوٹ مار کی ملک
میں لہر چلائی ہے اس کا احساس اب مختلف صوبوں کے مسلمانوں کو ہو رہا ہے
اور وہ مسلم لیگ کی سرگرمیوں کے خلاف آواز اٹھا رہے ہیں اور مسٹر جناح کے
پروگرام کو جس کو عمل میں لانے سے خون کی ندیاں بہ گئیں ملعون قرار دے رہے
ہیں۔ مگر یہ زبانی جمع خرچ کافی نہیں۔ وہ ہندوستانی گورنمنٹ کے متعلق وفاداری

کا اظہار کر رہے ہیں۔ یہ بھی کافی نہیں۔ ان ہی مسلمانوں نے لیگ کے پروپگنڈا
کو کامیاب بنانے کے لئے پوری کوشش کی تھی۔ گویا پاکستان کے حصول سے
وہ عرش بریں پر پہونچ جائیں گے مگر اب ان لوگوں کی آنکھیں کھل گئی ہیں
جو پاکستان پہونچ گئے اور ان لوگوں کی بھی آنکھیں کھل گئی ہیں جنکو پاکستان
میں داخل ہونے کی ممانعت ہے یعنی پاکستانی وزیر اعظم کسی مسلمان کو جو مشرقی
پنجاب کا باشندہ نہیں پاکستان میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتے۔
کہتے ہیں کہ پاکستانی گورنمنٹ کو جس قدر سرمایہ گورنمنٹ ہند نے دیا تھا وہ ختم
ہوگیا ہے۔ ہندوؤں اور سکھوں کے مال غنیمت سے کتنے دن پاکستانی گورنمنٹ
چلے گی ہم نہیں کہہ سکتے۔ چنانچہ سننے میں آیا ہے جو مسلمان کراچی سے پاکستان
میں داخل ہوتے ہیں پاکستان کی زمین میں داخل ہونے سے پیشتر ان کی تلاشی
لی جاتی ہے اور ان کے سرمایہ میں سے کچھ رقم ان کے حوالہ کی جاتی ہے باقی
روپیہ پاکستانی خزانہ میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ گورنمنٹ کی آمدنی کے ذرائع محدود
ہیں اور اخراجات کے بار سے گورنمنٹ دب رہی ہے۔ اگر کچھ عرصہ یہی حالات
رہے تو ناممکن نہیں کہ پاکستانی حکومت دیوالیہ ہو جائے۔ چنانچہ اس نے
امریکہ سے قرضہ مانگنا شروع کر دیا ہے۔ امریکہ اس قرضہ کے عوض ملک کے
اقتصادی ذرائع کا مالک ہو جائے گا۔ پاکستان کو غیروں کی اقتصادی غلامی
میں دن گذارنے ہوں گے۔ دو ماہ کے عرصہ میں اگر یہ حالت ہوگئی آئندہ
چل کر دیکھیں کیا حالت ہوتی ہے۔ یہ سطور اس لئے درج کی گئی ہیں تاکہ جن
مسلمانوں کی آنکھیں نہیں کھلیں کھل جائیں اور وہ بیدار ہو کر حقیقت کو دیکھ
سکیں۔ ہم نے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ مسلمانوں کا دوسرا ضروری کام کیا ہے۔
ملک میں کشت و خون اور لوٹ مار اور ملک کے ایک حصّہ کی آبادی کا
دوسرے ملک کے حصّہ میں منتقل ہونے کا پروگرام مسلم لیگ کے لیڈروں نے
وضع کیا تھا۔ اس سے ملک کے لوگوں کو جس قدر مصیبت اور تکلیف کا منہ دیکھنا

پڑا ہے۔ بیان نہیں ہو سکتا جس سے گورنمنٹ پاکستان اور گورنمنٹ ہند کے
مالی ذرائع کو عظیم نقصان پہونچا ہے اور ہندوؤں اور مسلمانوں کو اربوں روپیئے
کے نقصان کا متحمل ہونا پڑا ہے۔ یہ سب خمیازہ پاکستان کی سکیم کو عملی جامہ پہنانے
کا نتیجہ ہے۔ جس کو ہندو اور مسلمان اب اچھی طرح محسوس کر رہے ہیں۔ کیونکہ اب
انھیں اس کا ذاتی تجربہ ہو گیا ہے۔ مکان کو دیا سلائی لگا دینا تو آسان ہے
لیکن جلے ہوئے مکان کو از سر نو تعمیر کرنا آسان نہیں۔ اور نہ ہی جب آگ
زور سے بھڑک اُٹھی ہو اس کا بجھانا آسان ہے۔ مسٹر جناح اور ان کے رفقاء
نے پاکستان کی آگ ملک میں لگا دی جس سے لاکھوں مسلمان ہندو تباہ و برباد
ہو گئے۔ اس آگ کو بجھانا اب بڑا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ آپ ان ہندوؤں
کے دلوں کو ٹٹولئے جن کو اپنا شہر اور گاؤں چھوڑنے یا خالی کرنے کے لئے مجبور
کیا گیا ہے۔ آپ ان مشرقی پنجاب کے مسلمانوں کے جذبات کا اندازہ لگائیں
جن کو ہندو اور سکھ مشرقی پنجاب میں دیکھنا پسند نہیں کرتے اور ان کو درندہ
یا سانپ سے کم موذی خیال نہیں کرتے کیونکہ ان کے ہم مذہب لوگوں نے مغربی
پنجاب میں سفاکانہ کارروائیاں کی ہیں۔ حالانکہ مشرقی پنجاب کے مسلمان بالکل
بے قصور ہیں اور پشتہا پشت سے ہندوؤں کے درمیان امن اور اطمینان سے
زندگی بسر کر رہے ہیں لیکن مسلم لیگ کے مفسدانہ پروپیگنڈے کے کڑوے اور تلخ
پھل ہندوؤں اور مسلمانوں کو جبراً اور قہراً کھانے پڑے ہیں۔ اگر باپ بدچلن
اور شرابی ہے تو خاندان تباہ ہو جاتا ہے۔ باپ کے گناہ کی سزا بچوں کو بھگتنی
پڑتی ہے اگرچہ بچے بالکل معصوم اور بیگناہ تھے۔ ایسے ہی مسلم لیگ کے فتنہ کی
سزا کو لاکھوں ہندوؤں اور مسلمانوں نے برداشت کیا۔ ہندوستان کے مسلمانوں
نے پاکستان کی تحریک کی امداد اور حوصلہ افزائی کر کے اس کو تقویت دی ہے
اور پاکستان کی سکیم کو کامیاب بنا دیا ہے۔ اب اس شرارت یا بدی کی بیخکنی
کرنا بھی ان کا کام یا فرض ہے اس لئے ان کو چاہیئے اور ان کا یہ فرض ہے

کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان نفرت اور کدورت۔ عناد اور بغض کے جو بیج پاکستان کی تحریک اور پروپیگنڈا نے ملک میں پھیلائے ہیں اُن کو چُن کر اور اکٹھے کر کے آگ لگا دیں۔۔۔۔ کیونکہ یہ بیج ابھی مشرقی پنجاب اور مغربی پنجاب کی زمین میں اُگے ہیں اور ان صوبوں میں قیامت برپا ہو گئی ہے۔ اگر یہ بیج ہندوستان کے دوسرے صوبوں میں بھی اُگ آئے تو وہاں بھی قیامت آجائے گی ہندوستان کے تیس کروڑ باشندوں میں چار کروڑ مسلمانوں کا رہنا اس لئے مشکل ہو جائے گا کیونکہ وہاں ہندوؤں کی گورنمنٹ ہے۔ اگر یہ گورنمنٹ ایسی ہی متعصب۔ تنگدل اور کوتاہ اندیش ہوتی جیسی مسلم لیگ کی گورنمنٹ ہے تو یقیناً آجتک ہندوستان میں مسلم آبادی ختم ہو جاتی جیسی ہندو آبادی مغربی پنجاب میں ختم ہو گئی ہے یا جیسے مسلم آبادی مشرقی پنجاب میں کہتے ہیں ختم ہو گئی ہے۔ یہ شرارت یا مفسدانہ پروپیگنڈا جو مسلم لیگ نے مسلمانوں کے درمیان کیا اور وہ انسان سے وحشی بنگئے اور اس کا جو اثر ہندوؤں پر ہوا وہ بھی ویسے وحشی بن گئے۔ اس غلط اور مکروہ تعلیم اور اشاعت کا دور کرنا ہندوؤں اور مسلمانوں کا فرض ہے خاص کر مسلمانوں کا جنھوں نے پاکستان کی تحریک کو کامیاب بنانے میں حصہ لیا اور اسے کامیاب بنا دیا۔

جو شخص اپنے ہمسائے کو دشمن سمجھ کر اس سے دشمنوں کا سا سلوک کرتا ہے وہ نادان حقیقت میں اپنے خاندان اور اپنے ساتھ دشمنی کرتا ہے۔ مسٹر جناح کو یہ معلوم نہیں تھا کہ مغربی پنجاب کے ہندوؤں کو قابل گردن زدنی قرار دیکر وہ مشرقی پنجاب کے مسلمانوں کو ہندوؤں کی نظروں میں قابل گردن زدنی بناتے ہیں اس کوتاہ اندیشی کا خمیازہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو یکساں بھگتنا پڑا اب بھی وقت ہے کہ ہم راہِ راست پہ آجائیں اور ایک دوسرے سے محبت کرنا سیکھیں۔

ہندوؤں اور مسلمانوں کی حفاظت و سلامتی کا قدرتی طریقہ

جب ہندوستان اور پاکستان دو حصوں میں تقسیم ہو گئے اور پاکستان کے علاقوں سے ہندوؤں کی بیخ کنی کرنے کی سولہ آنہ کوشش کی گئی لیکن جو خوش قسمت زندہ بچ گئے انھیں پاکستان کی زمین سے جلاوطن کرکے ہندوستان میں بھیج دیا گیا ہے۔ اب مسلمان تو پاکستان کے علاقوں میں پہنچ کر قطعی محفوظ ہو گئے لیکن ہندو ہندوستان میں محفوظ نہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یا تو ہندوستان کے تمام مسلمان پاکستان کی راہ لیں یا ہندوستانی حکومت مسلمانوں سے وہی سلوک کرے جو پاکستانی حکومت نے ہندوؤں سے کیا ہے تب وہ مجبور اُ ہندستان چھوڑ کر پاکستان روانہ ہو جائیں گے۔ لیکن ہم ہندوستانی گورنمنٹ کو کبھی ایسا کرنے کا مشورہ نہ دیں گے نہ کانگریس گورنمنٹ ایسے وحشیانہ افعال کی مرتکب ہو گی۔ اب فقط ایک صورت باقی ہے یعنی ہندوستان کے مسلمان ہندوؤں کی طرح گورنمنٹ ہند کے وفادار بن جائیں لیکن اگر ہندوستان میں لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں ایسے مسلمان ہیں جو ہندوستانی گورنمنٹ کو ٹم مشین گنوں اور بندوق کی گولیوں سے مٹانے کے درپے ہوں تو ایسے لوگوں کی بیخ کنی کے متعلق معقول انتظام کرنا گورنمنٹ کا فرض ہے۔ ایسے لوگ آستین کے سانپ ہیں۔ ان لوگوں سے ہندوؤں کو ہمیشہ خطرہ رہے گا۔ ان لوگوں کے لئے بہتر ہے کہ وہ خود ہندوستان سے چلے جائیں۔ اگر اس ملک میں رہیں تو وفادار ہندوؤں کی مانند رہیں۔ اگر پاکستانی اور ہندوستانی حکومت کے درمیان کبھی لڑائی جھگڑا ہوا اس وقت وہ ہندوستان کی حکومت کا ساتھ دیں لیکن جن لوگوں کا ایمان ایسا کرنے کی اجازت نہیں دیتا ان لوگوں کا اس ملک میں رہنے کا کوئی حق نہیں۔ اگر اس ملک میں کوئی ہندو ہے جو ہندوستان کی

گورنمنٹ کا بدخواہ یا دشمن ہے اور وہ کسی غیر ملکی حکومت کا جاسوس یا ایجنٹ ہو
اس شخص کے اس جرم کی کم از کم سزا یہ ہے کہ اس کو ملک سے ہمیشہ کے لئے
جزائر انڈیمان میں بدر کر دیا جائے یا گولی سے ہلاک کر دیا جائے۔ اسی طرح
اگر کوئی ایسا مسلمان ہے جس کا فعل اور عمل مذکورہ بالا ہندو کے موافق ہے اسکے
لئے بھی ہماری رائے میں کم از کم وہی سزا ہونی چاہیئے جو ہم نے ایک ہندو
کے لئے تجویز کی ہے۔ چونکہ ۹۰ فیصدی سے زائد مسلمانوں کا زاویۂ نگاہ مسلم لیگی
ہے اس لئے ان لوگوں کے متعلق گورنمنٹ ہند اور ہندی صوبوں کی گورنمنٹ کو
محتاط ہونے کی ضرورت ہے۔ ہماری رائے میں جو کچھ گذشتہ دنوں میں مسلمانوں
نے دہلی۔ جبل پور۔ ناگپور۔ رائے پور۔ چندواڑہ۔ پٹنہ۔ وغیرہ میں وکن
کیا اور دیگر صوبوں میں ظہور میں آیا اس کو مدنظر رکھتے ہوئے کسی مسلمان کو ہندوستان
میں ہتھیار رکھنے کی اجازت نہیں ہونی چاہیئے۔ ہاں اُن مسلمانوں کو اس شرط
سے مستثنیٰ کر دیا جائے جو عام ہندوؤں کی طرح گورنمنٹ کے وفادار شہری
ہونے کا ثبوت دیں۔ جو لوگ اپنے ہموطنوں کو ایسی بیدردی سے تباہ کرنے کی
سازش کر سکتے ہیں ان سے عوام اور گورنمنٹ کو چوکنا ہو جانا چاہیئے۔

اخبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ برطانوی افسران اور مسلمانوں میں ایک عظیم
سازش تھی یعنی جبلپور میں جو ہندوستان کی ایک سب سے بڑی بارود اور
جنگی اسلحہ تیار کرنے کی فیکٹری ہے وہاں سے تمام ہندو ذمہ دار افسران کو
ہٹا کر ان کی جگہ مسلمانوں کو تعینات کیا گیا اور وہاں کے تین بڑے انگریز
افسروں کے پاس سے حال ہی میں خلاف قانون اسلحہ جات بڑی تعداد میں
برآمد ہوئے ہیں۔ چالیس ہزار کارتوس۔ رائفلیں۔ بندوقیں اور پستولوں کا
ایک ایک شخص کے قبضہ سے نکلنا ایسا فعل ہے جس سے اس عظیم سازش
کا اندازہ ہو سکتا ہے جو گورنمنٹ ہند کو تباہ کرنے کے لئے کی گئی تھی۔ کون
کہہ سکتا ہے کہ جبلپور سے حیدر آباد اور بھوپال وغیرہ ریاستوں میں سازش

کرنیوالوں نے ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں ہتھیار اور اسلحہ جات بھیج دیئے ہوں۔ پنجاب سے ہندوستان کے شاید پچاسوں شہروں میں اسلحہ بھیجا گیا تھا۔ بیسیوں مقامات سے پولیس نے یہ اسلحہ سٹیشنوں پر گرفتار کیا لیکن بیسیوں مقامات پر یہ ان لوگوں کو مل گیا جن کے نام یہ اسلحہ بھیجا گیا تھا۔ یہ سازش تھی جو نمک حرام برطانوی افسران اور لیگی لیڈران کے درمیان تھی جنھوں نے اپنے ہموطنوں کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا ہوا تھا۔ مالک کی خاص رحمت سے غداروں اور وطن فروشوں کا بھانڈہ پھوٹ گیا جس سے گورنمنٹ ہند اور ہندو، برطانوی اور مسلم لیگی قصابوں سے بال بال بچ گئے۔ اگر اب بھی گورنمنٹ ہند چوکنی اور خبردار نہیں ہوتی اور اب بھی ہندوستان کے ہندو خواب خرگوش میں سوتے رہے تو ان کا خدا ہی حافظ ہے۔
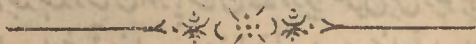
لیگی اور برطانوی رجعت پسندوں کی سازش

چرچل کے صدہا چیلے اور پیرو اور دیگر صدہا برطانوی افسران اس سازش میں حصہ دار تھے جو لیگیوں نے نئی گورنمنٹ ہند اور ہندوؤں کو ملیا میل کرنے کے لئے کی ہوئی تھی۔ چنانچہ پنجاب اور بنگال کی تقسیم میں لیگیوں کی علانیہ رعایت اور ہندوؤں کی حق تلفی۔ تقسیم کے بعد انگریز فوجی افسران کا ہندو اور مسلمانوں سے برتاؤ میں امتیاز ایسے واقعات ہیں جن کی روشنی میں اس فیصلہ پر پہونچنا بالکل قدرتی امر ہو جاتا ہے کہ جس دن سے نئی گورنمنٹ کا وجود ظہور میں آیا ہی مخالفین نے نئی حکومت کے راستہ میں قدم قدم پر مزاحمتیں و مشکلات پیدا کیں اور لیگیوں کی جا اور بے جا ہر طریق پر مدد اور رعایت کی گئی۔ مسٹر جناح کی

پارٹی اول ہندوستانی گورنمنٹ میں شریک بھی نہیں ہوئی۔ لارڈ ویول نے انھیں انٹریم گورنمنٹ میں شامل کیا اور گورنمنٹ میں شامل ہو کر انھوں نے نہ صرف گورنمنٹ سے عدم تعاون کیا بلکہ قدم قدم پر مزاحم ہوئے۔ حالانکہ شرکت کرتے وقت انھوں نے اقرار کیا تھا کہ وہ تعاون کریں گے لیکن اس کے باوجود ان سے بازپرس نہیں کی گئی اور آخر وقت تک وہ گورنمنٹ ہند کے امورات میں مخالفت کرتے رہے۔ جب ہندوستان اور پاکستان کی تقسیم ہوگئی لیگی ملیٹری نے کس لیری سے ہندوستانی حدود کے سوڈیڑھ سو گاؤں پر حملہ کیا جس سے مشرقی پنجاب کے باشندوں کو سخت مالی اور جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ اس کارستانی میں برطانوی افسران شامل تھے۔ کم از کم انھوں نے ملیٹری لیٹروں اور ڈاکوؤں کو قابو میں رکھنے کیلئے کوئی موثر قدم نہیں اٹھایا۔

اس کے بعد ہندوستان اور پاکستان کے وزیر اعظموں میں ریفوجیوں کو مغربی پنجاب سے مشرقی پنجاب یا مشرقی پنجاب سے مغربی پنجاب میں پہونچانے اور ان کی تلاشی نہ لینے کے متعلق سمجھوتہ ہوا اور اسی قسم کی چند اور شرائط طے ہوئیں جن پر عمل پیرا ہونے سے ریفوجی مغرب سے مشرق اور مشرق سے مغرب آرام وسہولت سے پہونچ سکتے تھے لیکن کانگریس گورنمنٹ کے افسران نے ان شرائط کی پابندی میں اسی قدر سرگرمی سے حصہ لیا جس قدر مسلم پولیس مسلم نیشنل گارڈ اور مسلم ملیٹری نے ان شرائط کو توڑنے یا ان کے خلاف عملدرآمد کرنے میں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں ہندوؤں اور سکھوں سے ان کا تمام سرمایہ اور اثاثہ چھین لیا گیا انکی سختی سے جامہ تلاشی لی گئی یہاں تک کہ ہوائی جہاز میں سفر کرنے والوں تک کے پاس بھی ایک پیسہ نہ چھوڑا۔ اور مغربی پنجاب کے گاؤں گاؤں اور قصبہ قصبہ میں جس بے رحمی سے ہندوؤں اور سکھوں کو لوٹا گیا اور ان کا قتل عام کیا گیا یہ تمام واقعات ناقابل بیان ہیں۔ اس کے ثبوت میں ہندوستان ٹائمز دہلی اور امرت بازار پتر کا الہ آباد کے سپیشل نامہ نگار جو چشم دید واقعات کے گواہ ہیں تصدیق کرتے ہیں۔

مغربی پنجاب کے تقریباً ایک ہزار ہندو ریفوجی جنھوں نے دیال باغ میں پناہ لی ہے
اسی داستان کو نہایت رقعت انگیز الفاظ میں بیان کرتے ہیں جن کو سن کر پتھر
بھی موم ہو جائیں۔
جس قدر لیگی گورنمنٹ مسلم نیشنل گارڈ اور مسلم پولیس کا کیریکٹر گرا ہوا ہے اس سے
بڑھ کر باشندگان پاکستان نے اپنے قدیم ہموطنوں۔ دوستوں اور ہم شہریوں کے
ساتھ ایسا برتاؤ کیا ہے جس کو سن کر زمانہ جاہلیت کے سانحات بھی مدھم پڑ جاتے
ہیں۔ مثلاً ہمارے ایک ست سنگی بھائی کہتے تھے۔ ایک قصبہ میں ہندوؤں کے
تعلقات مسلمانوں سے نہایت دوستانہ تھے۔ جب علاقہ کے مسلم ہجوم نے شہر پر
حملہ کیا تمام ہندوؤں نے مسلمانوں کے گھروں میں پناہ لی۔ چنانچہ ہندوؤں اور
سکھوں کو انھیں گھروں میں شہر کے مسلمانوں نے قتل کر دیا اور ان کے گھروں کے
مال و اسباب۔ زر و دولت پر قبضہ کر لیا۔ ضلع گجرانوالہ میں متعدد
گاؤں اور قصبوں کو مسلمانوں نے لوٹ لیا۔ فقط ایک قصبہ اکال گڑھ میں
لٹیروں کو ۲ من سونا اور چاندی کے زیورات کا ایک بڑا انبار ملا۔ لائلپور ضلع کے
سانگلہ ہل منڈی میں ہندوؤں سے کہا گیا کہ اگر وہ ایک لاکھ روپیہ پیش کر دیں
تو انھیں چھوڑ دیا جائے گا۔ ایک لاکھ روپیہ نقد یا زیورات کی شکل میں پیش کیا گیا بعد میں شہر
لوٹا گیا جس سے ۴ من سونا اور چاندی کے زیورات کا چھکڑا بھر وزن برآمد ہوا۔
میونسپل صدر کے پاس بندوق کا لائسنس تھا اُن سے کہا گیا کہ فوراً بندوق
حوالہ کر دو ورنہ تمہارا وہی حال ہوگا جیسا کہ شیخو پورہ میں لوگوں کا کیا گیا۔
ان واقعات کے درج کرنے کے لئے ایک ضخیم کتاب بھی کافی نہیں۔ القصہ
تمام مغربی پنجاب کی یہی داستان ہے۔ دوسرے الفاظ میں لیگی گورنمنٹ
ہندوؤں کو لوٹ مار کر کے اپنی حکومت چلانا چاہتی ہے لیکن ان نادانوں
کو علم نہیں کہ جن سونے کے انڈے دینے والی مرغیوں کو ذبح کر کے وہ دولتمند
بننا چاہتے ہیں ان مرغیوں کے ذبح ہو جانے یا ہندوستان کے علاقہ میں

جلا وطن کئے جانے کے بعد مسلمان بھوکے مرنے لگیں گے۔ چند صدی پیشتر عیسائیوں نے سپین کے مسلمانوں کو افریقہ میں بدر کر کے ہسپانیہ کی زراعت اور تجارت کو ملیا میٹ کر دیا تھا۔ یہی غلطی پاکستانی حکومت کے مدبر اب کر رہے ہیں۔

جب ہندوستان اور پاکستان کی تقسیم ہو گئی اور یہ باہمی سمجھوتہ ہو گیا کہ ہندو اور مسلمان مع اپنے زر و مال ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ میں منتقل ہو سکتے ہیں اور انھیں تبدیل آبادی میں ہر طرح کی امداد دی جائے گی۔ پھر کیوں سندھیوں کو ہندوستان میں جانے سے روکا جاتا ہے اور ان سے کہا جاتا ہے کہ اپنا تمام سرمایہ اور زیورات تبدیلی وطن سے پیشتر پاکستان کی زمین میں چھوڑ کر جاؤ۔ یہ ہے لیگی گورنمنٹ کا کیریکٹر اور اس کے وزرا کا اخلاق۔ ایمان اور دیانت داری۔ سچی بات یہ ہے کہ ان لوگوں کا کوئی ایمان دھرم نہیں۔ جیسا یورپین اقوام جنگ۔ اور محبت کے منصوبوں کی تکمیل کے لئے ہر فعل خواہ وہ کس قدر مکروہ ہے جائز اور درست خیال کرتی ہیں۔ ایسے ہی لیگی حکومت کا ہندوؤں کو لوٹنے اور غارت کرنے اور پاکستان کو خوشحال بنانے کے متعلق تمام کارروائیاں ٹھیک اور درست ہیں اس لئے لیگی گورنمنٹ اور عام مسلمانوں پر اعتبار کرنا پرلے درجہ کی نادانی اور مورکھتا ہے۔

عروج و عظمت کا انحصار اوصاف حسنہ پر ہے

ہمارا خیال ہے ہر قوم اپنے اوصاف حسنہ کے باعث ترقی کے اعلیٰ معیار پر پہونچتی ہے اور یہی اوصاف حسنہ اس کی روحانی۔ اخلاقی۔ مجلسی۔ سیاسی اور مالی ترقی کا باعث ہوتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ مسلمان تعلیم میں پیچھے ہیں۔ مسلمان دولت تجارت اور زندگی کے دوسرے شعبوں میں اپنے دیگر ہموطنوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے

لیکن سب سے بڑی کمزوری مسلمانوں کی یہ ہے کہ ان کا کیریکٹر (چند مستثنیات کو چھوڑ کر) اتنا اچھا اور بلند نہیں جتنا ان کے دوسرے ہموطنوں کا دیکھنے میں آتا ہے کیریکٹر کے معنی محض کامیابی نہیں۔ کیریکٹر کے معنی روپیہ۔ رسوخ اور پوزیشن نہیں بلکہ کیریکٹر ان سب اعزاز یا لوازم سے افضل ہے۔

مسیح کے الفاظ ہیں:۔

If a man gain the whole world, but loses his soul what does he gain?

یعنی اگر انسان کو تمام دنیا حاصل ہو جائے اور اس کی روح کھوئی جائے۔ کھوئی جانے کے معنی دوزخی بن جائے تو اس شخص نے دنیا میں آکر کیا حاصل کیا۔ کچھ نہیں۔ اگر کسی شخص کو غداری کرنے یا وطن فروشی کرنے سے بڑے بڑے عہدے خطاب۔ زمینیں مل جائیں مگر دوسرے شخص کو وطن کی خدمت کرنے کے عوض اس کی جائیداد ضبط کر لی جائے۔ اس کو قید خانہ میں ڈال دیا جائے تو ہماری رائے میں دوسرا شخص پہلے شخص سے بدرجہا بہتر اور افضل ہے۔ گذشتہ تیس چالیس سال سے انگریزی گورنمنٹ مسلم لیگیوں اور مسلم لیگ کی لگاتار مدد کر رہی ہے اور کانگریس اور کانگریسیوں کو اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا ہوا ہے۔ پنڈت نہرو اور مہاتما گاندھی سے آدمی بار بار جیل میں بھیجے جاتے رہے ہیں لیکن لیگ کے لیڈروں کی ہر طرح عزت اور حوصلہ افزائی کی جاتی تھی اور وہ گورنروں اور وائسرائے کے دستر خوان پر ضیافتیں کھاتے تھے مگر کانگریسی لیڈر جیل کی سوکھی سڑی روٹیوں سے پیٹ بھرتے تھے۔ لیکن آزاد ہند کی تاریخ لکھنے والا مورخ جو درجہ ملک کے سچے محبان وطن اور شیدائیوں کو دیگا وہ گورنمنٹ کے مخبروں۔ خوشامدیوں اور مطلب پرستوں کو کبھی نہیں دے گا۔ یہ فرق کیریکٹر کے اعلیٰ اور ادنیٰ ہونے میں ہے۔ گاندھی جی تو مسلمانوں کو اپناتے ہیں اور کلکتہ

میں جب مسلمانوں پر تشدّد ہو رہا تھا انھوں نے فاقہ کشی (برت) پر کمر باندھ لی اور اس وقت تک کھانا نہیں کھایا جب تک ہندوؤں اور مسلمانوں میں پوری صلح و مصالحت نہیں ہوگئی۔ لیکن مسٹر جناح کہتے ہیں کہ مسلمان ہندوستانی نہیں۔ ہندو اور مسلمان دو مختلف قوموں کے ممبر ہیں۔ ان میں اتفاق نہیں ہو سکتا۔ یہ مشترکہ گورنمنٹ کے تحت مل کر کام نہیں کر سکتے بلکہ مسلمانوں کو علیحدہ ملک (پاکستان) ملنا چاہیئے اور ملک میں دو علیحدہ علیحدہ گورنمنٹیں قائم ہونی چاہئیں۔ ... ...

... ...

... ... اگر اتنا ہی ہوتا تو کچھ مضائقہ نہ تھا۔ ہندو اور سکھ پاکستان میں خوشی خوشی رہتے جیسا کہ وہ برطانوی گورنمنٹ کے عہد میں ان صوبوں میں دن بسر کر رہے تھے اب بھی ان ہی صوبوں میں سکونت رکھتے۔ پہلے ان کا حلقہ وفاداری گورنمنٹ برطانیہ کے حق میں تھا اور وہ گورنمنٹ برطانیہ کے لگان و ٹیکس ادا کرتے تھے اب وہ پاکستانی گورنمنٹ کی وفادار رعیت بن جاتے اور اپنے محاصل و ٹیکس خوشی خوشی گورنمنٹ پاکستان کو ادا کرتے۔ مگر لیگی گورنمنٹ نے حکمرانی کے اختیارات حاصل کرتے ہی ہندوؤں اور سکھوں کی وسیع پیمانہ پر بیخ کنی کرنے کا کام شروع کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لاکھوں ہندو و سکھ مغربی پنجاب اور صوبہ سرحد میں قتل کئے گئے۔ لاکھوں زخمی ہوگئے اور ان کا مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔ انکے گھروں، دوکانات، کوٹھیوں، بنگلوں اور اراضیات پر اپنا قبضہ کر لیا۔ اگر پاکستانی گورنمنٹ یہ کہے کہ تمام کام مسلم لیگی گورنمنٹ کا نہیں بلکہ غنڈوں اور بدمعاشوں کا ہے۔ ہم اس کے جواب میں دریافت کریں گے کہ پاکستانی پولیس۔ پاکستانی ملٹری اور پاکستانی مسلم نیشنل گارڈ غنڈوں اور بدمعاشوں کے ماتحت ہیں یا مسلم لیگی گورنمنٹ کے۔ اگر جواب یہ ہے کہ گورنمنٹ کے تو ہم کہیں گے کہ مغربی پنجاب کے تمام کشت و خون، قتل عام اور لوٹ مار کی ذمّہ داری پاکستانی حکومت پر ہے۔ دوسروں کے کندھوں پر اپنی ذمّہ داری کا بوجھ ڈال دینا

ناواجب ہے۔ کیونکہ اس علاقے کے کشت وخون، قتل عام کا ارتکاب وہاں کی ملیٹری پولیس اور مسلم نیشنل گارڈ نے کیا ہے۔ دوئم شیخوپورہ اور لائل پور کے قصبوں اور بعض تحصیلوں میں ہندوؤں اور سکھوں کی ایسی کثرت تھی اور وہ وہاں اس قدر طاقتور تھے کہ انھیں اپنا ضلع چھوڑ کر غیر جگہوں میں پناہ لینا ایک حماقت معلوم ہوتی تھی۔ لیکن شہری آبادی خواہ وہ کس قدر بارسوخ، دولتمند اور کثرت میں ہو مسلح پولیس اور ملیٹری کا ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اگر شیخوپورہ اور لائل پور کی شہری آبادی کو ان کی قسمت پر چھوڑ دیا جاتا تو ایک بھی ہندو اور سکھ اپنا آبائی وطن چھوڑ کر دوسرے صوبوں میں پناہ لینے کے لئے مجبور نہ ہوتا لیکن چونکہ شیخوپورہ میں مشین گن لگا کر ہندوؤں اور سکھوں کو بھون دیا گیا اس حالت میں ہندو اور سکھ کیا کر سکتے تھے؟ ہم نے اپنے رشتہ داروں کو بارہا کہا کہ وہ اپنے بال بچوں اور سرمایہ کو مشرقی پنجاب یا یو۔ پی میں بھیج دیں۔ انھوں نے جواب میں کہا کہ یہاں کے مسلمان ہم سے خوف کھاتے ہیں۔ ہم علاقہ کی اراضیات کے مالک ہیں۔ ہم صاحب اقتدار، صاحب زر اور طاقتور ہیں۔ ہمیں کسی کا خوف نہیں۔ لیکن زمانہ حال کے اسلحہ نے ان کی تمام قدیم بہادری اور شجاعت کو خاک میں ملا دیا اور ہم نے پنجاب کے قتل وخون کے بعد اپنے رشتہ داروں کے متعلق کوئی خبر نہیں سنی لیکن ایسی خبریں بار بار سُنی ہیں کہ شیخوپورہ کے آس پاس کے ہندوؤں اور سکھوں کے گاؤں کو مع اُن کے باشندوں کے بالکل تباہ وبرباد کر دیا گیا ہے۔ ہم نے ایک مکتوب اپنے رشتہ داروں کے متعلق سردار سمپورن سنگھ صاحب ڈپٹی ہائی کمشنر کے پاس بھیجا ہے لیکن وہاں سے کوئی جواب ابھی تک موصول نہیں ہوا۔

لیگی گورنمنٹ کے وزراء اور اراکین کا بار بار یہ اعلان کرنا کہ لیگ کے صوبوں میں اقلیت کے حقوق اور ان کے جان ومال کی ایسی ہی حفاظت کی جائیگی جیسا کہ مسلمانوں کی کی جاتی ہے محض جھوٹ و دھوکا تھا۔ اگر اس قسم کا اعلان

بار بار نہ کیا جاتا تو صدہا نہیں نہیں ہزاروں ہندو، سکھ مغربی پنجاب چھوڑ کر مشرقی پنجاب، دہلی اور یو۔پی کے صوبوں میں پہنچ جاتے اور ان کے جان و مال اس بیدردی سے تلف نہ کئے جاتے جیسا کہ گذشتہ دو ماہ میں تباہ کئے گئے ہیں۔ اگر اس کا نام سیاسی چال یا پولیٹیکل حکمت علمی ہے تو ہم نہیں جانتے کہ دہوکا، فریب اور ریاکاری کس جانور کا نام ہے۔ دہوکا باز۔ مکار اور ریاکار کے کیرکٹر کا جو پایہ ہے ناظرین اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ اگر یورپین علوم و فنون سے ہم نے یہی سبق سیکھا ہے تو ہم کہیں گے کہ ان علوم و فنون کی تحصیل سے جو اپنے ہموطنوں کو دہوکا دینے، قتل عام کرنے کی تلقین کرتے ہیں بے علم رہنا زیادہ اچھا تھا۔ اس سے کسی انسان اور کسی قوم کے کیرکٹر کا پتہ لگتا ہے۔

اس جگہ کیرکٹر کے متعلق ہم ایک معرکہ کی بات درج کرتے۔ مہاتما گاندھی جی مشرقی بنگال۔ دہلی اور مغربی پنجاب کے مسلم محلوں میں اور مسلم آبادیوں میں بلا مدد ایک سپاہی، چوکیدار، فوجی سنتری کے دورہ کر سکتے ہیں اور دورہ کرتے ہیں۔ وہ کلکتہ میں مسلم محلہ، مسلمان کے گھر میں رہائش اختیار کرتے ہیں اور وہاں ہفتوں تک مسلمانوں اور ہندوؤں کو برادرانہ محبت اور شریف شہریوں کی طرح زندگی بسر کرنے کی تلقین فرماتے ہیں۔ پنڈت جواہر لال نہرو جی سرحدی آفریدیوں اور دیگر سرحدی باشندگان کے علاقوں میں پہونچ جاتے ہیں اور اپنے ساتھ حفاظت کے لئے ایک سپاہی بھی نہیں لے جاتے۔ لیکن مسٹر جناح جب لاہور تشریف لاتے ہیں تو وہ ننگی تلواروں کے سایہ میں چلتے ہیں۔ ان کے آگے پیچھے اور ان کے دائیں بائیں صدہا پولیس مین اور ملٹری ان کی حفاظت کے لئے تعینات ہوتی ہے۔ اس قسم کی سنگین مدافعتی تدابیر اختیار کئے بغیر ان کے لئے پنجاب کا دورہ کرنا ناممکن ہے۔ اگر مسٹر جناح خیال کرتے ہیں اور ان کا اعتقاد ہے کہ لاکھوں ہندوؤں اور مسلمانوں کا خون ان کی گردن پہ نہیں ہے یعنی ان کی پاکستانی

تحریک کے عملی شکل اختیار کرنے سے یہ سب کچھ ظہور میں نہیں آیا۔ تو انھیں ایک معصوم اور بے گناہ شخص کی طرح دورہ کر کے مسلمانوں اور ہندوؤں کو راہ راست پر لانے کے لئے مشرقی پنجاب میں اس طرح چکر لگانا چاہیئے جس طرح مہاتما گاندھی جی صلح و مصالحت کے مشن کی تکمیل کے لئے دورہ کرتے ہیں یا جیسے آنجہانی محمد علی اور شوکت علی عدم تعاون اور خلافت کی تحریک کے ایام میں مہاتما جی کے ساتھ ملک کا دورہ کیا کرتے تھے۔ ایسا کرنے سے ہندوؤں اور مسلمانوں کی کشیدگی دُور ہو جائے گی اور بہتر تعلقات کا قائم ہونا ممکن ہو گا لیکن یہ ایک بڑی ٹیڑھی کھیر ہے جس کو کوئی درویش سیرت بزرگ ہی پایۂ تکمیل تک پہونچا سکتا ہے۔ عام دنیا داروں کے بس کا یہ کام نہیں ہے۔ یہ کام کوئی مالک کا بھگت اور قوم کا عاشق ہی کر سکتا ہے۔
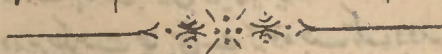
انگریزی حکمت عملی اور مُسلمانی تدبُّر

حقیقت یہ ہے کہ انگریز مسلمانوں کے اتنے ہی دوست ہیں جس قدر ہندوؤں کے ہیں۔ وہ جیسا موقع ہوتا ہے اس کے مطابق ہندوؤں اور مسلمانوں کو اپنا اوزار بنا کر ان سے کام لے لیتے ہیں۔ کسی وقت وہ ہندوؤں کو اپنا آلۂ کار بنا کر مسلمانوں کو کچل ڈالتے ہیں اور کبھی مسلمانوں کی امداد سے ہندوؤں کو نیچا دکھلاتے ہیں۔ یہ ان کی سیاسی چال ہے۔ اس لئے ہندوؤں کا انگریزوں کو اپنا دشمن تصور کرنا ایسی ہی غلطی ہے جیسا کہ مسلمانوں کو اپنا دشمن سمجھنا۔ چونکہ ہندو ہندوستان کی آبادی کا ۳/۴ ہیں اگر انگریز ہندوؤں کی طرفداری کریں تو وہ سمجھتے ہیں کہ ہندو طاقتور بن کر انھیں اور مسلمانوں کو نیچا دکھائیں گے۔ اس لئے وہ عموماً مسلمانوں کی طرفداری اور رعایت کرتے ہیں تاکہ طاقت کا توازن رہے

دوئم ہندو زیادہ بیدار مغز اور قوم پرست ہیں اور اپنے دیگر ہموطنوں کے مقابلہ زیادہ اعلیٰ کیریکٹر کے مالک ہیں۔ اس لئے دوسروں کے بالمقابل وہ انگریزوں کی چالوں، چالاکیوں کو زیادہ اچھی طرح بھانپ جاتے ہیں اور وہ ایسی آسانی سے بڑے عہدوں اور آسامیوں کے لالچ میں گرفتار نہیں ہوتے جس آسانی سے مسلمان شکار ہو جاتے ہیں۔ ہمیں ایک معتبر صاحب سے معلوم ہوا کہ جب انگلستان میں گول میز کانفرنس ہو رہی تھی تو انگریز شکاری نے اوّل ہندوؤں کے نمائندوں کے آگے دانہ ڈالا۔ جب انھوں نے اسے ٹھکرا دیا پھر مسلمانوں کے آگے پھینکا جنھوں نے اسے اٹھالیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گول میز کانفرنس کی واپسی پر فوراً مہاتما جی و دیگر لیڈران کانگریس کو جیل میں ٹھونس دیا گیا اور مسلمانوں کی امداد سے گورنمنٹ ہند کی مشین کو چلایا گیا۔

ہر قوم اور ہر حکومت چاہتی ہے کہ وہ جب تک دوسروں پر حکمرانی کر سکتی ہے حکومت کرے۔ اس لئے انگریزوں کی ہندوستان پر حکمرانی کرنے کی قدرتی خواہش تھی اور وہ اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے اپنے دل اور دماغ کی جملہ قوا سے کام لیتے تھے۔ اس لئے انگریزوں کا ہندوستان پر قبضہ اور اقتدار رکھنے کے لئے مسلمانوں کو اپنے ساتھ گانٹھنا قدرتی امر تھا کیونکہ کوئی قوم غیر قوم پر اس وقت تک حکومت نہیں کر سکتی جب تک اسے محکوم قوم میں سے ایک کافی حصہ تعاون یا شرکت عمل کرنے کے لئے دستیاب نہ ہو جائے۔ ہندو کافی بیدار ہو چکے تھے اور اس کام میں انگریزوں کی اعانت کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ مسلمان بھی اب کافی بیدار ہو گئے تھے۔ وہ بھی اپنا نفع نقصان سمجھنے لگے تھے۔ کانگریس کی سرگرمیوں اور قربانیوں نے جب انگریزوں کو مجبور کیا کہ وہ ہندوستان کو خود مختاری دیدیں تو انھوں نے ایک آخری شطرنج کی چال چلی۔ وہ یہ تھی کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں ہمیشہ کی پھوٹ ڈالنے اور رقابت کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے انھوں نے ملک کو ہندوستان اور پاکستان میں تقسیم

کر دیا اور تقسیم ایسی چالاکی اور حکمت سے کی کہ فریقین ہمیشہ کے لیئے آپس میں جوتی پیزار کرتے رہیں اور تنگ آکر اور مجبور ہو کر انگریزوں کو ملک کا دوبارہ انتظام کرنے اور عنان حکومت ہاتھ میں لینے کے لئے درخواست کریں۔ پاکستان نے تو وہ درخواست کر دی ہے یعنی پاکستان انگریزوں اور دیگر ڈومینین سے ملتجی ہوا ہے کہ اس کو ملک میں نظم ونسق قائم کرنے میں امداد کی جائے۔ وہ فرقہ دارانہ آتش جو پاکستان کے تمام صوبوں میں پھیل گئی ہے فرو کرنے میں قادر نہیں۔

مسلمان اتنے سادہ لوح نہیں تھے کہ وہ انگریزوں کی اس سازش کو جو انھوں نے ہندوستان کی تحریک آزادی کے کچلنے کے لیئے کی تھی نہ سمجھ سکتے اور اُن کے ساتھ خوشی سے مل جاتے۔ وہ انگریزوں کے ہتھکنڈوں کو بخوبی سمجھتے تھے۔ لہذا جب وہ انگریزوں کی اس سازش میں شریک ہوئے وہ دیدہ ودانستہ شامل ہوئے۔ وہ جانتے تھے کہ انگریزوں نے کچھ عرصہ کے بعد اس ملک سے بوریا بستر باندھ کر چلے جانا ہے اس لیئے ان کے جانے سے پیشتر جو کچھ وہ اپنے لیئے حاصل کر لیں نفع کا سودا ہے۔ یہ سچ ہے مسلمان اقلیت میں تھے لیکن اقلیت میں سکھ۔ عیسائی اور پارسی بھی تھے۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ کانگریس نے جو کانسٹی ٹیوشن (سیاسی دستور) بنایا ہے۔ اس میں تمام باشندگان ہند کے حقوق مساوی ہیں خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان لیکن انسانی فطرت میں خود غرضی کا عنصر بڑا غالب ہوتا ہے۔ اس لیئے اس خود غرضی کے جذبہ کے تحت وہ ہندوستان کی گورنمنٹ کی حلوہ پوری میں زیادہ سے زیادہ حصہ لینا چاہتے تھے۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ ہندوستان کے براعظم میں انکی اقلیت ہے اس لیئے ان کے لئے ہندوستان کا گورنر جنرل یا گورنر کے اختیارات کا مالک بن جانا ایسا آسان نہیں جیسا کہ پاکستان میں ممکن ہے۔ اس کے ساتھ انھیں یہ بھی علم تھا کہ وہ مقابلہ کے امتحان میں ہندوؤں، سکھوں اور پارسیوں کا قابلیت اور لیاقت میں مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس لیئے گورنمنٹ کی بڑی بڑی اسامیوں پر

غیر مسلم قبضہ کرلیں گے۔ اسی قسم کے چند اور خیالات بھی ان کے دل ودماغ پر حاوی تھے لیکن ان سب سے بڑھ کر انھیں برطانوی رجعت پسندوں کی پوری امداد واعانت حاصل تھی جو ہندوستانیوں کے درمیان پھوٹ اور نااتفاقی پیدا کرکے اپنا دوبارہ اقتدار حاصل کرنے پر کمر باندھے ہوئے تھے۔ مسٹر چرچل اور ان کے دوستوں سے جاکر پوچھو کہ ان کو ہندوستان کی خود مختاری کیسی پسند خاطر ہے۔ ہندوستان کے آزاد ہو جانے سے انھیں یہ محسوس ہوتا ہے گویا ان کا روٹی اور مکھن ہمیشہ کے لئے ان سے چھین لیا گیا ہے اور ان کی ایشیا۔ افریقہ اور دنیا کے دوسرے حصوں میں شاہنشاہیت ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گی۔ مسلم لیگ بھی ان کی اعانت اور امداد کے موقع کو غنیمت خیال کرتی تھی۔ اس لئے برطانوی رجعت پسندوں اور مسلم لیگ کے درمیان سمجھوتہ ہو گیا کہ لیگ کسی صورت میں پاکستان کے مطالبہ میں پیچھے نہ ہٹے اور وہ پاکستان لے کر رہے۔ کیونکہ تمام کنسرویٹو مدبّران کی پشت پر تھے۔

اکیلے انگریز ہندوستان کے محبان وطن کی آزادی یا خود مختاری کی تحریک کو کچل نہیں سکتے تھے۔ ہندوستان کے پچیس فیصدی مسلمان پچھتر فیصدی اکثریت کے خلاف پاکستان کا دعویٰ نہیں کر سکتے تھے کیونکہ تمام دنیا میں اکثریت کی حکمرانی ہوتی نیز انگلستان کے وزیر اعظم نے اعلان کر دیا تھا کہ قلت کو اکثریت کی ترقی میں مزاحم نہیں بننے دیا جائے گا۔ اب مسلم لیگ کے آگے اس کے سوائے کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ انگلستان کے رجعت پسندوں سے سازش کرکے جیسے تیسے پاکستان کو ایک مرتبہ حاصل کرلے۔ چنانچہ آخر کار لیگ کا یہ منصوبہ اس لئے کامیاب ہوا کہ برطانوی حکومت مسلسل عذرات اور بہانوں سے ہندوستان کی خود مختاری التوا میں ڈال رہی تھی اور مسلم لیگ نے ملک کے مختلف صوبوں میں فسادات اور کشت وخون کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ ملک کی فضا دن بدن مکدر ہو رہی تھی۔ آخر کار کانگریس نے بحالت مجبوری متحدہ ہندوستان کے بجائے

ہندوستان کی دو حصّوں میں تقسیم منظور کر لی۔ کیونکہ بیروکریسی مسلمانوں کو کشت وخون کرنے پر لگا تار شہہ دے رہی تھی اور اس مقصد کے حصول کے لئے وہ اپنے بنائے ہوئے قوانین اور دستور اساسی کو بھی توڑ رہی تھی۔ مدتی کا سندھ میں کانگریس پارٹی کی وزارت کا جس کو لیجسلیٹو میں اکثریت حاصل تھی توڑ دینا اور اس کی جگہ مسلم لیگ منسٹری قائم کرنے میں امداد کرنا اور پنجاب میں یونینسٹ منسٹری جس کو گذشتہ بیس پچیس سال سے اکثریت حاصل تھی۔ جنگلنز کا خضر حیات خاں کو مستعفی ہونے کے لئے مجبور کرنا ایسے واقعات ہیں جن کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا الغرض یہ تمام حالات تھے جن سے مجبور ہو کر کانگریس نے ہندوستان کی تقسیم منظور کر لی۔

جب چور اور کتیا دونوں مل جائیں تو مالک مکان کی حفاظت کا خدا ہی مالک ہے۔ برطانوی بیروکریسی جس کا کام ہندوستانیوں کی جان ومال کی حفاظت تھا بالکل مفلوج ہو گئی یا اس نے اپنے فرائض منصبی کی سرانجام دہی سے انکار کر دیا گذشتہ سال ضلع راولپنڈی کے صدہا گاؤں اور شہر راولپنڈی میں کیا کیا گل کھلے اور کلکتہ اور نواکھلی میں مسلم لیگ نے کیسا اُدھم مچایا اور کسقدر قتل عام کیا اور لوٹ مار کی جو بیان سے باہر ہے۔ لیکن بیروکریسی بالکل بے دست وپا تھی اُس نے ملک کی بدامنی یا کشت وخون کے انسداد کے متعلق کوئی پختہ اور سنگین کارروائی نہیں کی جس سے مسلم لیگ کے اور بھی حوصلے بڑھ گئے اور اس نے علانیہ ملک کے نظم ونسق اور امن وامان کو پاؤں تلے روند دیا۔

لیکن مسلم لیگ اپنے اصلی رنگ میں اس وقت نظر آئی۔ جب ۱۶ اگست ۱۹۴۷ء کو تقسیم پنجاب اور تقسیم بنگال کا معاملہ طے ہو گیا کیونکہ اب اس کو سیاہ وسفید کرنے کے مکمل اختیارات حاصل ہو گئے تھے۔ چنانچہ اب اس نے اپنے دلی جذبات جن کو اس وقت تک کسی مصلحت سے اُس نے چھپا رکھا تھا لیکن جن کی تکمیل کے لئے گذشتہ کئی سالوں سے تیاریاں ہو رہی تھیں تمام ملک میں

عملی شکل دینا شروع کر دیا۔ چنانچہ اپنے مقصد کے حصول کے لئے لیگ نے پہلا کام
یہ کیا کہ اسلحہ کا موجودہ قانون منسوخ کر دیا اور تمام غیر مسلموں کے لائسنس اور
ہتھیار ضبط کر لیئے۔ اب گلیوں اور بازاروں میں بلا روک ٹوک مسلمان تلواروں
چھروں۔ کلہاڑیوں سے مسلح گھومنے لگے اور ہندوؤں اور سکھوں کی لوٹ مار
اور ان کا قتل عام شروع کر دیا۔ یہ مسلم لیگ کے پاکستان کی عملی تکمیل تھی۔
چنانچہ پاکستان اور ہندوستان کی تقسیم ہوتے ہی ضلع گوجرانوالہ۔ گجرات۔ جہلم
راولپنڈی۔ سرگودھا۔ راولپنڈی۔ کیمبل پور۔ ہری پورہ۔ ہزارہ۔ لائل پور۔
شیخوپورہ۔ جھنگ۔ مگھیانہ۔ منٹگمری میں ہندوؤں کی جائدادوں کو لوٹنے
ان کے کارخانوں پر قبضہ کرنے۔ ان کا قتل عام کرنے کے وقوعات ظہور میں آئے
اور یہ تمام بدکرداریاں اکیلے مسلم عوام نے نہیں کی اور نہ مسلم عوام ان بدکرداریوں کے کرنے
کی جرأت کر سکتے تھے بلکہ ان کی پشت پر مسلم نیشنل گارڈ۔ مسلم پولیس اور مسلم ملٹری تھی
ان تمام نے ملکر ہندوؤں اور سکھوں کی تباہی اور بربادی میں حصہ لیا۔ چنانچہ اس
کشت وخون اور قتل عام ولوٹ کھسوٹ سے مجبور ہو کر لاکھوں ہندو اور سکھ جن کی
کروڑوں اور اربوں روپیہ کی جائیدادیں مغربی پنجاب میں تھیں بعض تھوڑی بہت
نقدی لے کر اور اکثر خالی ہاتھ ہندوستان اور مشرقی پنجاب میں پناہ لینے
کے لئے بھاگ نکلے۔ یہ مختصر سی کیفیت ہے جس سے ہندوؤں اور سکھوں کی
مصیبت اور درگتی کا قدرے اندازہ ہو سکتا ہے۔

مہاپرشوں کی تعلیم وتلقین کا سمجھنا بڑا مشکل ہے

ہم نے اوپر لکھا ہے کہ مسلمانوں نے حضرت محمدؐ صاحب کو نہیں سمجھا۔ کیا یہودیوں نے حضرت موسیٰ کو سمجھا تھا۔ کیا انھوں نے حضرت مسیح کو جو یہودی تھے اور یہودیوں کے خیرخواہ اور ہتکاری تھے سمجھا تھا۔ کیا راون اور دیگر ہمعصر قبائل نے رامچندر جی کو سمجھا تھا؟ کیا کنس۔ پوتنا۔ جراسندھ اور کوروؤں نے شری کرشن جی مہاراج کو سمجھا تھا۔ کیا لیگی مسلمان۔ سبھائی ہندو اور سکھ مہاتما گاندھی جی کے ستیہ اہنسا کے اعلیٰ اصولوں کی قدر کر سکتے ہیں؟ اس کا جواب نفی میں ہے۔ پشاور سے آگرہ تک ۹۰ فیصدی ہندو خاص کر اہل پنجاب مہاتما جی کے عدم تشدد اور ان کی حد سے زیادہ نرمی کی حکمت عملی جس کو وہ پرلے درجہ کی کوتاہ اندیشی خودکشی کی حکمت عملی سے منسوب کرتے ہیں اور جس کی وجہ سے وہ سخت ناراض اور برہم ہیں اور وہ ہر روز انھیں صلواتیں سناتے ہیں کہ مہاتما گاندھی جی نے ہندوؤں کا بیڑا غرق کر دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ کانگریس کی غلط حکمت عملی کا نتیجہ ہے کہ مغربی پنجاب میں لاکھوں ہندوؤں اور سکھوں کو نہایت بے رحمی اور بیدردی سے قتل کر دیا گیا وہ کہتے ہیں کہ اگر بہاریوں کو روکا نہ جاتا تو وہ مسلمانوں کو ناقابل فراموش سبق سکھا دیتے۔ تو مغربی پنجاب اور سرحد میں ہندوؤں کی اربوں کی جائیداد غضب نہ کرلی جاتی۔ سچ یہ ہے کہ جب انسان کسی ناقابل برداشت مصیبت اور ظلم وستم کا شکار بن جاتا ہے وہ علت اور معلول (کارن اور کاریہ) کے سمبندھ کو درستی سے نہیں سمجھ سکتا اور جو اس کے منہ میں آتا ہے کہہ دیتا ہے۔ وہ کہتے ہیں جو سلوک مغربی پنجاب کی ملٹری مغربی پنجاب کی پولیس اور مسلم نیشنل گارڈ اور مسلم عوام نے ہندوؤں سے کیا تھا وہی سلوک مشرقی پنجاب کی ملٹری

مشرقی پنجاب کی پولیس اور مشرقی پنجاب کے مسلمان باشندوں سے کر سکتے تھے
اور وہ اینٹ کا جواب پتھر سے دے کر اپنا کلیجہ ٹھنڈا کر لیتے۔ لیکن جب ہندو
انتقام لینے کا ارادہ کرتے ہیں یا انتقام لینے پر آمادہ ہوتے ہیں تو مہاتما جی
جھٹ وہاں پہونچکر ہندوؤں کو عدم تشدد کا اپدیش دینا شروع کر دیتے
ہیں اور جب وہ ان کی بات نہیں سنتے۔ وہ فاقہ کشی کا برت دھارن کر لیتے
ہیں اور کانگریس گورنمنٹ ہندو عوام کو پولیس کی گولیوں۔ ہوائی جہازوں
کے بم اور مشین گنوں سے بھون دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں مغربی پنجاب میں ہندو
وسکھوں کا قتل عام کیا گیا۔ ان کا مال دولت لوٹ لیا گیا۔ ان سے کہا گیا شہر خالی کر دو
ورنہ تم کو ہلاک کر دیا جائے گا۔ جب وہ اپنے مکانات چھوڑ کر گلیوں و بازاروں میں
پہونچے انھیں گولی کا نشانہ بنا دیا گیا۔ ان میں سے جنھوں نے بھاگ کر اسٹیشن پر
پناہ لی انھیں اسٹیشن پر قتل کر دیا گیا۔ جو لوگ گاڑیوں پر بڑی بڑی رشوتیں دیکر
بیٹھ گئے۔ انھیں اسٹیشن سے دو میل کے فاصلہ پر جنگل میں گاڑی روک کر تہ تیغ کر دیا
گیا۔ ان کا تمام مال و اسباب چھین لیا گیا اور جب وہ مشرقی پنجاب میں پہونچے
ان کے پاس پانی پینے کے لئے گلاس تک نہ تھا۔ ان سے روٹیاں چھین لی گئیں چنانچہ
ان کے بچوں کی بڑی تعداد راستہ میں بھوک و پیاس سے مر گئی۔

الغرض ظلم و ستم کی یہ داستان ناقابل بیان ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم مشرقی پنجاب
میں مسلمانوں کو اس ظلم و ستم کی قرار واقعی سزا دے سکتے تھے لیکن کانگریس گورنمنٹ نے
ہمیں نہتا اور اپاہج کر دیا۔ جبکہ مغربی پنجاب میں ہر شخص بندوق، تلوار، پستول اور بم
رکھ سکتا ہے لیکن مشرقی پنجاب میں ہتھیار رکھنا جرم ہے اور دہلی میں سکھوں سے کرپانیں
تک چھین لی گئیں اور فقط نو انچ کرپان رکھنے کی اجازت دی گئی۔ یہ گورنمنٹ
ہماری خیر خواہ نہیں جو مفسد و باغیوں کو پناہ دیتی ہے جنھوں نے دہلی کے دارالسلطنت
کو زمین کے ساتھ ہموار کر دینے کے منصوبے باندھے تھے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ مشرقی
پنجاب سے رخصت ہوتے ہوئے مسلمان اپنے ساتھ انڈے، مرغیاں، بھیڑ بکریاں

اور گدھے تک لے جاتے ہیں لیکن مغربی پنجاب کے ہندوؤں کو اول زندہ واپس ہی نہیں آنے دیا جاتا اور جو آتا بھی ہے اس سے تمام مال و زر چھین لیا جاتا ہے مرد اور عورتوں کی بری طرح تلاشی لی جاتی ہے۔ اگرچہ دونوں گورنمنٹوں کے وزیراعظم آپس میں معاہدہ کرتے ہیں کہ کسی ریفوجی کی ہجرت کرتے وقت تلاشی نہیں لی جائے گی۔ لیکن اس معاہدے کی تعمیل مغربی پنجاب میں ہرگز نہیں کی جاتی اور مشرقی پنجاب میں اس پر پورے طور پر عمل کیا جاتا ہے۔ القصہ یہ ایسی پر درد اور رلانے والی داستان ہے جس سے سنگدل سے سنگدل انسانوں کے کلیجے بھی پاش پاش ہو جاتے ہیں۔

پاکستانی سکیم کے محرکوں کا گناہِ عظیم

لاکھوں ہندوؤں، سکھوں اور مسلمانوں کا خون جنھوں نے مغربی پنجاب سے مشرقی پنجاب اور مشرقی پنجاب سے مغربی پنجاب میں ہجرت کی ہے پاکستانی سکیم کے معماروں کی گردنوں پر ہے۔ یہ سکیم انتہائی فتنہ، فساد، نفرت و کدورت کے جذبات سے پُر تھی یعنی اس کے زیر اثر لاکھوں گھرانے ویران اور برباد ہو گئے اس غلطی کو اب مسلمان محسوس کر رہے ہیں۔ ہم نے اخبار "مدینہ" کا مضمون پڑھا کہ یہ پاکستان نہیں بن رہا بلکہ قبرستان بن رہا ہے۔ اخبار "حقیقت" کا ایڈیٹر بھی اسی قسم کے جذبات کا اظہار کر رہا ہے۔ یو۔پی اور بہار کے ایم۔ایل۔اے اب پاکستان کی سکیم کی بڑے زور سے مذمت اور برائی کر رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کی ابتدا میں ہی اس کے متعلق یہی رائے تھی۔ آج سے کئی سال پیشتر جب مہاتما گاندھی جی اور کانگرس کے لیڈر اس سکیم کے شر انگیز نتائج کو نگاہ میں رکھ کر اسکو منظور نہیں کرتے تھے اور اس کی مخالفت کرتے تھے تو مسلم لیگی انھیں تنگ دل اور

مسلم مفاد کا دشمن قرار دے کر مسلم عوام کو ان کے خلاف بھڑکاتے تھے۔ لیکن ایک دور اندیش شخص قبل از وقت ہر فعل اور قول کا نتیجہ اخذ کر کے ایسا عمل اختیار کرتا ہے جس سے بعد میں پچھتانا یا پشیمان نہ ہونا پڑے۔ لیکن اب مسلم لیگ کے لیڈروں کا افسوس کرنا بالکل بے مصرف اور رائیگاں ہے۔ بہار۔ اڑیسہ اور یو۔ پی کے مسلم لیڈران کا اب پاکستانی سکیم کے خوفناک اور خطرناک نتائج دیکھ کر کف افسوس ملنا کیا معنی رکھتا ہے۔ خدا نے انسان کو اس لئے زمین پر بھیجا ہے کہ وہ اپنی عبادت ریاضت اور نفس کشی سے وصل خدا حاصل کر سکے۔ لیکن وصل خدا درندوں اور خونخوار حیوانوں کے لئے قطعی ناممکن ہے اور وہ انسان جو انسان سے محبت نہیں کرتا اور اپنے ہمجنسوں سے نفرت اور بغض رکھتا ہے درندہ یا خونخوار جنگلی جانور ہے۔ لیگ کے پروپیگنڈا نے انسانوں کو درندوں میں تبدیل کر دیا ہے اور ہندو مسلمانوں کے باہمی تعلقات کو نہایت تلخ و ترش بنا دیا۔ اس سچائی کی تصدیق کرنے کی قطعی ضرورت نہیں۔ کیونکہ گذشتہ ایک سال کے عرصہ میں لیگ کی سرگرمیوں نے جس کا افتتاح گذشتہ سال ۱۶ اگست ۱۹۴۶ء میں اول کلکتہ اور بعدہ مشرقی بنگال اور ضلع راولپنڈی کے دیہات اور شہر راولپنڈی میں ہوا روز روشن کی طرح عیاں و ظاہر کر دیا۔

لیکن اس سال کے پنجاب کے واقعات جن کی ابتدا آج سے کئی ماہ پہلے ہوئی اور جن کی انتہا اس دن ہوئی جب مسلم لیگ کو پاکستانی زمین پر حکمرانی کے مکمل اختیارات حاصل ہو گئے اس دن مسلم لیگ اپنے اصلی رنگ میں آ گئی۔ اس نے اپنے اوپر سے بھیڑ کا لباس اُتار پھینکا اور اندر سے بھیڑیا نکل آیا جس کا کام ہی بھیڑ بکریوں کو ہلاک کرنا ہوتا ہے۔

ہم نے ہندوستان کی تاریخ کا غور سے مطالعہ کیا ہے۔ ہماری یہ رائے ہے کہ امن کے زمانہ میں نہ ہی مسلمانوں، نہ ہی مرہٹوں اور نہ ہی سکھوں کے راج میں مغربی پنجاب کی قسم کے قتل عام اور کشت و خون اور لوٹ مار کے سانحات ظہور میں آئے۔

کبھی مسلمان بادشاہوں نے جب ان کا ہندوستان میں تسلط ہو گیا کسی ہندو کو محض اسلئے قتل نہیں کیا کہ اس کا تعلق ہندو مذہب سے تھا اور نہ ہی مرہٹوں اور سکھوں نے کسی مسلمان کو محض اس کے مسلمان ہونے کی وجہ سے اس کو پھانسی پر لٹکا دیا تھا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دربار میں دیوان عزیز بخش اور چند اور وزیر مسلمان تھے۔ اکبر کے دربار میں متعدد ہندو جرنیل اور وزیر تھے جنھیں بادشاہ کا کامل اعتماد حاصل تھا اور ان سرداروں نے اپنی آخری سانس تک بادشاہ سے وفاداری کا عہد نبھایا لیکن مسٹر جناح اور ان کے رفقاء کی شر انگیز تحریک و تبلیغ تھی جس نے اول مسلمانوں کو درندہ خصلت بنا دیا۔ انھوں نے لاکھوں ہندوؤں اور سکھوں کو محض اس جرم میں مبتلا ہونے کی وجہ سے قتل کر ڈالا کہ وہ ہندو اور سکھ تھے اور محض اس وجہ سے ان کی اراضیات پر قبضہ کر لیا۔ ان کی دوکانات چھین لیں۔ ان کے مکانات سے انھیں نکال باہر کیا کہ وہ ہندو اور سکھ تھے۔ اس قسم کے ظلم و ستم تاریخ میں کبھی پڑھنے میں نہیں آئے۔ کہتے ہیں کہ جو شخص ایک آدمی کو قتل کرتا ہے وہ جہنمی قرار دیا جاتا ہے کیونکہ اس نے اشرف المخلوقات کو اس کی زندگی سے محروم کیا ہے جو شخص ایک آدمی کو لوٹ لیتا ہے یا جو شخص ایک آدمی کو بھی جانی یا مالی نقصان پہنچاتا ہے وہ بھی ویسا ہی گنہگار تصور کیا جاتا ہے لیکن جس شخص یا جن اشخاص کی تبلیغ یا وعظ سے لاکھوں آدمی لاکھوں آدمیوں کو قتل کر دیتے ہیں اور ان پر ہزار ہا ظلم اب ڈھاتے ہیں وہ شخص خدا کی نظروں میں کتنا گناہگار ہو گا؟

ہم نے قرآن مجید اور اس کی تفسیروں کا مطالعہ کیا ہے۔ ہم نے یہ کہیں نہیں پڑھا کہ مسلمانوں کو معصوم و بےگناہ غیر مسلمانوں کا قتل عام کر دینا چاہیئے اور ان کا مال و متاع لوٹ لینا چاہیئے۔ اگر قرآن مجید کی یہی تعلیم ہوتی تو مہاتما گاندھی جی دنیا میں آخری شخص ہوتے جو اپنی پرارتھناؤں میں بھگوت گیتا کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کی اجازت دیتے۔ ان لوگوں کے جرائم اور گناہوں کا قدرے اندازہ ہو سکتا ہے جنھوں نے بے ضرر اور جاہل مسلمانوں کو ایسا بھڑکایا اور اشتعال دلا کر

وہ انسان سے درندہ بن گئے اور وہ اپنے ہمجنسوں سے ایسے پیش آئے جیسے ایک شیر دوسرے جانور سے پیش آتا ہے لیکن اس مکروہ پروپیگنڈا کی سزا مسلم لیگ کے لیڈران اور مسلم عوام کو اٹھانی ہوگی۔ یہ قدرت کا نیم یا قانون ہے جو اٹل ہے اور ضرور اپنا کام کرے گا۔

انسان کی فطرت دو رخے کام نہیں کرتی بلکہ ایک رخی ہے۔ جو شخص شیطانی فطرت یا سبھاؤ کا ہے وہ تمام دنیا کے ساتھ مثل شیطان کے برتاؤ اور بیوہار کرتا ہے اور جو شخص فرشتہ ہے اس کا سلوک سب کے ساتھ فرشتوں کا سا ہوتا ہے۔ اگر مسلمان اپنے آپ کو اس قدر گرا دیتے ہیں اور اس قدر اخلاقی تنزل کے گڈھے میں گر جاتے ہیں کہ وہ ہندوؤں اور سکھوں سے دشمنوں کا سا برتاؤ کرتے ہیں تو وہ دن دور نہیں ہوگا جب وہ اپنے ہم مذہب لوگوں سے بھی یہی برتاؤ کریں گے۔ چنانچہ اگر مہاتما جی اور کانگریسی لیڈر ہندوؤں اور سکھوں کو منع کرتے ہیں کہ وہ مغربی پنجاب کے کشت و خون کا ہرگز انتقام نہ لیں تو اس کی تہ میں بھی یہ اصول کام کرتا ہے کہ اگر ہندو اور سکھ ایک مرتبہ انسانیت سے گر کر درندہ خصلت ہو گئے تو اُن کا آپس میں برتاؤ درندوں والا ہو جائے گا اس لئے ہندوؤں کے انتقام لینے سے جو نقصان مسلمانوں کا ہوگا اس سے بدرجہا زیادہ نقصان خود ہندوؤں اور سکھوں کا ہوگا اس سلئے وہ ہندوؤں اور سکھوں کو انتقامی کارروائی سے منع کرتے ہیں۔ مسلم لیگ کے مکروہ پروپیگنڈہ سے ہندوؤں کے جان و مال کا جو نقصان ہوا وہ ناقابل بیان ہے لیکن اس سے بڑھ کر مسلمانوں کا نقصان ہوا ہے جو اس وقت لوگوں کو نظر نہیں آتا۔ لیکن ایک دن آئے گا جب ہندوؤں اور مسلمانوں کو اس کا صحیح صحیح علم ہو جائے گا۔ قاتل قتل کر کے خوش ہوتا ہے لیکن اس کو اس دنیا میں اس کی جو سزا ملے گی اور آخرت میں اس کا جو حشر ہوگا وہ یہ نہیں جانتا اسی طرح مسلم لیگیوں کو اپنے گناہ عظیم کا علم نہیں۔

ہندوستان کے مسلمانوں کا گورنمنٹ ہند کیجانب فرض

ہندوستان کے مسلمانوں کی یہ خواہش ہے اور وہ اپنا حق سمجھتے ہیں کہ انھیں ہندوستان کی زمین میں وہ تمام حقوق اور مراعات حاصل ہوں جو ہندوستان کے ہندوؤں کو حاصل ہیں۔ ہماری رائے میں ان کا ایسا خیال کرنا بالکل درست اور جائز ہے کیونکہ وہ ہندوستان کے شہری ہیں اور انھیں ہندوستانیوں کے جملہ حقوق حاصل ہونے چاہئیں اور انھیں ہندوستانیوں کے جملہ حقوق حاصل ہیں۔ یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ حقوق اور مراعات ہمیشہ فرائض کی ادائیگی کے بالعوض تسلیم کئے جاتے ہیں۔ مثلاً ہر شہری سے امید کی جاتی ہے کہ وہ اپنی گورنمنٹ اور قوم کا وفادار ممبر اور رعیت ہو۔ اگر مسلمان کسی وجہ سے یہ شرط پوری نہ کریں یا یہ شرط پورا کرنے سے پس وپیش کریں یعنی وہ ہندوستان سے غداری۔ نمک حرامی یا بغاوت کریں تو وہ نہ صرف کسی رعایت یا حق کے مستحق نہیں رہتے جو بہ حیثیت ہندوستانی شہری انھیں حاصل ہیں بلکہ وہ اپنی ان بداعمالیوں کے لیئے اس سلوک کے مستحق ہو جاتے ہیں جو کسی حکومت کو اپنے باغیوں۔ غداروں اور نمکحرام جاسوسوں سے کرنا پڑتا ہے۔ اگر کوئی ہندو اسی قسم کے جرم کا مرتکب ہوتا ہے تو اس کو بھی یہی سزا دی جائے گی۔ کیونکہ باغیوں۔ غداروں اور نمک حراموں کے خلاف اس قسم کی قانونی کارروائی کئے بغیر کوئی حکومت چل نہیں سکتی۔ جبلپور۔ دہلی۔ آگرہ اور دیگر بیسوں مقامات پر مسلمانوں کے قبضہ سے آتشی اسلحہ و دیگر اسلحہ کا برآمد ہونا اور بعض مقامات میں حکومت کے خلاف جنگ کرنا ایسی حرکات ہیں جن کی پاداش میں اگر انھیں گولی سے ہلاک کیا جائے تو مہذب ممالک کے قانون کی رو سے درست اور جائز کارروائی ہے۔ اگر ایسے لوگ گورنمنٹ ہند سے توقع کریں کہ انھیں وفادار اور امن پسند لوگوں کی جملہ مراعات و حقوق سے مستفیض ہونے دیا جائے تو ہماری

رائے میں ان کا یہ مطالبہ مبنی بر حق نہیں اور دنیا کی کوئی گورنمنٹ اس قسم
کا مطالبہ منظور نہیں کرے گی۔

جیسے ایک والد اپنے گستاخ۔ ناخلف اور بدمعاش لڑکے کو اپنے گھر
میں رکھنا پسند نہیں کرتا اور وہ اس کو تمام آرام و آسائش اور سہولتیں مہیا کرنا نہیں چاہتا
جو اس کے دیگر سعادتمند۔ فرمانبردار اور نیک چلن لڑکے حاصل کرتے ہیں۔ ایسے
ہی وفادار۔ امن پسند اور محبان وطن شہریوں کے جو حقوق ہیں وہ حقوق
بے وفا۔ باغی اور غداروں کے نہیں ہو سکتے خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان۔

لہذا ہم اپنے تمام مسلمان دوستوں اور ہموطنوں کو جو ہندوستان میں قیام
کرتے اور جنھوں نے ہندوستان کو اپنا وطن بنا لیا ہے مشورہ دیں گے کہ وہ
ہندوؤں کی طرح گورنمنٹ وقت کے وفادار رہیں۔ بلکہ ہندوؤں سے بڑھ کر
اپنے وطن کو غیروں کے حملوں سے بچانے کے لئے تن من دھن سے امداد
کریں اور جہاں ہندوستان کی آزادی قائم رکھنے کا سوال آجائے۔ وہاں وہ
ہندوؤں کے پیش پیش میدان عمل میں اپنی جانیں قربان کردیں تاکہ ہندوستانی
مدبران اور ہندوستان کے شہریوں کو خواب میں بھی یہ خیال پیدا نہ ہو کہ وہ مسلمانوں
کو ہندوستان میں پناہ دیکر مار آستین کو پناہ دے رہے ہیں۔ خدا نہ کرے کہ
اگر کل ہندوستان اور پاکستان کے درمیان جنگ شروع ہو جائے۔ تو
ہندوستان کے مسلمان بتائیں کہ وہ ایسے موقع پہ کیا کارروائی عمل میں لائینگے
کیا ہندوستان کی طرفداری کریں گے یا وہ پاکستان کی طرف سے لڑیں گے ہماری
رائے یہ ہے کہ اگر انھوں نے جنگ شروع ہونے کے بعد ہندوستان سے
بیوفائی اور غداری کرنی ہے تو انھیں ابھی پاکستان کی راہ لے لینی چاہیئے تاکہ
غداری اور بیوفائی کا ناپاک دھبہ ان کی پیشانی پر چسپاں نہ ہو جائے۔ یہ طرز
عمل ایماندار آدمیوں کا ہوگا۔ اس میں کوئی برائی اور ہرج نہیں لیکن ایک دفعہ
ہندوستان کے حق میں حلف وفاداری لے کر اس کو توڑنا اخلاقی جرم ہے

جوانسان اور خدا کی نظروں میں معیوب ہے۔

مسلم لیگ کے ممبران اور ان کے حامیوں نے جو کرتوتیں گورنمنٹ ہند اور ہندوؤں کے خلاف گذشتہ سال اور اس سال کی ہیں ان سے بجا طور پر اندیشہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ پھر بھی اسی قسم کے افعال کے مرتکب ہوں۔ اب ہندوستان اور پاکستان دو حصوں میں تقسیم ہو چکا ہے۔ آج تک ہر شخص کا حق تھا کہ وہ ہندوستان یا پاکستان کا شہری رہے۔ وہ ہندوستان میں سکونت اختیار کرے یا پاکستان میں لیکن جب کسی شخص نے ایک مرتبہ ہندوستان یا پاکستان میں اپنی مستقل سکونت اختیار کر لی اب اس شخص کا کوئی حق نہیں ہے کہ وہ اپنے وطن یا اسکی گورنمنٹ سے بیوفائی یا غداری کرے۔ اگر اب وہ ایسا کرتا ہے تو اس کے ساتھ باغیوں اور غداروں کا سا سلوک ہونا چاہیئے تاکہ دوسرے لوگوں کو عبرت اور تنبیہ ہو کہ وہ غلط راستہ اختیار نہ کریں۔

ایک امر اس وقت جو ہم گورنمنٹ ہند کی خدمت میں عرض کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ چونکہ قریباً ۹۵ فیصدی مسلمانوں نے لیگ کی تحریک میں حصّہ لیا تھا اور اب ان لوگوں کا کثیر حصّہ ہندوستان میں سکونت اختیار کرنا چاہتا ہے اس لئے ان لوگوں سے حلف لیا جائے کہ وہ اب بہ حیثیت شہری ہندوستان کی گورنمنٹ کی وفادار رعیت رہیں گے اور وہ ان تمام فرائض کو بخوشی انجام دیں گے جو کسی ملک یا گورنمنٹ کی وفادار رعیت کے لئے لازمی ہیں۔ چنانچہ جو لوگ یہ حلف لیں انھیں ہی شہریوں کے جملہ حقوق اور مراعات عطا کی جائیں تاکہ دوبارہ فتنہ اور فساد کا اندیشہ نہ رہے لیکن اگر ان لوگوں کے وفاداری کا حلف لینے کے باوجود یہ اپنے حلف وفاداری سے منحرف ہو جائیں۔ تو ان سے ایسا سلوک کیا جائے جو تمام مہذب ممالک میں باغیوں اور غداروں سے کیا جاتا ہے۔

ہندوستانی ریاستوں کا تحفظ گورنمنٹ کا فرض ہے

اس وقت ہم ایک دوسرے امر کی جانب

بھی گورنمنٹ ہند اور ہندوستانی عوام کی توجہ مبذول کرانا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ کیونکہ اس سے مزید فتنہ و فساد ہونے کا اندیشہ ہے جس سے ممکن نہیں کہ پھر لاکھوں زندگیاں تلف ہو جائیں جیسے کہ پہلے ہی پنجاب میں تلف ہو چکی ہیں۔ وہ امر ہندوستان کی ریاستوں کا قضیہ ہے۔ ریاست جوناگڈھ نے جو ہندوستانی جغرافیائی رقبہ میں آتی ہے اپنا الحاق پاکستان سے کر دیا ہے۔ جوناگڈھ ریاست کی سرگرمیوں میں پاکستانی گورنمنٹ اور پاکستانی وزرا کا ہاتھ ہے۔ یہ امر اخبار بین حضرات سے مخفی نہیں۔ نیز ریاست جوناگڈھ ہندوستانی ریاستوں اور جاگیرداروں کے معاملات میں مداخلت بیجا کر رہی ہے جس سے کاٹھیاواڑ کی ریاستوں میں بڑا ہیجان پھیل گیا ہے لیکن ابھی تک گورنمنٹ ہند نے اس معاملہ کی اصلاح کے لئے کوئی موثر قدم نہیں اٹھایا جس سے باغیوں اور قانون شکنوں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ اور امن پسند وفاداروں کی دل شکنی اور مایوسی۔ ریاست حیدرآباد نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا ہے۔ ہم نہیں جانتے اس کی تہ میں برطانوی رجعت پسند ہیں یا پاکستانی گورنمنٹ۔ ہماری رائے ہے کہ گورنمنٹ ہند کو ریاست حیدرآباد کو صحیح راستہ دکھانا چاہیئے۔ اگر حالات موجودہ میں گورنمنٹ ہند اس سے جواب طلب نہیں کر سکتی تو اس معاملہ کو کچھ عرصہ کے لئے ملتوی کر دینا چاہیئے اور مناسب وقت آنے پر اس کی اصلاح کر دینی چاہیئے۔ ریاست کشمیر کے متعلق ہم نے شیخ محمد عبداللہ کا بیان اخبار میں پڑھا ہے۔ شیخ صاحب کہتے ہیں کہ ان کے دل میں مہاتما جی کے لئے بڑی شردھا یا عزت ہے اور پنڈت نہرو جی ان کے بڑے دوست ہیں۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ دو قوموں کی تھیوری میں اعتقاد نہیں رکھتے اور پاکستان اور ہندوستان کی تقسیم بڑی بھاری غلطی تھی جس نے لاکھوں ہندوؤں اور مسلمانوں کو تباہ کر دیا اور جس سے فریقین کے دل میں باہمی بغض اور کدورت کے جذبات پیدا ہو گئے ہیں اور وہ ہندوستان کی ترقی اور عروج کے لئے متحدہ ہندوستان کا ہونا ضروری خیال کرتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ہندوستان کی تقسیم کا سوال کس نے پیدا کیا تھا۔ اس کا

---

[1] یہ مضمون اسوقت لکھا گیا تھا جب جوناگڈھ پاکستان میں شامل ہوا تھا۔

جواب بالکل صاف ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ اس تمام کارروائی میں مسٹر جناح
اور ان کے رفقا مسلم لیگیوں کا ہاتھ ہے یا اس کی تہ میں انگلستان کے رجعت پسند
اصحاب مثل میسرز چرچل اینڈ کمپنی ہیں۔ اگر اس تمام بیان کے شائع کرنے کے بعد
آپ اہل کشمیر کو یہ مشورہ دیں (ہم نہیں جانتے وہ کیا مشورہ دیں گے۔ مصنف) کہ
کشمیر کو پاکستان سے مل جانا چاہیئے تو ہماری رائے میں شیخ عبداللہ صاحب کی حالت
اس شخص کے مطابق ہے۔ جو شراب نوشی کے نقصانات کے متعلق ایک فصیح و بلیغ
تقریر کرنے کے بعد ہوٹل میں جاکر شراب پیتا ہے۔ مسٹر عبداللہ صاحب پکّے قوم پرست
ہیں اور مسٹر جناح فرقہ پرستوں کے سردار۔ اگر شیخ صاحب مسٹر جناح کے گروہ میں
جا ملے تو ان کی وہی کیفیت ہوگی جو ان اشیاء کی ہوتی ہے جن کو نمک کی کان
میں ڈال دیا جاتا ہے کیونکہ نمک کی کان میں گر کر ہر شے نمک بن جاتی ہے اور
اس شے کا اپنا جوہر یا قابلیت ختم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح مسٹر جناح کی صحبت
سے شیخ عبداللہ صاحب کی قوم پرستی کی اسپرٹ اور محب الوطنی ہمیشہ کے لئے پر
لگا کر غائب ہو جائے گی۔ کوئل کوئلوں کے درمیان زینت حاصل کرتی ہے
اور کوّا کوؤں کے بیچ۔ کبوتر کبوتروں کی مجلس میں بیٹھتا ہے۔ باز بازوں کے
ساتھ۔ ہم نہیں قیاس کر سکتے کہ شیخ عبداللہ صاحب اور مسٹر محمد علی جناح کا
کیسے میل ہو سکتا ہے۔ گیتا میں بھی یہی سچائی بڑے خوبصورت الفاظ میں بیان
کی گئی ہے یعنی انسان کا اپنا دھرم خواہ وہ ادنیٰ ہی ہو دوسرے کے اعلیٰ دھرم سے
بہتر ہے کیونکہ انسان کو اپنے دھرم کے اوپر چلنے میں جو خوشی اور راحت ہوتی ہے
وہ دوسرے کے دھرم کے پالن کرنے میں نہیں ہوتی۔ مسٹر عبداللہ ساری عمر ہندو
مسلم اتحاد کی تبلیغ کرتے رہے لیکن آخری عمر میں پہنچ کر اگر انھوں نے اپنا پینترا
بدل لیا اور اس کی جگہ مسلم لیگی نصب العین اور مسلم لیگی پروپیگنڈا کے حامی بن
گئے اور کشمیر سٹیٹ کو پاکستانی ریاست کا جزو بنا دیا تو وہ غالباً اپنی تمام زندگی کے
کام کو دریا برد کر دیں گے اور کشمیر کو ان تمام مصائب اور نوائب کا شکار ہونا پڑیگا جو

لے ان کا موجودہ مشورہ صحیح ہے۔

کہ لیگی نصب العین کے تحت ممکن ہیں اور جس کا مرقع مغربی پنجاب نے دنیا کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ ہماری رائے ہے کہ اگر کشمیر پاکستان میں شامل کر لیا گیا تو کشمیر کے ہندوؤں اور کشمیر کے راجہ کی وہی حالت ہو گی جو کہ مغربی پنجاب کے بڑے بڑے زمینداروں، ساہوکاروں اور مالکان کارخانہ جات کی ہوئی اور جو وہاں کے ہندو کاشتکاروں کی ہوئی ہے۔ ان حالات میں گورنمنٹ ہند کا فرض ہے کہ وہ اپنی جانب سے پوری کوشش کرے کہ کشمیر کی ریاست کسی صورت میں مسلم لیگ کے چنگل میں نہ جانے پائے تاکہ وہاں کے ہندوؤں کی بیخ کنی نہ ہو جائے ہم نے یہ نتائج مغربی پنجاب کے واقعات کی بنا پر لکھے ہیں۔ کیونکہ ہم پاکستان کے رہنے والے ہیں اور پاکستان کے حالات سے بخوبی واقف ہیں۔

ناظرین نے اخبارات میں مطالعہ کیا ہو گا کہ قریباً دس لاکھ سرحدی قبائل کشمیر کی سرحد پر پہونچ گئی ہیں۔ یہ کس مقصد کے لئے؟ اس کا جواب دینا مشکل نہیں لیگ نے ہندوستان کے خلاف عملی طور پر جنگ شروع کر دی ہے۔ اسکا ثبوت وہ سانحات اور واقعات ہیں جو گذشتہ چند ماہ میں مغربی پنجاب میں ظہور میں آئے ہیں اور اسی منصوبہ کی تکمیل کے لئے سرحدی لوگوں کو کشمیر کی حد پر بھیجا گیا ہے خدا نہ کرے کہ ہمارا یہ قیاس غلط ہو لیکن ہم ایک عرصہ سے لیگیوں اور برطانوی رجعت پسندوں کے منصوبوں کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ جو عام ہندوستانیوں اور خصوصاً ہندوؤں کی تنزلی اور بربادی اور تباہی کے لئے ہیں۔ اور جس کے بڑے بڑے معاون جرحل ولیول۔ مڈتی۔ جنکنز اور صدہا برطانوی سول اور ملیٹری افسران ہیں جن کے ایما اور اعانت سے لاکھوں ہندو اور سکھ خاندانوں کو مغربی پنجاب میں خاک میں ملا دیا گیا ہے۔

گورنمنٹ کا سب سے اہم فرض رعیت کی جان و مال کی حفاظت ہے

سوال ہو سکتا ہے کہ اس عنوان پر اظہار خیالات سے آپ کا کیا مطلب ہے؟ کیا گورنمنٹ اپنی رعیت کی جان و مال کی حفاظت نہیں کرتی یا اس معاملہ میں غفلت اور لاپروائی سے کام لیتی ہے۔ ہمارا جواب یہ ہے۔ چونکہ پنجاب میں لاکھوں بے قصور ہندوؤں اور سکھوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کیا گیا اور ابھی اس مذبح کی سرگرمیوں کا عمل ختم نہیں ہوا۔ اس لئے ہم یہ مضمون حوالہ قلم کرنے کے لئے مجبور ہوئے ہیں۔ ہر شخص جانتا ہے کہ پاکستان میں ہندوؤں اور سکھوں کو کہا گیا کہ اپنے مکانوں کو خالی کر دو۔ یہ پاکستان ہے تم اس پاک زمین پر نہیں رہ سکتے۔ اگر اس کام کو عدم تشدد۔ انصاف اور برادرانہ نقطہ نگاہ کو مد نظر رکھ کر کیا جاتا تو کچھ مضائقہ نہ تھا۔ آپس میں سگے بھائی بھی اپنی جائداد اور مکانات و اراضیات کی تقسیم کرتے ہیں۔ ان کی تقسیم میں کشت و خون اور جنگ و جدل کی شاذ و نادر ضرورت ہوتی ہے اگر پاکستان کے ہندوؤں کو کہا جاتا کہ وہ اپنا بوریا بستر اور تمام سرمایہ لے کر پاکستانی علاقہ خالی کر دیں اور ہندوستان چلے جائیں تو اس میں کوئی ہرج نہ تھا اور جس قیمت کے مکانات اور اراضیات ہندوؤں کی پاکستانی علاقہ میں تھیں اسی قیمت کی ہندوستان کی زمین میں مکانات اور اراضیات جن پر مسلمانوں کا قبضہ تھا ہندوؤں کو دیدی جائیں تو اس میں کوئی برائی نہ تھی۔ لیکن چونکہ پاکستان کی بنیاد ہی عناد بغض و کدورت اور نفرت پر تھی اس لئے جن لوگوں کے دلوں پر یہ جذبات حاوی

ہوں ان کے لئے کشت وخون کا بہانہ تلاش کرلینا معمولی بات ہے۔ چنانچہ
مسلم لیگ کے لیڈران نے جو بہانہ تلاش کیا وہ یہ تھا "اسلام خطرہ میں ہے"
مگر اس سے زیادہ غلط بے بنیاد اور جھوٹا دعویٰ کبھی سننے میں نہیں آیا یعنی آج سے
تقریباً ۱۲۳۷ سال پہلے جب محمد بن قاسم نے ہندوستان پر حملہ کیا۔ اس کی کل فوج
یا لشکر ہزاروں پر مشتمل تھا اس کے بعد دیگر اسلامی حملہ آور وقتاً فوقتاً ہندوستان پر حملہ
کرتے رہے لیکن ان کی کل تعداد مشکل سے ایک کروڑ ہوگی لیکن اس وقت ہندوستان
میں تقریباً دس کروڑ مسلمان ہیں جب ہندوستان میں کل مسلمانوں کی تعداد چند ہزار
اشخاص سے زیادہ نہیں تھی اس وقت اسلام خطرہ میں نہ تھا لیکن اب جب انکی
تعداد اس ملک میں دس کروڑ ہے اسلام خطرہ میں ہے۔ واضح ہو کہ گذشتہ
بارہ سو سال کے عرصہ میں ہندوؤں نے ایک بھی مسلمان کو ہندو دھرم میں شامل
ہونے کی دعوت نہیں دی۔ کیونکہ ان کے خیال میں ہر مذہب اپنی اپنی جگہ پر ایسا ہی
اچھا اور پاک ہے جیسا کہ اُن کا اپنا مذہب ہے۔ راج ترنگنی کا مصنف کہتا ہے
کہ ترکستان کے ایک مسلمان بادشاہ نے کشمیری پنڈتوں کو کہا کہ اسے ہندو دھرم
میں شامل کرلیا جائے لیکن کشمیری پنڈتوں نے اسے اپنے دھرم میں شریک
نہیں کیا اس سے وہ اس قدر جل بھن گیا کہ اس نے زبردستی ہزاروں نہیں بلکہ
لاکھوں ہندوؤں کو اسلام قبول کرنے کے لئے مجبور کیا۔ دوسرے الفاظ میں اس کماری
سے لے کر کشمیر تک اور کاٹھیاواڑ اور گجرات سے لے کر مشرقی بنگال تک ہندو مسلمانوں
کو اپنے دھرم میں شامل کرنا نامناسب خیال کرتے ہیں پھر اسلام کیونکر خطرہ میں ہو سکتا ہے۔
دوسرے الفاظ میں مسلمان چند لاکھ سے دس کروڑ ہو جاتے ہیں اور ہندوؤں کی سو
فیصدی آبادی گھٹتے گھٹتے ۷۵ فی صدی رہ جاتی ہے اور دن بدن ان کی آبادی
میں کمی واقع ہو رہی ہے۔ اگر خطرہ ہے تو ہندوؤں کو ہے نہ کہ مسلمانوں کو۔ اس لئے
مسلمان عوام کو جو عموماً نا تعلیم یافتہ اور جاہل ہیں۔ بھڑکانے اور مشتعل کرنے کے لئے
"اسلام خطرہ میں ہے" کا بہانہ تراشا گیا جس کے زیر اثر انھوں نے جو کارروائیاں

کی ہیں ناظرین بخوبی واقف ہیں۔

اسلام خطرہ میں ہے۔ اس خطرہ کو کیسے دور کیا جائے؟ اس کا مسلم لیگ کے محرکوں اور لیڈروں نے جو جواب اپنی قوم کے سامنے رکھا ہے اس پر ٹھنڈے دل سے غور کر لیجئے۔ اسلام کو خطرہ کس سے ہے؟ ہندوؤں سے (جن میں سکھ بھی شامل ہیں) اس لئے اسلام کو خطرہ سے بچانے کے لیے انھوں نے پاکستان کا مطالبہ کیا اور وہ کئی سال سے ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک یہ پروپیگنڈا کرتے رہے ہیں کہ بغیر پاکستان کے حصول کے اسلام محفوظ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ جب انھیں برطانوی حکومت کی امداد سے جن کا مقصد اور مدعا ہی محکوموں میں پھوٹ اور نااتفاقی پیدا کر کے ملک میں حکومت کرنا ہے پاکستان مل گیا انھوں نے پاکستانی گورنمنٹ کے اختیارات حاصل کرتے ہی اسلام کو خطرہ سے بچانے کے لئے کیا کارروائی کی۔ اول انھوں نے مسلم نیشنل گارڈ جو انھوں نے پہلے ہی بنا رکھی تھی اور یہ نیشنل گارڈ فوجی وردی پہنکر پنجاب کے مختلف شہروں میں پریڈ اور قواعد کر کے غیر مسلموں کو مرعوب اور خوفزدہ کیا کرتی تھی۔ اب اس کو ہتھیاروں سے مسلح کر کے باقاعدہ فوجی شکل میں تبدیل کر دیا۔ چونکہ پنجاب میں قریباً اسی فیصدی پولیس مسلمان ہے اور جو مسلم لیگ کے پروپیگنڈہ سے کافی مشتعل ہو چکی تھی وہ بھی مسلم نیشنل گارڈ سے مل گئی۔ اب چور اور کتیا دونوں مل گئے اور انھوں نے اسلام کو خطرہ سے بچانے کے لئے کیا عمل اختیار کیا۔ چونکہ خطرہ ہندوؤں اور سکھوں سے تھا اس لئے ان کے خیال میں اسلام کو خطرہ سے بچانے کے لئے فقط ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ ہندوؤں اور سکھوں کا قلع قمع کیا جائے۔ چنانچہ انھوں نے تقسیم پنجاب سے چند روز یا چند ماہ پیشتر ہی اس مکروہ سکیم کی ابتدا کر دی تھی۔ لیکن ۱۵ اگست کے بعد انھوں نے پورے زور شور سے اپنا کام شروع کر دیا اور اس کام کی تکمیل کے لئے انھوں نے لاکھوں ہندوؤں اور سکھوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ اور ان کی اربوں روپیہ کی آراضیات اور مکانات پر قبضہ کر لیا۔

ہمارے اس مضمون کا عنوان تھا "گورنمنٹ کا سب سے اہم فرض رعیت کی جان و مال کی حفاظت ہے" کیا مشرقی پنجاب کی گورنمنٹ نے اپنے اس منصبی فرض کو ادا کیا ہے؟ کیا مشرقی پنجاب کی گورنمنٹ یا گورنمنٹ ہند نے لاکھوں ہندوؤں اور سکھوں کی جان و مال کی حفاظت کی؟ اگر جواب نفی میں ہے تو ہمارا یہ مضمون لکھ کر گورنمنٹ کا اس امر کی جانب توجہ مبذول کرنا درست ہے۔

پہلے تو اسلام خطرہ میں تھا۔ اس خطرہ کو دور کرنے کے لئے مسلم لیگ نے جو کارروائی کی اس سے تمام پنجاب کے ہندو اور مسلمان اچھی طرح واقف ہیں ہم نے یہ بھی اوپر لکھ دیا ہے کہ یہ خطرہ محض بناوٹی اور فرضی تھا اور اس خطرہ کو محض اسلئے مسلم عوام کے سامنے پیش کیا گیا تاکہ ان کے سفلی جذبات کو بھڑکایا جا سکے اور وہ بدترین اعمال و افعال کرنے کے لئے تیار اور آمادہ ہو جائیں اور انھوں نے اس سفلی جذبہ کے تحت ایسی کارروائیاں کیں جن کی درندوں اور جنگلی جانوروں سے بھی امید نہیں ہو سکتی۔

اب مسلم لیگ نے اپنے مکروہ مقاصد کی تکمیل کے لئے دوسری منزل پر قدم رکھا ہے (ہماری رائے میں انسانی جان و مال کو نیست و نابود کرنے کے فعل سے کوئی کارروائی زیادہ مکروہ نہیں)۔ پہلی منزل میں مسلم لیگ نے 'اسلام خطرہ میں ہے' کا بہانہ تراشا تھا۔ اس بہانہ سے لاکھوں ہندوؤں کا قتل عام کیا۔ اب مسلم لیگ نے "پاکستان خطرہ میں ہے" کا بہانہ کرکے مسلمانوں کو بھڑکانا شروع کیا ہے کہ وہ ہندوستان کے ایک کونہ سے دوسرے کونہ تک ان دشمنوں کا خاتمہ کر دیں جنکی وجہ سے ان کا عزیز پاکستان خطرہ میں ہے۔ چنانچہ یہ ایسی مہیب سازش ہے جس سے گورنمنٹ ہند اسی قدر خطرہ میں ہے جس قدر چند ماہ پیشتر پنجاب یونینسٹ گورنمنٹ۔ سرحدی اور سندھ گورنمنٹ کو خطرہ تھا۔ ان تمام صوبوں کی گورنمنٹوں کو انھوں نے جڑ سے اکھاڑ دیا ہے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں۔ برطانوی افسران یا برطانوی بیوروکریسی نے ان کی جائز اور ناجائز طریق پر امداد کی تھی۔ لیکن کیا اب برطانوی افسران اور مسٹر چرچل اور کمپنی ان کی پشت پر نہیں

ا؎ یہ مضمون ماہ ستمبر ۱۹۴۷ء میں لکھا گیا تھا

ہیں اور اب بھی وہ ان کے مشوروں سے امداد حاصل نہیں کر رہے ہیں۔ مسٹر جناح کا فوجی مشیر انگریز ہے۔ ان کے اقتصادی مشیر انگریز ہیں۔ انھیں انگلستان سے ہزاروں ٹینک مہیا کئے گئے ہیں۔

مسٹر جناح جب انگلستان جاتے ہیں وہ مسٹر چرچل سے ملاقات کرتے ہیں۔ مسٹر چرچل کے فرزندان کی ملاقات کے لئے کراچی پہونچتے ہیں۔ انگلستان کا سب سے بڑا بحری لارڈ مسٹر جناح سے ملنے کے لئے کراچی آتا ہے۔ لیگیوں کا وفد سرحدی قبائل سے ملاقات کرنے کی غرض سے ان کے ملک میں پہونچتا ہے۔ سرحدی قبائل ان کی ہر طرح سے دلجمعی کرتے ہیں کہ وہ پوری طاقت سے پاکستانی حکومت کی مدد کریں گی۔ کشمیر کی سرحد پر دس لاکھ سرحدی جمع ہو رہے ہیں۔ حیدرآباد ریاست گورنمنٹ ہند سے باغی ہو گئی ہے اور اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا ہے۔ جوناگڈھ[1] ریاست نے لیگیوں کا اڈا بننے کے لئے اپنی خدمات پیش کر دی ہیں اور بجائے ہندوستان کے الحاق کے اپنے کو پاکستان کے ساتھ شامل کر دیا ہے یہ چند امور ہیں جن پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے۔ لیگ نے امریکہ سے قرضہ مانگا ہے۔ یہ قرضہ لوگوں کی رائے ہے کہ جنگی اسلحہ ہے جو شٹین گن۔ بم۔ بارود اور رائفل کی شکل میں پاکستانی گورنمنٹ کو دیا جائیگا اور جو وہ گورنمنٹ ہند کے خلاف استعمال کرے گی یعنی ہندوستان کے تمام صوبوں کے ہندوؤں کو ایسے ہی میں ڈالا جائے گا جیسا کہ پنجاب کے ہندوؤں اور سکھوں کو بیں ڈالا گیا ہے۔

اس کے علاوہ لیگ کی سرگرمیوں کا ذرا ہندوستان کی سرزمین میں مشاہدہ کریں کہتے ہیں کہ دہلی میں اتنی زبردست سازش تھی کہ انھوں نے کانگریس کیبنٹ کو تہ تیغ کر دینے کا منصوبہ باندھا ہوا تھا۔ اگر وقت پر سازش کا راز افشانہ ہو جاتا تو دہلی زمین کے ساتھ ہموار ہو جاتی۔ یہی نہیں جبلپور۔ ناگپور۔ دموہ۔ چندواڑہ مقامات پر لاکھوں کی تعداد میں کارتوسوں۔ بم۔ رائفل۔ تلواروں۔ پستولوں کا نکلنا اس امر کا ثبوت ہے کہ اس سازش کی پشت پر چند معمولی آدمی نہیں ہیں بلکہ آل انڈیا آرگنائیزیشن ہے۔ اس کے علاوہ علی گڈھ۔ کانپور۔ آگرہ۔ میرٹھ اور بیسیوں دیگر مقامات پر مسلمانوں کے پاس سے اسلحہ

---

[1] ماہ ستمبر ۱۹۴۷ء کا معاملہ ہے۔

برآمد ہونا ظاہر کرتا ہے کہ لیگیوں نے ہندوستان کی گورنمنٹ کو نیست و نابود کرنے کے لئے ایک بڑی بھاری سازش کی ہوئی ہے اور ہر جگہ کے مسلمان افسران جہانتک ان سے ممکن ہوتا ہے ان تلاشیوں اور اسلحہ کے برآمد کرنے میں چشم پوشی سے کام لیتے ہیں۔ کہتے ہیں آگرہ میں اس قسم کے اسلحہ جات کی بڑی مقدار مدفون ہے اور یہ اس لئے برآمد نہیں ہوئے کہ ان کی سراغ رسانی کے متعلق کوئی موثر کارروائی عمل میں نہیں لائی گئی۔

لوگ کانگریس گورنمنٹ پر الزام لگاتے ہیں کہ وہ حکمرانی کے اہل نہیں۔ یہ سچ ہے کہ کانگریس وزرا حد سے زیادہ شریف۔ اول درجہ کے نفس کش۔ محب الوطن اور راستباز ہیں۔ لیکن حکمرانی کرنے کے لئے یہ اوصاف کافی نہیں۔ یہ شریف انسانوں پر اچھی طرح حکمرانی کر سکتے ہیں لیکن درندہ خصلت لوگوں کو قابو میں رکھنے کے لئے دیگر اوصاف کی ضرورت ہے۔ شیر۔ چیتے۔ ریچھ اور بھیڑئیے ہاتھ جوڑنے اور عدم تشدد سے قابو میں نہیں آتے ان کی تواضع کے لئے رائفل اور بندوق کی گولیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جن میوؤں نے صدہا اور ہزارہا ہندوؤں کا قتل عام کر دیا۔ جنھوں نے ریاست بھرتپور اور ضلع متھرا کے گاؤں میں نادر گردی مچائی۔ جنھوں نے دہلی اور ریواڑی میں کشت و خون کئے ان کو توپ سے بھون دینا ہی درست تھا۔ باغیوں کی یہی سزا ہے خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان۔ مگر کانگریس گورنمنٹ نے ان باغیوں کے خلاف بھی کوئی موثر کارروائی نہیں کی پھر ملک میں امن و امان کیسے رہ سکتا ہے۔ اسی طرح یو۔پی اور مشرقی پنجاب کے ضلعوں میں بعض مقامات پر معصوم اور بےگناہ ہندوؤں پر ظلم و ستم کئے گئے لیکن مجرموں کے خلاف کوئی سنگین کارروائی نہیں کی گئی۔ گورنمنٹ کی نرمی اور غلط پالیسی کا نتیجہ ہے کہ مسلمان ریفوجی جو مشرقی پنجاب چھوڑ کر پاکستان جا رہے ہیں وہ جاتے ہوئے ہندوؤں کے گاؤں پر حملہ کرتے ہیں۔ ان کی فصلیں جلا دیتے ہیں یا تباہ کر دیتے ہیں اور جو فوجی آدمی یا بلوچی ان ریفوجیوں کو لے جانے کے لئے تعینات کئے جاتے ہیں وہ جاتے وقت ہندوؤں اور سکھوں کو اپنی گولیوں کا نشانہ بناتے جاتے ہیں۔ کیا ان درندوں کے خلاف سنگین کارروائی کرنا گورنمنٹ کا فرض نہیں ہے۔ گورنمنٹ کیوں ایسے لوگوں کی

بدکرداریوں اور قتل وخون کا نوٹس نہیں لیتی جو کہ گورنمنٹ کے علاقہ میں کئے جاتے ہیں۔ ان تمام باتوں سے ہندوؤں اور سکھوں کے جذبات گورنمنٹ کے خلاف بھڑکے ہوئے ہیں۔

چند روز ہوئے ہم نے امرت بازار پتر کا میں پڑھا تھا کہ ایک سازش کا پتہ لگا ہے جس میں مہاتما گاندھی جی کو زیر حراست لے لینے اور کانگریس کے بڑے بڑے وزراء کو قتل کر دینے کا منصوبہ باندھا گیا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں ایک ایسی جماعت ضرور موجود ہے جو کانگریس حکومت کی پالیسی سے مطمئن نہیں ہے ان میں ہندو مہا سبھائی اور سکھوں کی کثرت ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر مغربی پنجاب کو چھوڑنے کے لئے لاکھوں ہندوؤں اور سکھوں کو مجبور کیا گیا اور ان کو ان کے گھروں سے باہر نکال دیا گیا لیکن ہندوستان سے جو مسلمان پاکستان جانا چاہتے ہیں ان کو بھی مہاتما گاندھی جی اور کانگریس کے وزیر ہجرت کرنے سے روکتے ہیں۔ یہ کہاں کا انصاف ہے۔ مغربی پنجاب کے ہندوؤں اور سکھوں سے قریباً ۵۰ لاکھ ایکڑ اراضی چھین لی گئی جبکہ مشرقی پنجاب میں جو زمین مسلمانوں نے چھوڑی ہے اس کا رقبہ قریباً ۲۵ لاکھ ایکڑ ہے۔ مشرقی پنجاب گورنمنٹ یا گورنمنٹ ہند ۵۰ لاکھ ہندوؤں سے چھینی ہوئی زمین کے نقصان کی تلافی کے متعلق کیا انتظام کرے گی۔ اگر گورنمنٹ ہند اور مہاتما گاندھی جی مسلمانوں کو پاکستان میں جانے سے روکیں گے تو ہم کس طرح اپنے مکانات اور اپنی اراضیات کی جگہ ان کی اراضیات لے سکیں گے۔ دوسرے الفاظ میں ان لوگوں کی رائے ہے کہ گورنمنٹ ہند لوگوں کو پاکستان جانے سے روک کر ہندوؤں کی سخت حق تلفی کر رہی ہے جبکہ ہندوؤں کا تقاضا یہ ہے کہ روپیہ کے عوض سولہ آنہ حاصل کئے جائیں مگر ہمیں آٹھ آنہ بھی حاصل نہیں ہوئے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہماری مغربی پنجاب کی آراضیات سونا پیدا کرتی تھیں مگر ہمیں ان کے عوض مشرقی پنجاب میں خشک اور ریتیلے میدان دیئے گئے ہیں۔

گذشتہ واقعات سے عبرت اور سبق حاصل نہ کرنا پرلے درجہ کی حماقت اور

بیوقوفی ہے۔ آج سے چند ماہ پیشتر یعنی گذشتہ جون یا جولائی میں کون شخص کہہ سکتا تھا کہ پنجاب میں ایسا سخت انقلاب واقع ہوگا جس سے لاکھوں ہندو اور سکھ خاندانوں کی عزت وآبرو۔ مال وزر۔ جان اور زندگیاں تباہ ہوجائیں گی لیکن یہ حقیقت اب روز روشن کی طرح تمام ملک کے سامنے ہے۔ ہندوستان پر دوسری مصیبت جو آنے والی ہے (پرماتما کرے یہ بالکل غلط ثابت ہو) اس کے انسداد کے لئے گورنمنٹ ہند کو معقول انتظام کرنا چاہیئے۔ اگر گذشتہ واقعات سے گورنمنٹ ہند اور سکھ اور ہندو سبق نہیں لیتے تو یہ دونوں اپنی کوتاہ اندیشی کے باعث تباہ ہوجائیں گے۔ فرض کرلیا جائے کہ ہمارے گھر میں چور نہیں آئے گا لیکن اگر چور آوے تو اس کے مقابلہ کے لئے گھر میں اسلحہ اور ہتھیار رکھنا لازمی ہیں۔ گھر میں اپنی حفاظت کے لئے اسلحہ اور ہتھیار رکھنا پاپ نہیں۔ لیکن جو نادان اپنی حفاظت کے لئے ہتھیار نہیں رکھتا وہ پنجابیوں کی طرح ظالموں اور سفاکوں کا شکار بنتا ہے۔

ہم نے اوپر چند واقعات درج کئے ہیں کہ کس طرح لیگی مسلمان تمام ہندوستان میں اپنی باغیانہ سرگرمیوں کا جال بچھا رہے ہیں اور ان کی سرگرمیوں کو کچلنے کے لئے گورنمنٹ ہند کو سنگین قدم اٹھانے کی ضرورت ہے گورنمنٹ ہند کا مغربی پنجاب کے سانحات کا علم رکھ کر خواب خرگوش میں رہنا پرلے درجہ کی حماقت ہوگا لیکن ہم سندھ گورنمنٹ کے وزیر اعظم کے اعلان کا ذکر کرنا بھول گئے کہ انھوں نے ہر مسلمان جس کی عمر بیس سال اور پچاس سال کے درمیان ہے ہتھیاروں سے مسلح ہونے کی دعوت دی ہے۔ اسی طرح مغربی پنجاب میں لازمی فوجی بھرتی کا اعلان شائع ہوچکا ہے اس کے یہ معنی ہوئے کہ ہر ایک بالغ مسلمان کو فوجی تربیت حاصل کرنا لازمی ہوگا۔ وہاں اسلحہ کا قانون منسوخ کردیا گیا ہے۔ وہاں ہر شخص اسلحہ رکھ سکتا ہے۔ چنانچہ اس اسلحہ کی مدد سے غیور اور بہادر پنجابیوں کو جو نہتے تھے تہ تیغ کیا گیا۔ کیا اب بھی گورنمنٹ ہند بیدار نہ ہوگی اور موجودہ اسلحہ کا قانون منسوخ کرکے ہر ایک ہندو کو اسلحہ رکھنے کی اجازت عطا نہ کرے گی؟

ہم نے ارادتاً ہر ایک ہندو اس لئے لکھا ہے کہ کثیر تعداد مسلمانوں کا گذشتہ اور موجودہ ریکارڈ باغیانہ ہے۔ جب تک گورنمنٹ کو ان کی مصدقہ وفاداری اور امن پسندی کا یقین نہ ہو جائے۔ انھیں اسلحہ رکھنے کی اجازت نہیں دینی چاہیئے۔

گورنمنٹ پاکستان کے وزراء کا اس قسم کے سرکلر جاری کرنے کا کیا مقصد ہے؟ ناظرین خود ہی اندازہ لگا لیں۔ ان حالات میں ہم گورنمنٹ ہند کی خدمت میں مودبانہ گذارش کریں گے کہ وہ ہر ایک ہندی کی باقاعدہ فوجی تربیت کا بندوبست کرے یعنی ہر شہر کے لوگوں کو موقع دیا جائے بلکہ لازمی طور پر ان کے لئے انتظام کیا جائے کہ وہ فوجی تربیت سے مستفیض ہو کر شہری فرائض کو درستی سے سرانجام دے سکیں۔ اگر ہر ایک روسی شہری فوجی تربیت اور آتشی اسلحہ کے استعمال سے واقف نہ ہوتا تو جرمن تمام روس کو مشین گنوں سے بھون کر رکھ دیتے اور روس جرمنی کی غلامی میں قید ہو جاتا۔ اس لئے ہم دوبارہ بڑے زور سے گورنمنٹ ہند اور گورنمنٹ صوبہ متحدہ کی وزارت سے درخواست کرینگے کہ ہر ایک ہندوستہری کو سستے داموں پہ یا قیمت لاگت پہ بندوق۔ رائفل پستول مہیا کرنے کا انتظام کیا جائے اور ہندوستان میں بڑے پیمانہ پہ اسلحہ سازی کی فیکٹری کھول کر رعیت کو اسلحہ بہم پہنچانے کا انتظام کیا جائے۔

سرحدی صوبہ میں پٹھانوں کا سب سے بڑا زیور اس کی بندوق یا رائفل ہے۔ وہ اس کو ساتھ لے کر سوتا ہے۔ وہ بندوق کو لے کر میدان میں رفع حاجت کرتا ہے۔ وہ بندوق لے کر کھیت کاٹنے جاتا ہے اور بندوق لے کر کام پہ جاتا ہے اور بندوق لے کر شکار کھیلتا ہے۔ ہندوؤں کو سونے چاندی کے زیور چھوڑ کر اب فولادی زیور پہننے چاہئیں۔ اس لئے ان کے لئے سب سے عمدہ اور قیمتی زیور ان کی رائفل ہو۔ جس کی ایک گولی سے شیر اور شیر ببر گر جائیں۔

جب تک ملک کے حالات درست نہ ہوں یا جب تک ہندوستان کی زمین پہ رنگی ذہنیت کے لوگ بود و باش کرتے ہیں۔ ہندوؤں اور سکھوں کو اپنی زندگی

اپنی آبرو۔ اور اپنے مال وزر کو محفوظ رکھنے کے لیئے مناسب تدابیر اختیار کرنی چاہئیں۔ اب مزید غفلت میں سویا رہنا بیوقوفی ہے۔
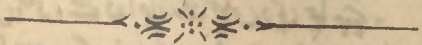
پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے اہل ہند کو کیا نقصان پہونچا ہے

مسیح کے الفاظ یہ ہیں کہ ہر کش (درخت) اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ پاکستان برکش کے بیج اور پھل کیا ہیں؟ اس کے بیج یہ ہیں۔ تمام غیر مسلم کافر ہیں۔ ان کے رہنے سے زمین ناپاک ہو جاتی ہے اس لیئے ان کو پاکستان کی زمین سے اس طرح نکال دیا جائے۔ جیسے زہریلے پودوں اور کانٹے دار جھاڑیوں کو نکال کر پھینک دیا جاتا ہے یا جلا دیا جاتا ہے۔ چنانچہ مسلمانوں نے کرفیو لگا کر جبکہ ہندو اور سکھ مکانوں میں بند تھے۔ ان کے گھروں۔ ان کے بازاروں اور ان کے شہروں کو پھونک دیا یا نذر آتش کر دیا۔ اس برکش کے بیج میں انتہائی بغض نفرت و کدورت۔ دشمنی اور عداوت چھپی ہے یعنی ایسی دشمنی اور رقابت جو غیر مسلم کی ہستی کو مٹا کر دم لے۔ اس سے پہلے نیگیوں کے سفلی جذبات کو ارمان حاصل نہیں ہوتا۔ القصہ یہ بیج پاکستان کے برکش کے ہیں۔ اور اس برکش کے پھل کیا ہیں؟ اس کے پھل کشت وخون۔ آتش زدگی اور خونریزی کے سانحات جو مغربی اور مشرقی پنجاب کے زرخیز میدانوں اور دیہاتوں اور شہروں میں ظہور میں آئے ہیں۔ اول مسلمانوں نے اس کی ابتدا کلکتہ۔ نواکھلی۔ مشرقی بنگال۔ راولپنڈی وغیرہ مقامات میں کی جس کا انتقام بہاریوں نے بہار میں لیا۔ یہ بہار

الفاظ نہیں بلکہ سر سید محمود صاحب وزیر بہار گورنمنٹ کے ہیں۔ اس کے بعد مسلمانوں نے دوبارہ پہل مغربی پنجاب کے ضلعوں میں ہندوؤں کا کشت و خون کرنے میں کی۔ یہ الفاظ بھی سر سید غزکور اور بہار اور یو۔پی کے مسلمان ممبران اسمبلی کے ہیں۔ پھر ہندوؤں اور سکھوں نے اس کا انتقام مشرقی پنجاب میں لیا۔

سدنا قصاب ایک بڑا بھگت ہوا ہے۔ اس کے متعلق بیان کرتے ہیں ایک روز شام کے وقت ایک آدمی اس کے پاس پہنچا اور کہا کہ اسے بکرے کے فوطوں کی ضرورت ہے جس کا شوروا تیار کر کے مریض کو دینا ہے۔ سدنا لالچ بس بکرے کے فوطے کاٹنے لگا۔ بکرا ہنس پڑا۔ سدنا نے بکرے سے ہنسنے کا سبب دریافت کیا۔ بکرے نے کہا کئی مرتبہ تو نے میری گردن پر چھری چلائی ہے اور میں نے تیری گردن پر چھری پھیری ہے۔ لیکن آج تم ایک نئی رسم (بھاجی) ڈالنے لگے ہو۔ یعنی میرے فوطوں کو کاٹو گے اور مجھے قریباً دس بارہ گھنٹہ دکھ اور تکلیف میں گذارہ ہوگا کیونکہ میرے ذبح ہونے کا ٹھیک وقت کل صبح ہے۔ جس سے سدنا کو چتاونی ملی اور وہ ہوشیار ہو گیا اور اس دن سے بکروں کے ذبح کرنے کا کام چھوڑ کر مالک کی یاد میں محو ہو گیا۔

ہندو اور مسلمان صدہا پشتوں سے بھائیوں کی طرح اس زمین میں باس کرتے تھے لیکن مسٹر جناح اور لیگیوں نے ہندوؤں اور سکھوں پر ناقابل بیان ظلم و ستم کر کے ایک نئی رسم یا دستور قائم کیا ہے جس کا جواب مشرقی پنجاب کے ہندوؤں خصوصاً سکھوں نے پتھر سے دیا ہے۔ مسلمانوں نے معیوب فعل کی ابتدا کر کے بہت بُرا کیا ہے۔ ہندوؤں اور سکھوں نے بھی بُرا کیا۔ گو ہندو اور سکھ دیوتا یا مہاتما نہیں تھے جو عدم تشدد اور اہنسا کے قانون پر عمل کرتے۔ ایک صاحب کہتے تھے کہ میرا مال وزر مسلمانوں نے لوٹا ہے۔ میری تقریباً تین ہزار روپیہ ماہوار کی آمدنی تھی۔ میرے رشتہ داروں کو قتل کیا گیا لیکن میں نے بھی چالیس مسلمانوں کو پستول سے ہلاک کر کے اپنا کلیجہ ٹھنڈا کر لیا ہے۔ جب انھوں نے ہمارے چہرے

کی طرف دیکھا کہ ہم ان کی اس بہادری کو ناپسند کر رہے ہیں۔ آپ نے کہا "اس قسم کے لوگ ہندو دھرم اور ہندو جاتی کے دشمن ہیں۔ دوسرے الفاظ میں ان صاحب کے دل اور دماغ پر اس قدر رنج اور انتقام کا جذبہ سوار تھا کہ وہ ہزار ہا مسلمانوں کو ہلاک کرکے بھی مطمئن نہ ہوتے۔ لیکن ابتدا کس نے کی۔ اول گیند کس نے پھینکا اور اس کا جو نتیجہ ہوا وہ تمام دنیا کے سامنے ہے۔ یہ پاکستانی تحریک کے ثمر ہیں۔

پاکستان کا بیج نہایت زہریلا تھا اس لیے اس سے اسی قسم کے پھول اور پھل پیدا ہو سکتے" تھے جو اس سے پیدا ہوئے ہیں بغض۔ کدورت۔ عداوت۔ دشمنی اور رقابت محض اس کے بیج یا پھول ہیں جو دیکھنے میں بالکل خفیف اور چھوٹے ہیں لیکن اس کے پھلوں کی طرف دھیان دیجیے۔ پچاس لاکھ آدمیوں کا اپنا گھر گھاٹ ویران کرکے جلا وطن ہو جانا اور از سر نو خانہ آبادی کرنا کس قدر مشکل کام ہے اور جن حالات میں ہندوؤں کو ان کے وطن مالوف سے نکالا گیا وہ ان کی مصیبت کو سوا گنا اور بڑھا دینے والے ہیں۔ کہیں خاوند بیوی سے جدا ہو گیا کہیں باپ بچوں سے علیحدہ ہو گیا۔ عورتیں بیوہ ہو گئیں اور بچے یتیم ہو گئے۔ اگر ایک بھائی امرتسر میں پناہ لیتا ہے تو دوسرا ادھر ادھر۔ دہلی یا جگادھری میں مارا مارا پھرتا ہے۔ جن کے گھروں میں ہزاروں اور لاکھوں روپیہ تھا ان کے پاس ایک پیسہ نہیں۔ ہمارے ایک عزیز ملنے کے لیے کل آئے۔ وہ کہتے تھے کہ ان کپڑوں کے ساتھ آئے ہیں اور بھائیوں۔ والد صاحب سے بالکل جدا ہو گئے ہیں۔ نہ معلوم ان کا کیا حال ہے۔ لاکھوں ہندوؤں اور سکھوں کی یہی حالت ہے۔ جن کا اربوں روپیہ کا سرمایہ۔ مکانات اور آراضیات پاکستان میں پیچھے رہ گئی ہیں۔

یہ جان و مال کے نقصانات واقعی بڑے عظیم ہیں۔ کیونکہ انسان کو جان سب سے زیادہ عزیز ہوتی ہے۔ کوئی شخص لاکھ روپیہ کے عوض بھی مرنا پسند نہیں کرتا لیکن ان تمام نقصانات سے سو گنا زیادہ نقصان ہندوؤں اور مسلمانوں کی اخلاقی اور دھارمک تباہی کا ہے۔ ہمارا اس سے یہ مطلب ہے کہ وہ انسان سے درندہ بن گئے

انھوں نے دھرم اور ایمان کے جملہ اصولات۔نیموں کا تیاگ کر دیا۔ وہ مجلسی محبت
کرنے والے انسان سے وحشی درندہ اور جنگلی جانور بن گئے جو اپنے سے کمزور جانور کو
چیر پھاڑ کرنے سے ایک لمحہ کے لئے تامل نہیں کرتا۔ وہ سانپ اور بچھو بن گئے جو
بلا قصور اور معصوموں کو کاٹ کر انھیں ایذا پہونچاتے یا ہلاک کر ڈالتے ہیں۔ جب
انسان میں انسانیت ہی نہ رہی تو اس کا سب کچھ جاتا رہا۔ جب کسی میں انسانی
کیرکیٹر ہی نہ رہے تو وہ کیونکر آدمی کہا جا سکتا ہے۔ ہماری رائے میں پاکستان نے
سب سے بڑا نقصان جو ہندوؤں اور مسلمانوں کا کیا ہے وہ یہی ہے کہ وہ شریف
انسان سے درندہ خصلت یا درندہ سیرت بن گئے ہیں۔ ایسا کرنے سے وہ خدا سے
منکر اور باغی ہو گئے ہیں۔ خدا کے دربار میں رسائی اس کی ممکن ہے جس نے اپنے
نفس کو ہلاک کر دیا ہو۔ لیکن پاکستان نے انسان کے نفس کو شیطان اور فرعون کے
نفس سے بھی زیادہ ناپاک اور سنگدل بنا دیا ہے اور ایسی بدکرداریاں اور
سفاکیاں کبھی فرعون اور شیطان نے بھی نہیں کی تھیں جیسے افعال پاکستانی تعلیم
کے زیر اثر مغربی پنجاب کے مسلمانوں نے ہندوؤں اور سکھوں پر کئے ہیں یا جیسے انتقام
سے مغلوب ہو کر مشرقی پنجاب کے سکھوں اور ہندوؤں نے مسلمانوں پر کئے ہیں۔
وہ شیطان اور فرعون کو پیچھے چھوڑ جاتے ہیں۔

جب انسان کو ایک مرتبہ ہلاک کیا جاتا ہے ایک کروڑ روپیہ صرف کرنے پر
بھی اس کو دوبارہ زندہ نہیں کیا جا سکتا۔ انسان جس لاپروائی اور سنگدلی سے دوسرے
انسان کو قتل کر دیتا ہے وہ اسے قطعی محسوس نہیں کرتا۔ کیونکہ ایسے شخص کا ضمیر مُردہ
ہو جاتا ہے۔ پاکستان نے اس طرح لوگوں کے ضمیر کو مُردہ بنایا ہے۔ جیسے ایک بڑے
دریا کی طغیانی سے تمام نباتات۔ جانور۔ گاؤں اور شہر کے باشندے سیلاب میں
بہ جاتے ہیں اور ان کا نام و نشان نہیں رہتا ٹھیک اسی طرح پاکستانی نشہ نے لوگوں
کو ایسا پاگل اور دیوانہ بنا دیا کہ وہ صدیوں کے تعلقات اور برسوں کی محبت اور اُنس
کو قطعی فراموش کر گئے اور یگانہ سے ہمیشہ کے لئے بیگانہ بن گئے اور اس طرح سے

انھوں نے ایک دوسرے کو کاٹ ڈالا جیسے کسان چارہ کاٹنے والی مشین سے چارہ کاٹ ڈالتا ہے۔

ایک مکان کی تعمیر میں کس قدر دقت درکار ہوتا ہے اور اس پر کس قدر روپیہ صرف ہوتا ہے لیکن یہی مکان چند گھنٹوں کے اندر راکھ اور مٹی میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ مغربی پنجاب کے صدہا شہروں اور قصبوں و نیز لاہور۔ امرتسر شہروں میں ہزاروں مکانات جلا کر خاک کر دیئے گئے ہیں۔ وہ نہ ہندوؤں کے کام آئے نہ مسلمانوں کے اس عظیم نقصان کا ذمہ دار کون ہے؟ کیا پاکستان کے محرک اور بانی ان تمام جرائم کے مجرم نہیں ہیں۔ جنھوں نے اپنی پاکستانی سرگرمیوں کی تکمیل کا ایک جزو مکانات کو آگ لگانا فیصلہ کر رکھا تھا۔ ان دہشت ناک واقعات سے مرعوب اور خوفزدہ ہوکر ہندو اپنا وطن ترک کرنے پر مجبور ہو گئے۔ لیگ کا یہ پروگرام کس قدر فتنہ انگیز اور شر انگیز ہے بیان نہیں ہو سکتا۔ ان کی اس سکیم کی تکمیل نے ملک کو ویران کر دیا ہے جس سے لاکھوں ہندو اور مسلمان خون کے آنسو بہا رہے ہیں۔ انسان کو دوسروں کو سکھ پہونچانے سے سکھ ہوتا ہے اور دوسروں کو دُکھ پہونچانے سے دکھ ہوتا ہے لہٰذا مسلم لیگ کی تحریک کا انجام مسلمانوں کے لئے دکھ ذاتی اور یہ عذاب ہوا ہے جیسا کہ ہندوؤں کے لئے۔ مسلمانوں نے زیادتی کی ابتدا کی۔ ہندوؤں نے مدافعت کرنے یا انتقام لینے پر قناعت کی۔ مسلمانوں کو ان کا ضمیر لعنت بھیجیگا اور خدا کے دربار میں وہ ملعون قرار دیئے جائیں گے۔ ہندوؤں کے لئے اگرچہ انتقام لینا فطرت کا تقاضا تھا مگر معیوب تھا۔ اگر وہ انتقام نہ لیتے تو بہتر ہوتا۔ ان کی عاقبت میں سرخروئی ہوتی اور وہ ایسے ہی شریف اور نیک تصور کئے جاتے جیسے مسیح و دیگر مردانِ خدا۔

انصاف اور راستبازی پر دنیا قائم ہے

دنیا میں جس قدر لڑائی جھگڑے اور جنگ و جدل ہوئے ہیں یا ہوں گے انکی تہ میں عموماً زر، زن، زمین کا لوبھ ـ لالچ اور ہوس تھی اور یہی زر، زن، زمین کے جھگڑے آئندہ لڑائی جھگڑوں کا باعث ہوں گے ـ یعنی جس وقت ایک فریق زبردستی یا زیادتی کر کے دوسرے فریق کو ان کے جائز حقوق یا ملکیت سے محروم کرتا ہے دوسرا فریق اس حق تلفی کے لئے اول شکوہ شکایت کرتا ہے جب اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا تو وہ اس حق تلفی کے ازالہ کے لئے دیگر ذرائع اور تدابیر عمل میں لاتا ہے اور جب وہ اس میں بھی کامیاب نہیں ہوتا تو تنگ آمد بہ جنگ آمد جنگ کرنے پر تل جاتا ہے ـ یہی اسباب تمام دنیا کی جنگ و جدل کا باعث تھے ـ

مہابھارت میں لکھا ہے کہ دنیا دھرم پر قائم ہے ـ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب تک ایک انسان دوسرے انسان کے ساتھ اپنے تعلقات دھرم یا راستبازی کے قانون کے مطابق رکھتا ہے وہ دونوں خوش و خرم رہتے ہیں اور اگر وہ اس نیم کے مطابق سو سال بھی رہیں تو ان میں لڑائی جھگڑا یا کشیدگی کبھی نہ ہوگی لیکن جب ایک فریق اس نیم کو توڑ دیتا ہے تو باہمی کشیدگی اور ترش روئی لازمی ہو جاتی ہے ـ حضرت محمد صاحب نے بھی فرمایا ہے کہ انصاف کا ایک گھنٹہ برسوں کی عبادت سے بہتر ہے ـ اس کے بھی یہی معنی ہیں ـ ہر شخص کو چاہیئے کہ وہ اپنے ہمسائے یا شہری کے ساتھ انصاف ـ حق پسندی اور راستبازی کا اظہار کرے ـ ایسا کرنے سے ان کے باہمی تعلقات میں مٹھاس اور شیریں پن رہے گا ـ

پیرس نے ہیلن کا اغوا کیا ـ اُس کے رشتہ داروں اور ہیلن کے رشتہ داروں نے پیرس کو سمجھایا کہ وہ عورت کو واپس کر دے مگر وہ باز نہ آیا جس کا نتیجہ ایک عظیم جنگ

تھا جس میں یونان اور ٹروجن ایسے ہی تباہ ہو گئے جیسے کورو اور پانڈو مہابھارت کی جنگ
میں برباد ہو گئے۔ کورو اور پانڈو ایک خاندان کی اولاد تھے لیکن کورو کی پانڈو کے ساتھ
زیادتی یا ان کی حق تلفی فریقین کی تباہی کا باعث ہوئی۔ ہندو اور مسلمان دونوں ہندوستان
کے باشندے ہیں اور وہ گذشتہ ایک ہزار سال سے امن و امان کی زندگی بسر کر رہے ہیں
لیکن برطانوی حکمرانوں کے ایما اور امداد سے مسلم لیگ کے محرکوں اور لیڈروں نے پاکستان
کی تحریک کے افتتاح سے ہندو اور مسلمانوں میں ایسی پھوٹ ڈالی کہ ملک کو دو حصوں میں
تقسیم کر کے دم لیا۔ اگر فریقین تقسیم کے بعد شانتی سے قانون اور ضابطہ کے تحت ملک کے
دونوں حصوں میں حکومت کرتے رہتے تو دونوں کا زیادہ بگاڑ نہ تھا لیکن ملک کی دو حصوں
میں تقسیم اور حکمرانی کے مکمل اختیارات حاصل ہو جانے سے مسلم لیگیوں کا پارہ آسمان پر
چڑھ گیا اور وہ اپنے قول و اقرار اور معاہدوں کو جو انھوں نے پاکستان کے معرض وجود میں
آنے سے پیشتر گورنمنٹ برطانیہ اور کانگریس سے کئے تھے پس پشت ڈال دیا یہی نہیں
بلکہ ان معاہدوں کو خاک میں ملا دیا۔ مثلاً انھوں نے صدہا مرتبہ تحریراً اور تقریر میں اقرار کیا
تھا کہ پاکستان میں اقلیت کو اکثریت کے برابر حقوق ہوں گے۔ وہ اقلیت اور اکثریت
میں قطعی امتیاز نہیں کریں گے اور اکثریت کا فرض ہو گا کہ وہ اقلیت کی ہر طرح سے
ان کی جان و مال کی حفاظت کرے۔ لیکن ۱۶ اگست کے بعد حکمرانی کے اختیارات
حاصل کرتے ہی انھوں نے کیا کیا اور اب کیا کر رہے ہیں۔ نادر شاہ نے تو ۲۴ گھنٹے
کا قتل عام کا حکم دہلی میں نافذ کیا تھا۔ لیکن انھوں نے پاکستان میں پاکستانی علاقہ
کو ہندوؤں اور سکھوں سے خالی کرانے کے لئے ایسی نادر شاہی مچائی کہ خدا حافظ۔
یعنی لاکھوں ہندو اور سکھوں کو تہ تیغ کر دیا۔ اور لاکھوں ہندو اور سکھ اپنی جان ہتھیلی
پر رکھ کر مشرقی پنجاب اور یو۔پی میں پناہ لینے کے لئے مجبور ہوئے۔ انھوں نے نہ
صرف ہندوؤں اور سکھوں کو ان کے آبائی وطن سے بندوق اور تلوار کے زور سے
نکال دیا بلکہ ان کی تمام ملکیت پر قبضہ کر لیا۔ ان کے مکانات چھین لئے اراضیات
ضبط کر لیں۔ ان کے زیورات اور نقدی انھیں ساتھ لے جانے کی اجازت نہ دی۔

یہاں تک کہ اُن سے سفر میں کھانے کی روٹیاں اور بچوں کے پانی پینے والے گلاس تک چھین لئے۔ یہ سلوک ہے جو پاکستانی مسلمانوں نے ہندوؤں اور سکھوں سے کیا ہے۔ اور اب ان ہندوؤں اور سکھوں کے دل میں مسلمانوں کے متعلق جو جذبات ہوں گے ناظرین خود ہی اس کا اندازہ لگالیں۔ اگر کوئی شخص دوسرے شخص سے اس کی دوکان اس کا مکان۔ اس کی زمین اور اس کی تمام عمر کی کمائی چھین لیتا ہے اور ان کی عورتوں اور لڑکیوں کی بے حرمتی کرتا ہے اس شخص کا پہلے شخص کے ساتھ کس قسم کا سلوک ہوگا لیکن جہاں لاکھوں آدمی لاکھوں آدمیوں کی نقدی۔ زیورات۔ مکانات اور اراضیات چھین لیتے ہیں ان آدمیوں کا اپنے غاصبوں کے ساتھ کیا سلوک ہوگا یعنی وہی جو مشرقی پنجاب کے ہندوؤں اور سکھوں نے مشرقی پنجاب کے مسلمانوں سے کیا ہے۔ یہ سلوک ہماری رائے میں بیس گنا زیادہ خراب ہوتا اگر مہاتما گاندھی جی اور مسٹر نہرو جی اپدیش اور قانون کے دباؤ سے لوگوں کو انتقام لینے کے لئے منع نہ کرتے۔ اور لوگوں کو انتقام سے روکنے کے لئے ان پر گولیاں نہ چلائی جاتیں۔

جو حقیقت ہم اس وقت کانگریس گورنمنٹ اور لیگی گورنمنٹ کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ اول مسلم لیگی گورنمنٹ نے اپنے عہد و پیمان و قول و قرار کے خلاف ہندوؤں اور سکھوں پر مصائب کا پہاڑ گرا کر اور انھیں پاکستان سے نکال کر ہندوستان میں پناہ لینے کے لئے مجبور کیا۔ دوئم ان کی ہر قسم کی جائداد ضبط کرلی چنانچہ جو ہندو اور سکھ مغربی پنجاب سے مشرقی پنجاب میں داخل ہوئے ہیں وہ قریباً ۵۰ لاکھ ایکڑ آراضی درجہ اول سے محروم کئے گئے اور ان کو اس کے عوض قریباً ۲۵ لاکھ ایکڑ زمین جو مشرقی پنجاب سے مغربی پنجاب میں ہجرت کرنے والے مسلمانوں نے چھوڑی ہے ملی ہے یعنی قریب نصف آراضی اور وہ بھی ادنیٰ قسم کی۔ کیا گورنمنٹ نے کوئی انتظام کیا ہے کہ ان ہندوؤں اور سکھوں کو جنھوں نے پچاس لاکھ ایکڑ زمین مغربی پنجاب میں چھوڑی ہے انھیں ۵۰ لاکھ ایکڑ زمین اپنی آراضی کے عوض حاصل ہوسکے۔ کیا گورنمنٹ ہندوؤں اور سکھوں کو اس جائداد کے عوض جو انھوں نے مغربی پنجاب میں

چھوڑی ہے مشرقی پنجاب میں اُتنی قدر جائداد دے گی۔ کیا اربوں روپیہ کی رقم کا نقصان جس کا مغربی پنجاب کے ہندوؤں اور سکھوں کو متحمل ہونا پڑا ہے گورنمنٹ ہند پاکستانی گورنمنٹ سے وصولی کا مطالبہ کرے گی کیونکہ اس تمام نقصان کی ذمہ دار پاکستانی گورنمنٹ ہے جس نے ہندوؤں اور سکھوں کو مجبور کیا کہ وہ اپنا آبائی وطن ہمیشہ کے لئے ترک کر دیں اس تمام نقصان کی تلافی کیونکر ممکن ہے؟ صرف اس صورت میں جبکہ ہندوستان سے زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو پاکستان جانے کی اجازت دی جائے اور کسی شخص کو خواہ وہ کسی صوبہ کا رہنے والا ہو جانے سے نہ روکا جائے۔ لیکن مہاتما گاندھی جی اور پنڈت نہرو جی مسلمانوں کو ہجرت کرنے سے روکتے ہیں۔ اس صورت میں ہندوؤں اور سکھوں کے نقصان کی تلافی کبھی نہیں ہو گی اور ان کے سینہ میں مسلمانوں اور گورنمنٹ ہند کے خلاف غصہ اور ناراضگی کے جذبات برابر سلگتے رہیں گے اور نہ پاکستانی حکومت جو دیوالیہ ہے اس نقصان کی تلافی کر سکتی ہے۔

ہندوستان کے جملہ صوبوں کے کثیر تعداد مسلمانوں نے پاکستان کی تحریک کی کامیابی میں حصہ لیا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ مسٹر جناح۔ نواب اسمٰعیل خاں، چودھری خلیق الزماں وغیرہ صاحبان ہندوستان کے اُن صوبوں کے باشندے ہیں جہاں مسلمانوں کی قلت ہے اور جہاں ہندوؤں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اب مسٹر لیاقت علی خاں کہہ رہے ہیں کہ وہ مشرقی پنجاب کے علاوہ ایک بھی مسلمان کو پاکستان میں پناہ نہ دیں گے اب سوال پیدا ہوتا ہے اگر ہندوستان کے مسلمان پاکستان میں نہیں جائیں گے یا ان کو پاکستان میں داخل نہ ہونے دیا جائے گا تو ہندو اور سکھ جو مغربی پنجاب سے مشرقی پنجاب میں داخل ہوئے ہیں وہ اپنی اراضیات کے عوض آراضی کہاں سے لیں گے؟ اور ہندوستان کی کثیر آبادی آراضیات کی کمی ہونے کے باعث فاقوں نہیں مرگئی۔ اس تقسیم سے ہندوؤں اور سکھوں کی ہر طرح سے حق تلفی ہوئی ہے اور وہ مظلوم و ستم رسیدہ ہیں۔ اس وجہ سے ان کے غصہ اور انتقام کے جذبات برابر مشتعل رہیں گے۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ اچھی زمین کے عوض اچھی زمین دی جائے اور اسی قدر زمین دی جائے

جس قدر ہندوؤں اور سکھوں سے چھین لی گئی ہے دوئم ان کی جائداد جس سے انھیں محروم کیا گیا ہے اس کی کل قیمت پاکستانی حکومت اس کے معماروں اور معاونوں اور بزرگوں سے وصول کیجائے جو اس مہیب شرارت فتنہ و فساد کے بانی اور مددگار تھے۔ یہ انصاف ہے اور انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ شرارت کرنیوالوں اور مفسدہ پردازوں کے سروں پر انکی شرارتوں اور فتنہ انگیزیوں کا بار ڈالا جائے۔

ہم خوب جانتے ہیں کہ مہاتما گاندھی جی بڑے نیک۔ دریادل اور رحیم ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ نہرو بڑے حوصلہ مند اور متحمل مزاج ہیں۔ وہ اپنی شخصی جائداد جیسے چاہیں قوم اور ملک کی خاطر نثار کر سکتے ہیں لیکن ہماری رائے میں ان کا یہ حق نہیں ہے کہ وہ مغربی پنجاب کے ہندوؤں اور سکھوں کو زبردستی اربوں روپیہ کا نقصان برداشت کرنے کے لئے مجبور کریں۔ انکے نقصان کی تلافی اس صورت میں ممکن ہے جب وہ ہر ممکن طریق سے ہندوستان کے مسلمانوں کو ہندوستان سے ہجرت کرنے کے لئے تیار کریں تاکہ ہندوؤں اور سکھوں کو اپنی جائداد کا عوض مل سکے اور ان کے نقصان کی تلافی ہو جائے۔

ہماری رائے ہے کہ نہرو گورنمنٹ ہندوستان کی بہترین ہستیوں پر مشتمل ہے اور جو خدمات کانگریس نے گذشتہ ساٹھ سال کے عرصہ میں کی ہیں ان کا اعادہ ممکن نہیں۔ لیکن نہرو گورنمنٹ کی پشت پر ۹۰ فی صدی ہندو اور سکھ تھے۔ اگر ہندوؤں اور سکھوں کے جائز اور مبنی بر حق مطالبات کو ٹھکرا کر انھیں مایوس اور ناراض کیا گیا تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ آئندہ انتخاب میں کانگریس کو کثرت اور تقویت نصیب نہ ہو گی جو اس وقت انھیں حاصل ہے یعنی لوگوں کا کانگریس میں اعتماد اور رسوخ بہت کم ہو جائے گا اور وہ مسٹر سرور کر اور سردار تارا سنگھ کی پارٹی کے ساتھ اپنی رائیں دیں گے۔ لوگوں کے مبنی بر حق جذبات اور منصفانہ مطالبات کو پاؤں تلے روند ڈالنا درست نہیں اور مجرموں اور قصور واروں کی حد سے زیادہ حوصلہ افزائی کرنا خودکشی کے مترادف ہے ہم نے جو کچھ کانگریس کی بہتری کے لئے خیال کیا ہے اُسے درج کر دیا۔ دوسرے الفاظ میں کانگریس کی ہستی

رسوخ اور موجودہ اقتدار کو قائم رکھنے کے لئے لازمی ہے کہ ہندوستان کی آبادی کی اکثریت کے جذبات اور ان کے منصفانہ مطالبات کو پاؤں تلے نہ روندا جائے اور ان کے ساتھ انصاف کیا جائے۔ ان پر پاکستانی حکومت نے اس قدر ظلم وستم کیا ہے کہ وہ اپنے جانی اور مالی نقصانات نیز اپنے لاانتہا مصائب سے دیوانہ ہوگئے ہیں۔ اور وہ ہندوستان کی حکومت سے اس لئے غیر مطمئن ہیں اور ان کی رائے میں گورنمنٹ ہند نے ان کی جیسی چاہیئے دستگیری نہیں کی نہ انھیں مغربی پنجاب سے مشرقی پنجاب میں صحیح سلامت پہونچایا ہے اور نہ پاکستانی حکومت اور پاکستانی باشندوں کے قتل عام وکشت وخون سے پناہ دی ہے اور نہ ہندوستان میں پہونچنے پر ان کے نقصانات کی تلافی کا کوئی معقول انتظام کیا ہے اور نہ ہندوستان کے رہنے والے مسلمانوں کو جنھیں ہندوستان کی زمین سے خود بخود رخصت ہونا چاہیئے تھے رخصت ہونے میں حوصلہ افزائی کی ہے بلکہ انھیں بار بار کہا جا رہا ہے کہ وہ ہندوستان میں قیام کریں۔ ہندوستان چھوڑ کر پاکستان نہ جائیں اور یہ وہی لوگ ہیں جو ہندوستان کی حکومت نیست ونابود کرنے کے لئے جگہ جگہ سازشیں کر رہے ہیں اور پچاسوں مقامات پر ان کے گھروں سے بھاری بھاری تعداد میں اسلحہ جات یعنی لاکھوں کی تعداد میں کارتوس۔ بندوقیں۔ رائفلیں۔ بم۔ تلوار۔ خنجر اور بھالے برآمد ہوئے ہیں۔ گورنمنٹ ان لوگوں کی رکشا کرنے کے لئے وفادار ہندوؤں اور سکھوں پر گولیاں چلانے کا حکم دے دیتی ہے لیکن وفادار اور امن پسند مظلوم اور ستم رسیدہ ہندوؤں اور سکھوں کی دستگیری کرنے کے لئے مناسب کارروائی نہیں کرتی۔ جس سے ہندوؤں اور سکھوں کے دلوں میں گورنمنٹ وقت کے خلاف ہیجان اور ناراضی پھیل رہی ہے اور وہ اس کی موجودہ پالیسی سے غیر مطمئن ہیں۔ اس ناراضی۔ بے چینی اور بے اطمینانی کو دور کرنا گورنمنٹ کا فرض ہے۔

اب ہندوؤں اور سکھوں کا حال سنئے۔ جب ہندوؤں اور سکھوں نے دیکھا کہ وہ کثیر تعداد مسلمانوں کا جن کے پاس ہر قسم کے اسلحہ ہیں اور جن کی پشت پر

مسلم نیشنل گارڈ۔ مسلم پولیس اور مسلم ملٹری سے مقابلہ نہیں کر سکتے" تو انھوں نے جیسے تیسے جان بچا کر بھاگنا ہی مناسب سمجھا۔ انھوں نے اس مقولہ پر عمل کیا "جان بچی تو لاکھوں پائے"۔ چنانچہ جو کچھ جس کے ہاتھ آیا لے کر چلتا بنا۔ لیکن راستہ میں ایک جگہ نہیں بلکہ دس مقامات میں لٹیرے اور ڈاکو اور "تلاشی" لینے والی پولیس اور ملیٹری موجود تھی۔ جنھوں نے مال غنیمت سمجھ کر جو کچھ جس سے ملا چھین لیا۔ ہمارے ایک رشتہ دار کہتے تھے کہ وہ ایک پولیس افسر کو دس ہزار روپیہ دیکر اپنے بال بچوں اور مال وزر کو لے آئے ہیں۔ اگر وہ اپنے مکانات اور کارخانہ جات کو دہلی یا یو۔پی میں اٹھا کر لا سکتے" تو وہ بیس ہزار روپیہ مزید پولیس افسر کو نذر کرنے کے لئے تیار تھے۔ ہم نے سُنا ہے کہ بخشی ٹیک چند اور جسٹس رام لال سے آدمیوں کو "تلاشی لئے" بغیر پاکستان سے نہیں نکلنے دیا گیا پھر عام آدمیوں کے ساتھ لیگی گورنمنٹ نے جو سلوک کیا ہوگا ناظرین قیاس کر سکتے ہیں۔

جو ہندو اور سکھ مغربی پنجاب سے بھاگ کر مشرقی پنجاب میں جان بچا کر پہونچے ان کے دلوں میں مسلمانوں کی جانب کیا جذبات ہوں گے۔ ناظرین خود اندازہ لگالیں اور مشرقی پنجاب کے رہنے والے ہندوؤں اور سکھوں کو جن کے رشتہ دار مغربی پنجاب میں سے تھے مارے گئے یا لوٹ لئے گئے جب حالات سے آگاہی ہوئی ہوگی ان کے دلوں کو کیسا صدمہ ہوا ہوگا۔ چنانچہ ان تمام لوگوں کے دل مسلمانوں کے ظلم وستم کی داستان سننے یا اپنے او پر برداشت کرنے کی وجہ سے بھڑکے ہوئے تھے۔ یہ لوگ جذبۂ انتقام سے بھر گئے۔ چنانچہ جیسے مسلمانوں نے مغربی پنجاب میں ہندوؤں کا کشت وخون کرنا اپنا وطیرہ بنایا ہوا تھا اور ان کا مال لوٹ لینا ثواب سمجھا۔ ایسے ہی مشرقی پنجاب کے غیر مسلم لوگوں نے مسلمانوں کے ساتھ اینٹ کا جواب پتھر سے دینا درست خیال کیا۔ مغربی پنجاب کے مسلمان زر کی خاطر اسلام سے گر کر درندہ بن گئے اور مشرقی پنجاب کے ہندو انتقام سے اندھے ہو کر وحشی ہو گئے۔ گو یا دونوں کا درجہ مساوی ہو گیا۔

یہ امر قدرتی ہے کہ مغربی پنجاب سے جو ہندو اور سکھ زندہ بچ کر دہلی یا یو پی

میں آئے گا وہ مغربی پنجاب کا رونا روئے گا اور جو مسلمان مشرقی پنجاب کے کشت وخون
سے بچ کر مغربی پنجاب یا پاکستان میں زندہ بچ کر پہونچے گا وہ اپنی مصیبت اور گریہ وزاری
کی داستان بیان کرے گا۔ اس لئے ہندوؤں اور مسلمانوں کے کانوں میں فقط
یک طرفہ رپورٹ پہونچی ہے۔ لہذا فریقین یعنی ہندو اور مسلمان لیڈران فریق ثانی
کے کشت وخون اور زیادتیوں کا ذکر زبان پر لاتے ہیں اور اخبارات میں شائع
کراتے ہیں اور انھیں ان کارروائیوں کا علم نہیں جو ان کے اپنے ہم مذہب آدمیوں
نے غیر مذاہب کے لوگوں کے اوپر روا رکھے ہیں۔ اس غلط فہمی کی وجہ سے فریقین
فریق مخالف کے لیڈران کو ریاکار۔ جھوٹا یا ہٹ دھرم خیال کرتے ہیں۔

اس مضمون میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے لئے مطلب کی بات یہ ہے کہ ہندو
اور مسلمان دونوں خدا کے بندے ہیں۔ دونوں سے غلطیاں ہوئی ہیں۔ دونوں کی
حالت درست ہونے کے لئے لابدی ہے کہ دونوں اپنی اپنی اصلاح کریں۔ دونوں
اپنے اپنے نقائص اور عیوب دور کرنے کی فکر کریں اور جس قدر زور فریق ثانی
کی برائیوں اور بدکرداریوں کو طشت از بام کرنے پر صرف کیا جاتا ہے اگر اس سے
آدھا زور ذاتی اصلاح اور سدھار پر دیا جائے تو دونوں کی حالت بہت جلدی
سدھر سکتی ہے۔ مسلمانوں نے غیر مسلم کو پنجاب سے نکالنے کی غلطی کی، اور وہ
درندہ سیرت بن گئے۔ اس کا اثر ہندوؤں پر ایسا مکروہ ہوا کہ وہ بھی درندہ صفت
بن گئے۔ اگر ہندو چاہتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کو اخلاق۔ دھرم۔ راستی اور
راستبازی میں اونچا کردیں تاکہ وہ ان کے ساتھ زیادہ ایمانداری اور شرافت
سے پیش آئیں تو ان کے لئے بہترین راستہ یہ ہے کہ وہ خود زیادہ بااخلاق دھرماتما
ایماندار اور راستباز بن جائیں۔ تھوڑے عرصہ بعد خود بخود مسلمانوں میں تبدیلی
واقع ہوگی۔ اسی طرح اگر مسلمانوں کی خواہش ہے کہ ان کے ہندو ہموطن اوصاف
حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ کے مالک بن جائیں تو انھیں اپنے اندر یہ اوصاف پیدا
کرنے چاہئیں۔ ایسا کرنے سے دونوں کا اخلاقی اور دھارمک معیار زندگی بلند ہوجائیگا۔

ان صفحات میں ہم نے وہ خیالات حاضرین کے لئے پیش کئے ہیں جو ہم نے اپنے دوستوں سے جو مغربی پنجاب سے یہاں پہونچے ہیں سُنے ہیں۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ہمیں سخت تکلیف اور رنج ہوا کہ ہماری اور ہمارے نہایت نزدیکی رشتہ داروں کی لاکھوں روپیہ کی جائداد مغربی پنجاب میں تلف ہو گئی لیکن ہم نے اپنی طرف سے کوشش کی ہے کہ ہم جو کچھ اس کتاب میں لکھیں وہ ایسی بات ہو۔ وہ ایسی حقیقت ہو جس کو تسلیم کرنے سے کوئی انکار نہ کر سکے یعنی ایسی صداقت جو زمانہ حال و زمانہ مستقبل میں ہر کسی کو منظور اور مقبول ہو اور جس کو اپنا لینے سے ہندو بہتر ہندو اور مسلمان بہتر مسلمان بن جائیں اور وہ آپس میں شریف انسانوں کی طرح زندگی بسر کرنا سیکھ جائیں۔ ہمارا خیال ہے وہ وقت دور نہیں جب ہندوؤں اور مسلمانوں کو مالک عقل سلیم عطا کریگا اور دونوں اپنا فائدہ اور دونوں اپنی بھلائی۔ اتحاد۔ تعاون اور شرکت عمل میں تصور کریں گے۔ برطانوی تعلیم کا زہر اس کشت وخون سے ان کے جسموں سے خارج ہو جائے گا اور وہ سچے محب الوطنوں کے زاویہ نگاہ سے ہر معاملہ پر غور وخوض کرنا سیکھیں گے۔ ان کی فرقہ دارانہ ذہنیت چند روز کی مہمان ہے۔ ان کی سمجھ میں یہ بات اچھی طرح آجائے گی کہ ہندوستان یعنی ہندوؤں اور مسلمانوں کی مالی۔ جسمانی۔ ذہنی اور اخلاقی ترقی کا دارومدار ان کی متحدہ قومیت۔ یک جہتی اور اتفاق پر ہے۔ جب تمام ہندوستان متحد ہے تو اس کا تمام یورپ اور تمام امریکہ کچھ بگاڑ نہیں سکتا لیکن اگر ہندوستانیوں میں آپس میں اتفاق نہیں تو وہ افغانستان بلوچستان اور ایران اور دیگر غیر ملکوں کے دشمنوں کا آسانی سے شکار بن سکتے ہیں۔ جیسا کہ زمانہ گذشتہ میں ہوا یا اگر ان پر کوئی بیرونی حملہ آور حملہ نہ بھی کرے تو وہ آپس میں لڑ کر تباہ ہو جائیں گے جیسا کہ گذشتہ چند ماہ کے واقعات بتاتے ہیں۔ اس لئے ان کی بہتری اور بہبودی

ان کی زندگی اور سلامتی مقتضی ہے کہ وہ آپس میں شیروشکر ہو جائیں کہ انھیں کوئی جدا نہ کر سکے اور نہ انھیں کوئی نقصان پہونچا سکے۔ امید ہے کہ ہمارے ناظرین اس کتاب میں جو حق کی بات ہے اسے ضرور قبول کریں گے اور وہ اس سچائی کو عوام تک پہونچائیں گے جیسے ہنس دودھ کو پانی سے جدا کر کے دودھ پی لیتا ہے اور پانی چھوڑ دیتا ہے۔

مالک کا انصاف ضرور ایک دن رنگ لائیگا

اس وقت ظالم اپنی طاقت کے نشہ میں مخمور ہیں اور وہ ہر قسم کی زبوں حرکات اور بدکرداریوں کے مرتکب ہو رہے ہیں کیونکہ انھیں ایسا کرنے میں اپنا فائدہ معلوم ہوتا ہے۔ وہ ہندوؤں اور سکھوں کو کافر خیال کرتے ہیں اس لئے ان کا ہلاک کرنا انکی نگاہوں میں ثواب ہے۔ ان کا مال و زر لوٹ لینا ان کے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ روپیہ کمانے میں بڑی محنت اور مشقت کرنی پڑتی ہے لیکن اب وہ روپیہ یا دولت تلوار کے ایک جھٹکے سے حاصل کر رہے ہیں اس لئے یہ لوگ بڑی سرعت۔ بیدردی اور بے رحمی سے مغربی پنجاب میں ہندوؤں اور سکھوں کو ہلاک کر رہے ہیں۔ جس شخص نے حضرت محمد صاحب پر حملہ کر کے آپ کے دندانِ مبارک شہید کئے تھے وہ اپنے کو بڑا بہادر خیال کرتا تھا۔ جن شخصوں نے خلفائے راشدین کو اذیتیں پہنچائیں اور شہید کیا تھا وہ بھی اپنی بدکرداریوں پر نادم نہ تھے نہ یزید کو حضرت امام حسین علیہ السلام اور انکے اکہتر رفیق و انصار اور بیٹے بھانجے بھتیجے جن میں ایک چھ مہینہ کا شیر خوار بھی تھا کو شہید کرنے میں افسوس اور دکھ ہوا تھا لیکن اب تمام مسلمان ان سفاکوں اور ظالموں پر لعنت بھیجتے ہیں۔ ہماری رائے ہے کہ ایک دن آئے گا جب ہندوستان کے مسلمان اپنے لیڈروں پر جنھوں نے لاکھوں ہندوؤں اور مسلمانوں کو بے گھر بنا دیا اور ان کی پشتہاپشت

کی مقبوضہ جائداد۔ آراضیات۔ مکانات سے محروم کر کے جلاوطنی کی خاک چھاننے پر مجبور کیا ملعون قرار دیں گے۔ اپنے وطن کی جدائی ہر شخص کو شاق گذرتی ہے اور کوئی اپنے وطنِ مالوف سے خوشی سے جدا ہونا نہیں چاہتا۔ لیکن جب لاکھوں آدمیوں کو وطن ترک کرنے پر مجبور کیا جائے ان کے دل کی کیا کیفیت ہوگی اور اُن کے دل میں اس تحریک کے بانی و محرک کی جانب کیا خیالات ہوں گے ناظرین قیاس کر لیں۔ جو شخص پاکستان کی سکیم کو پایۂ تکمیل تک پہونچانے کے لئے میدان میں آیا۔ اس شخص کی اس کارروائی سے ہندوؤں اور مسلمانوں کو کس قدر مصائب و نوائب کا شکار ہونا پڑا۔ اس کی اس کارروائی سے ملک پر کس قدر تباہی اور بربادی آئی۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے جذبات کو کس قدر ٹھیس لگی۔ کس قدر مردوں اور عورتوں کی آنکھوں سے آنسو نکلے اور ان کے کلیجے پھٹ گئے اور دل زخمی ہو گئے بیان نہیں ہو سکتا اور اس سکیم کے عملی جامہ پہننے میں جو ناقابل برداشت مصیبت و آفت بندگان خدا کو برداشت کرنی پڑی۔ اسکا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ ایک شخص کو ایک روز کی جلاوطنی بھی شاق گذرتی ہے لیکن اگر لاکھوں آدمیوں کو ایک صوبہ سے دوسرے صوبہ میں جلاوطن کیا جائے تو ان کے رنج و غم کا اندازہ لگانا ممکن نہیں۔

جس شخص نے لاکھوں بندگانِ خدا کو اپنا وطن ترک کرنے پر مجبور کیا کہ وہ زہر کا پیالہ پئیں کیونکہ زبردستی کی جلاوطنی زہر کے پیالہ سے کم تلخ و کڑوی نہیں ہوتی زہر کا پیالہ پی لینے کے بعد آدمی اس دنیا کے سُکھ دُکھ سے آزاد ہو جاتا ہے۔ لیکن جلاوطنی کی شب و روز کی تکلیف خاص کر جبکہ مفلسی سر پر سوار ہو بے حد تکلیف دہ ہے چنانچہ جن ہندوؤں کو مسلم لیگیوں نے مغربی پنجاب سے ہجرت کرنے پر مجبور کیا ان کو مفلس اور قلاش بنا کر روانہ کیا۔ ان کا تمام مال و متاع چھین لیا اس لئے انھیں تیسوں دن اور بارہ مہینے اپنی جلاوطنی۔ کشٹ و کلیش کی حالتوں میں سے گذارنی پڑی جس سے ان کی مصیبت اور بڑھ گئی۔ اب آپ خود ہی اس شخص کے گناہوں کا اندازہ لگا لیں جس نے لاکھوں بندگان خدا کے دُکھ اور مصیبت کا پیالہ لبریز کر دیا۔ لیکن ہماری رائے میں جو سب سے بڑا گناہ اس شخص یا اشخاص نے کیا ہو

اس سکیم کے بانی مبانی تھے یہ تھا کہ انھوں نے ہزاروں نہیں بلکہ کروڑوں دلوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا۔ خدائے تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے فرمایا تھا جس کو مولانا روم رحمۃ نے نظم کیا ہے ؎

تو برائے وصل کردن آمدی
نے برائے فصل کردن آمدی

یعنی اے موسیٰ ہم نے تم کو زمین پر جدائی و افتراق کے لئے نہیں بھیجا تھا بلکہ وصل اور اتفاق کے لئے بھیجا تھا۔ لیکن پاکستان کی تحریک کے محرکوں نے لاکھوں یا کروڑوں ہندو دل اور مسلمانوں کو اُن کے دلوں کو ایک دوسرے سے الگ اور جدا کر دیا۔

حضرت مسیح کا قول ہے "مبارک ہیں صلح کرانے والے کیونکہ وہی مالک کے بچے ہیں" دوسرے الفاظ میں جو لوگ نوع انسان کے درمیان صلح و محبت نہیں بلکہ نفرت و کدورت۔ بغض اور دشمنی کا بیج بوتے ہیں وہ خدائے تعالیٰ کے بچے نہیں بلکہ شیطان کے بندے ہیں۔ وہ اس دنیا میں خدائی بادشاہت کی بشارت نہیں دیتے بلکہ فرعونی احکام کی منادی کرتے ہیں۔ اور فرعونی آئین کی تعمیل کرتے ہیں۔ اور تعمیل کراتے ہیں۔ پس مسلم لیگ نے ہندو اور مسلمانوں کو جدا کر کے خدائی احکام کی خلاف ورزی کی ہے مذکورہ بالا پیغام حضرت مسیح کا ہے جن کو حضرت محمد صاحب بھی خدا کا پیغمبر تسلیم فرماتے ہیں حضرت موسیٰ کو بھی حضرت محمد صاحب پیغمبر تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کا حسبِ ذیل ارشاد ہے :-

"تو قتل نہ کر۔ تو چوری نہ کر۔ تو دوسرے کا مال و دولت۔ عورت۔ گائے بیل مت چھین۔ تو کسی پر سختی اور تشدد نہ کر۔ تو ظلم و ستم سے باز آ"

حضرت مسیح مہاتما گاندھی جی سے بھی بڑھکر عدم تشدد۔ صلح و آشتی کے حامی تھے۔ وہ اس قسم کی زبوں حرکات جو مسلم لیگ کے پیرووُں سے ظہور میں آئی ہیں کیسے پسند کر سکتے تھے۔ حضرت مسیح اور حضرت موسیٰ اور حضرت محمدؐ کا جو فتویٰ مسلم لیگیوں کے خلاف ہوگا ناظرین خود غور کر سکتے ہیں۔ قادر مطلق مالک کا انصاف کیا رنگ

لائے گا۔ اس مضمون پر کچھ تحریر کرنا بڑا مشکل ہے۔ لیکن جہاں تک ہم نے مہاپرشوں کے بچن سُنے اور پڑھے ہیں اور تمام مذاہب کی مقدس کتب کا مطالعہ کیا ہے نیز جہاں تک ہم نے دنیا کی تاریخ سے سبق سیکھا ہے وہ یہ ہے کہ دنیا میں دو راستے ہیں ایک نیکی اور دھرم کا اور دوسرا بدی اور ادھرم کا۔ پہلے راستہ پر چل کر سکھ و آرام ملتا ہے اور دوسرے راستہ پر چلنے سے دُکھ و تکلیف ہوتی ہے۔ دھرم کا راستہ سکھاتا ہے کہ اپنا تن من دھن دوسروں کو سکھ پہنچانے کے لئے قربان کر دو۔ راہ راست پر چلو خواہ اس راہ پر چلنے کے لئے تم کو کسی قدر تکلیف و دکھ کا تحمل ہونا پڑے۔ دوسروں کی خاطر اپنا فائدہ اور سکھ قربان کر دو اور کسی صورت میں دوسروں کو تکلیف و دکھ نہ دو۔ دوسروں کی چوری مت کرو۔ دوسروں کا دھن مت لوٹو۔ دوسروں کی بیوی بچوں اور مال مویشی کو غصب مت کرو۔ دوسروں سے کڑوا مت بولو۔ دوسروں کو گالی مت دو۔ قتل مت کرو۔ جھوٹ۔ فریب۔ بے ایمانی۔ مکاری اور ریا کاری سے دوسروں کا سرمایہ ہضم مت کرو۔ الغرض تمام مذاہب نے اس قسم کے اعلیٰ اصولات کی پیروی کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ مہاتما بدھ۔ جین دھرم کے مہابیر سوامی۔ موسیٰ مسیح اور محمدؐ و دوسرے پیغمبروں اور نبیوں کا بھی یہی فرمان ہے اور اسی شخص کی عبادت بھی منظور اور مقبول ہو سکتی ہے جو ان بنیادی مذہبی اصولوں کی پیروی کرتا ہے اور اپنی عملی زندگی ان کے مطابق بناتا ہے۔ ایسے شخص کے لئے دنیا میں سکھ و شانتی ہے اور عاقبت میں سرخ روئی اور وصل خدا۔ لیکن جو شخص ان اصولوں کے خلاف عمل کرتا ہے وہ مردود ہے۔ اسے نہ اس دنیا میں چین۔ اطمینان اور شانتی حاصل ہے اور نہ عاقبت میں سکھ و راحت ممکن ہے۔

دوسرے راستہ پر چلنے والا ہٹلر کی طرح فاتح ثابت ہو۔ ممکن ہے وہ خداوندانِ جاپان کی طرح چند ماہ کے اندر ایشیا کے متعدد ممالک پر قبضہ کر لے لیکن جب اُس کے گناہوں کا پیالہ لبریز ہو جاتا ہے وہ ڈوب جاتا ہے۔ آم کا پیڑ

اور انگور کی بیل بڑی آہستہ آہستہ بڑھتی اور پھل لاتی ہے لیکن جنگلی جھاڑیاں فوراً چاروں طرف پھیل جاتی ہیں۔ کانگریس گذشتہ ۶۰ سال سے برابر اپنی سرگرمیوں میں منہمک رہی۔ کانگریس کے لیڈروں اور پیروؤں کو پولیس اور فوج نے بیسوں مرتبہ ڈنڈوں سے پیٹا اور ان پر گولیاں چلائیں لیکن کانگریس نے ہمیشہ صبر۔ شانتی اور عدم تشدد سے کام لیا۔ آپ کہیں گے کانگریس اس وقت بے بس و بیکس تھی۔ وہ طاقت سے محروم تھی لیکن اس وقت تو کانگریس کے پاس طاقت ہے۔ اس وقت کانگریس گورنمنٹ کی نرمی۔ رحمدلی۔ حد سے زیادہ انصاف پسندی وغیر جانبداری کی پالیسی سے ۹۰ فیصدی ہندو اور سکھ غیر مطمئن اور سخت ناراض ہیں کہ ان کے ہم مذہب ہزاروں کی تعداد میں قتل کئے جاتے ہیں اور جو زندہ بچ کر مشرقی پنجاب میں آتا ہے۔ اس کی حالت ایک فقیر یا گدا سے بہتر نہیں ہوتی۔ لیکن کانگریس ہر روز ہزاروں مسلمانوں کو ہندوستان سے اپنی فوج کی حراست میں مغربی پنجاب میں صحیح سلامت پہنچا رہی ہے۔ برعکس اسکے پاکستانی گورنمنٹ لاٹھی۔ تلوار۔ بلم۔ گولی اور بم کے زور سے ہندوؤں کو ان کے مکانات اور شہروں سے زبردستی نکال رہی ہے۔ کانگریس گورنمنٹ مسلمانوں کو کہتی ہے "ہندوستان کو ترک مت کرو۔ خواہ یہ لوگ غدار۔ بیوفا اور نمک حرام کیوں نہ ہوں۔ لوگ کہتے ہیں۔ جب ملک دو حصوں میں تقسیم کر لیا گیا اور ہندوؤں کو فوجی طاقت کے زور سے پاکستان سے نکال دیا گیا۔ پھر مسلمانوں کو ہندوستان میں رہنے کا کیا حق ہے کیوں ان لوگوں کو پاکستان بھیج نہ دیا جائے۔ کیوں ان کو بھی اسی حالت میں پاکستان کا راستہ نہ دکھلایا جائے۔ جس حالت میں پاکستانی حکومت ہندوؤں اور سکھوں کو مشرقی پنجاب بھیج رہی ہے۔ القصہ ان لوگوں کے غم و غصہ کے جذبات کا بیان کرنا بڑا مشکل ہے۔ لیکن ہماری رائے ہے کہ کانگریس کی پالیسی جس میں خدا ترسی۔ رعیت پروری۔ رحمدلی کا عنصر پایا جاتا ہے درست ہے۔ بد دل کے ساتھ نیکی کرنا بہادری ہے۔ اور نیک آدمی ابتدائے آفرینش

سے بدوں کے ساتھ نیکی کرتے آئے ہیں۔ اور اب بھی نیک آدمی بدوں سے نیکی ہی کرتے ہیں اور نیکی ہی کرنی چاہیئے۔ خدا قادر مطلق ہے وہ بدوں کو سزا دے سکتا ہے اور وہ ان کو ضرور سزا دے گا۔ اور اگر وہ اب خاموش معلوم ہوتا ہے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ اس کی برداشت کی شکتی بے پناہ ہے وہ انتظار کر رہا ہے کہ قصوروار اب توبہ کرتا ہے اب توبہ کرتا ہے اور گناہ سے باز آتا ہے اس لیئے وہ چشم پوشی سے کام لیتا ہے۔ لیکن اگر انسان اپنے گناہ سے باز نہ آیا تو اس کو دیر اوپر ضرور سزا ملے گی۔ اس میں رتی بھر شک نہیں کیونکہ کہا گیا ہے کہ خدا کی چکی آہستہ پیستی ہے مگر باریک پیستی ہے۔ ہمیں صبر سے اس کا انتظار کرنا چاہیئے اور مالک کی موج سے موافقت کرنی چاہیئے۔ جس میں وہ راضی ہے اسی میں ہمیں بھی خوش ہونا چاہیئے۔

مہاتما گاندھی جی اور مسٹر جناح میں فرق

دنیا میں جس قدر مہا پرش ہوئے ہیں ان کی قوت کا انحصار روحانیت پر تھا۔ وہ دینی و دنیوی مشکلات کے وقت اپنے پرم پتا کی طرف دیکھتے تھے کیونکہ وہی ان کا آسرا تھا اور وہی ان کی پناہ تھی۔ اس لیئے بڑی سے بڑی مصیبت یا آفت آنے پر وہ پریشان اور دکھی نہ ہوتے تھے نہ گھبرا کر الٹی سیدھی کارروائی کے مرتکب ہوتے تھے۔ ان کا وشواس تھا کہ مالک ان کا رکشک یا محافظ ہے اور وہ ہر حالت میں ان کی رکشا اور سنبھال کرے گا اس لیئے انھیں اپنی فکر کرنے کی ضرورت نہیں اور جب مالک ان کی رکشا کرنا چاہتا ہے انھیں کوئی مار نہیں سکتا۔ انھیں اپنی زندگی یا جان سے موہ و محبت نہ تھی اس لیئے وہ ہر وقت نشچنت رہے۔ نہ شیروں

کے جنگلوں میں داخل ہونے سے انھیں خوف معلوم ہوتا تھا۔ سانپ اور بچھوؤں کے درمیان زندگی گذارتے ہوئے وہ خوفزدہ نہ ہوتے تھے۔ واضح ہو کہ اکثر انسان جو شکل وصورت میں انسان ہیں سفلی جذبات سے مغلوب ہو کر حیوان بن جاتے ہیں۔ بعض انسان حیوانوں سے بھی بڑھ کر موذی اور ظالم ہیں۔ ہلاکو اور چنگیز خاں اور نادر کے نام آپ نے پڑھے ہوں گے۔ کیا وہ شیروں اور سانپوں سے کم ظالم اور موذی تھے؟ لیکن جو شخص بیسویں صدی میں مسٹر جناح کی صدارت میں اور مسلم کانفرنس دہلی کے اجلاس میں دھمکی دیتا ہے کہ وہ پاکستان کے حصول کے لئے ہلاکو اور چنگیز کے کارناموں (بدکرداریوں) کو مات کر دیں گے اور مسٹر جناح یہ الفاظ سن کر مسکرا دیتے ہیں۔ اس سے آپ مقرر صاحب اور مسٹر جناح صاحب کی ذہنیت اور کیریکٹر کا خود اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ان لیڈروں نے محض دھمکی ہی نہیں دی بلکہ اپنے دعوے کو مغربی پنجاب میں سولہ آنہ سچا ثابت کر دیا۔

مہاتما گاندھی جی ایک شریف انسان ہیں۔ جیسے اول الذکر جن کا تعلق مسلم لیگ سے ہے اپنی روشنی کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ ایسے ہی مہاتما جی کو بھی پورا حق حاصل ہے کہ جو کچھ وہ ٹھیک سمجھتے اور خیال کرتے ہیں اس کے مطابق عمل کریں اور وہ اسکے مطابق عمل کرتے ہیں۔ ایسا کرنے سے خواہ سارا جہان ان کے خلاف ہو جائے وہ اس کی پروا نہیں کرتے۔ یہ اس لئے نہیں کہ وہ مغرور اور متکبر ہیں بلکہ یہ اس لئے کہ وہ اپنے پرماتما کے حکم کے خلاف عمل کرنا گناہ خیال کرتے ہیں۔ ممکن ہے بعض اوقات انسان کو اپنے ضمیر سے صحیح روشنی نہ ملے اور وہ گمراہ ہو جائے لیکن زندگی کے ۹۰ فیصدی معاملات یا امور ایسے ہیں جہاں انسان زندگی کے مسائل کے متعلق آسانی سے صحیح رائے قائم کر سکتا ہے یعنی اس کو کسی فعل کے نیک وبد ہونے کا صاف صاف پتہ لگ جاتا ہے۔ اگر ایسے موقعوں پر انسان نیک راستہ چھوڑ کر بدی کی جانب جھکتا ہے تو یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ اس کے اندر بدی کا عنصر غالب ہے اور وہ اس عنصر سے مغلوب ہے۔ لیکن جو شخص نیکی یا راستی کی جانب جھکتا ہے اس کے اندر نیکی یا

راستی کا عنصر غالب ہے اس لئے یہ شخص نیک یا اچھے افعال کرتا ہے۔ لہذا نیک و بد انسان میں فرق صرف اتنا ہے کہ عام حالتوں میں دونوں کو نیکی و بدی کا یکساں علم ہوتا ہے۔ نوے فی صدی انسان سچ اور جھوٹ۔ ایمانداری اور بے ایمانی۔ پاکیزگی اور ناپاکیزگی۔ روشنی و تاریکی میں فرق جانتے ہیں لیکن تھوڑے انسان ایمان داری پاکیزگی اور راستبازی کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ وہ حرص و ہوس۔ غصہ و انتقام تعصب اور کینہ سے مغلوب نہیں ہوتے مگر کثیر تعداد لوگ ان سفلی جذبات سے مغلوب ہو کر دنیا میں گناہ اور پاپ کی زندگی گذارتے ہیں۔

سینٹ پال نے کہا ہے کہ "جس کام کو میں ٹھیک سمجھتا ہوں وہ میں نہیں کرتا اور جس کو ٹھیک نہیں سمجھتا اس کو کرتا ہوں" یہ نفسانی غلامی ہے۔ مہا پرش نفسانی غلامی سے بالا ہوتے ہیں اور عوام نفس کے غلام ہوتے ہیں۔

دوسری بات جس کی جانب مہا پرش دھیان دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ وہ سچائی کو جھوٹ پر۔ ابدی زندگی کو چند روزہ دنیوی زندگی پر۔ پرماتما کو نفس پر ترجیح دیتے ہیں۔ وہ کسی قیمت پر اپنے دھرم کو تیاگ کر دنیوی نفع یا فائدہ کا لالچ نہیں رکھتے اس لئے مہاتما گاندھی جی ۹۵ فیصدی ہندوؤں کے غصہ اور ناراضگی کا شکار بنے ہوئے ہیں اور ان میں سے اکثر لوگ مہاتما جی کو سیاست سے قطعی نابلد اور ہندو جاتی کا دشمن تصور کرتے ہیں۔ ہماری رائے ہے یہ ان کی غلطی ہے۔ کیونکہ بہترین سیاست اور دھرم جو نوع انسان سے پریم و محبت کی تلقین کرتا ہے اور سب کے ساتھ پریم و محبت۔ انصاف و مساوات سے برتاؤ کرنے کی ہدایت کرتا ہے متضاد نہیں۔ القصہ مہاتما جی کی سیاست اور مہاتما جی کے دھرم میں قطعی اختلاف نہیں کیونکہ دونوں ایک ہی اصول کی تکمیل کا حکم دیتے ہیں۔ یعنی نوع انسان کی بہبودی اور بھلائی اور مالک کے تمام بچوں کو زیادہ سے زیادہ آرام سکھ و شانتی بہم پہونچانے کا انتظام کرنا۔

اس نکتہ کو مدنظر رکھتے ہوئے کانگریس لیڈر اور مہاتما گاندھی جی ہندوستان کی دو حصوں میں تقسیم کے خلاف تھے لیکن جب مسلم لیگ کے لیڈران نے متحدہ ہندوستان

کی سکیم منظور نہیں کی اور برطانوی بیوروکریسی کی امداد سے ملک کے نظم و نسق کو درہم و برہم کرنے لگے اور ہندوستان کے صوبوں میں کھلم کھلا ہندوؤں کے کشت و خون کا بیڑا اٹھا لیا۔ ان حالات سے مجبور ہو کر کانگریس نے پاکستان سکیم کو منظور کر لیا۔

ہم نے نیک آدمیوں یا جن کو مالک کا خوف ہے کا نقطۂ خیال بیان کر دیا۔ اب عام آدمیوں کا زاویۂ نگاہ بیان کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ لوگ عملی زندگی کی مشکلات اور اپنے ذاتی آرام و راحت اور دُکھ و تکلیف کے جذبات سے مغلوب ہو کر اپنے لئے راستہ بناتے ہیں یا عمل کرتے ہیں۔ ان لوگوں پر عملی زندگی کی مجبوریاں اس قدر غالب ہو جاتی ہیں یا وہ اس قدر ان سے دب جاتے ہیں کہ ان کو سوائے اس کے کوئی چارہ دکھائی نہیں دیتا کہ جیسے تیسے ان سے اپنی جان چھڑالیں۔ چونکہ انسان کو ذاتی آرام و راحت۔ عیش و آرام۔ حکومت یا حکمرانی سب سے عزیز ہے اور ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کا حکم چلے اور وہ کسی کا ماتحت اور آدھین نہ رہے اور چونکہ وہ اکیلا اس کام کو انجام نہیں دے سکتا اور اسے اس کی تکمیل کے لئے لاکھوں اور کروڑوں آدمیوں کی امداد کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کے لئے لاکھوں اور کروڑوں آدمیوں کا اپنے جال میں پھنسا لینا بڑا مشکل ہے اس لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ انکو گرفتار کرنے کے لئے دو طریقوں پر عمل کیا جائے۔ (۱) خوف اور لالچ۔ یعنی انھیں سمجھایا جائے کہ ان کی مجموعی ہستی خطرہ میں ہے اور لالچ کا طریقہ یہ ہے کہ فلاں طریق عمل اختیار کرنے سے وہ حکمراں اور صاحب اقتدار ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ اس مقصد کے حصول کے لئے انھوں نے مسلم عوام کو بتایا کہ اسلام خطرہ میں ہے اور اس خطرہ کی اس زور سے منادی کی اور لوگوں کے جذبات کو بھڑکایا کہ غیر مسلم یعنی ہندو اور سکھ اسلام کے دشمن ہیں ان کو تہ تیغ کرنے سے ہی اسلام بچ سکتا ہے اور ان کے پنجہ سے پوری نجات تبھی ممکن ہے اگر مسلمان ہندوستان کی گورنمنٹ سے علیحدہ ہو کر اکثریت کے صوبوں میں اپنی پاکستانی گورنمنٹ قائم کریں۔ چنانچہ ان خیالات کے زیر اثر انھوں نے پاکستانی مہم کا بیڑا اٹھایا اور مسٹر محمد علی جناح اس تحریک کے لیڈر رہے۔

ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ دنیا کا عملی انسان اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے ہر کارروائی کرتا ہے اور وہ اس کے نیک و بد ذرائع کی طرف دھیان نہیں دیتا۔ چنانچہ اسی اصول پر مسلم لیگ کی سرگرمیوں کی بنیاد تھی اور اسی اصول پر پورے زور و شور سے ان سرگرمیوں کو پایۂ تکمیل تک پہونچایا گیا۔

مذکورہ بالا خیالات مدنظر رکھ کر مہاتما گاندھی اور مسٹر جناح کا نقطۂ خیال آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے اور دونوں کے معتقد ان انھیں صحیح و ٹھیک خیال کرتے ہیں۔ مہاتما گاندھی جی ایک فقیر ہیں۔ ان کا جسم کمزور اور ضعیف ہے۔ ان کی ذاتی حفاظت کے لئے ایک چوکیدار نہیں۔ نہ وہ چوکیدار رکھنے کی ضرورت سمجھتے ہیں۔ ان کے پاس روپیہ نہیں مگر وہ زر کے لالچ سے بالا ہیں۔ برعکس اس کے مسٹر جناح جسمانی طاقت یعنی فوج۔ روپیہ اور حکمرانی کو مسلمانوں کے عروج کے لئے لازمی سمجھتے ہیں۔ ان لوازمات کے بغیر ان کی ترقی ناممکن خیال کرتے ہیں۔ اس لئے وہ ان مادی ذرائع کی فراہمی پر پورا زور لگاتے ہیں اور انھوں نے اس وقت تک دم نہیں لیا جب تک وہ ان تمام پر قابض نہیں ہو گئے۔

مہاتما گاندھی جی کو پرماتما میں اٹل وشواس ہے اور یہی ان کی قوت کا راز ہے ان کا وشواس ہے پرماتما کے حکم بغیر ان کا کوئی بال بیکا نہیں کر سکتا اس لئے وہ مشرقی بنگال کے گاؤں گاؤں اور قصبہ قصبہ میں مسلمانوں کو امن اور شانتی کا اُپدیش کرتے رہے ہیں اور وہ کلکتہ میں مسلمانوں کے محلہ اور مسلمانوں کے گھر میں ہفتوں رہے اور ہندوؤں اور مسلمانوں کو محبت و پیار سے زندگی گذارنے کی ہدایت فرمائی۔ اسی کلکتہ میں سہروردی کی وزارت اور مسلم لیگ کی منسٹری کے زمانہ میں گذشتہ سال یعنی اگست ۱۹۴۶ء میں مسلمانوں نے ہندوؤں کی جیسی درگت کی بیان سے باہر ہے۔ اب وہاں پر ہندو وزارت قائم ہو گئی ہے۔ اس موقع کو غنیمت خیال کرکے ہندو مہاسبھا کے پیرووں نے انتقام لینے کا ارادہ کیا اور اپنے ارادہ کو پایۂ تکمیل کی خاطر مسلمانوں پر حملے شروع کر دیئے۔ اتفاق سے مہاتما جی مشرقی بنگال کا دورہ کرنے کے لئے کلکتہ پہونچے۔ مسٹر سہروردی جو بڑے پکے

مسلمان ہیں اور موقع شناس ہیں مسلمانوں کو مصیبت میں دیکھ کر مہاتما جی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے درخواست کی کہ وہ مشرقی بنگال کا دورہ ملتوی کر دیں اور ہندوؤں کو کشت و خون کرنے سے روکیں۔ مہاتما جی نے اپنی فطرت کے مطابق عمل کیا یعنی انکے لئے اس سے زیادہ اور کیا خوشی ہوسکتی تھی کہ وہ مسلمانوں کی زندگیاں بچائیں۔ انھوں نے ہندوؤں کو کشت و خون سے روکا لیکن جو لوگ پچھلے سال مسلمانوں کے انتہائی مظالم کا شکار ہو چکے تھے وہ کیونکہ مہاتما جی کی اپیل پر عمل پیرا ہوتے۔ جب مہاتما جی نے یہ دیکھا کہ مغلوب الغضب ہندو ان کی بات نہیں سنتے انھوں نے (برت) فاقہ کشی اختیار کر لی اب ہندوؤں کو ہوش آیا کہ ان کے انتقام لینے سے مہاتما جی کی قیمتی جان تلف ہو جائے گی چنانچہ انھوں نے فوراً لڑائی جھگڑے سے توبہ کی اور چوبیس گھنٹے کے اندر اندر کلکتہ نہیں نہیں تمام بنگال میں امن قائم ہو گیا۔ یہ مسٹر سہروردی کی رائے میں مہاتما جی کا معجزہ تھا۔ اگر مسٹر جناح پسند کریں تو وہ بھی مغربی پنجاب میں کشت و خون بند کرنے کا معجزہ کر سکتے ہیں۔ لیکن ایسا معجزہ کرنے کے لئے مختلف قسم کے دل و دماغ کی ضرورت ہے۔

جو کام کلکتہ میں مہاتما جی نے کیا اب وہ وہی کام دہلی میں کر رہے ہیں۔ یہ ان کی کوششوں کا ہی نتیجہ ہے کہ مغربی پنجاب کے مظلوم و ستم رسیدہ ہندوؤں اور سکھوں کا انتقام کا جذبہ کم ہو رہا ہے اور حالات درست ہو رہے یا ہو گئے ہیں۔

جہاں کہیں حالات قابو سے باہر ہو جاتے ہیں یا کسی فرقہ کے لوگوں کے سر پر مذہبی یا فرقہ وارانہ پاگل پن کا بھوت سوار ہو جاتا ہے مہاتما جی وہیں پہونچتے ہیں اور اپنی سچائی نیک نیتی اور عالمگیر جذبۂ محبت اور پریم سے لوگوں کے دلوں سے بغض۔ نفرت اور کدورت کے خیالات دور کر کے انھیں پریم و محبت سے آپس میں رہنے کا اپدیش کرتے ہیں۔ غالباً اسی قسم کے اشخاص کے لئے مسیح نے فرمایا تھا:۔

"Blessed are the peace makers for they shall be called the children of God."

مبارک ہیں وہ لوگ جو (لوگوں کے درمیان) صلح کراتے ہیں۔ لیکن ہمیں افسوس کے ساتھ

مسٹر جناح کے متعلق یہ الفاظ لکھے پڑتے ہیں کہ وہ ان لوگوں کے دوست اور رفیق ہیں
جو ہندوستان کے سب سے بڑے دشمن اور بدخواہ ہیں۔ ہماری مراد مسٹر چرچل اینڈ کمپنی سے
ہے۔ جو گذشتہ تیس سال سے ہندوستان کی آزادی کے سب سے بڑے مخالف اور
دشمن رہے ہیں۔ وہ انگلستان میں مسٹر چرچل سے ملاقات اور مشورہ کرتے ہیں۔ مسٹر چرچل
کے فرزندان سے ملنے کے لئے ہندوستان آتے ہیں۔ وہ ہندوستان میں ایسے گورنر
مقرر کرتے ہیں جنھوں نے ہندوستان میں سیلف گورنمنٹ کی تحریک کو کچلنے کے لئے سب سے
اہم حصہ لیا۔ اور جو قدم قدم پر لوگوں کی ترقی اور خود اختیاری حکومت کی مخالفت کرتے
رہے ہیں۔ اور جنھوں نے ان خوددار ہندوستانیوں کے کچلنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت
نہیں کیا۔ جو ملک کے سچے دیش بھگت تھے۔ اسی طرح مسٹر جناح متحدہ ہندوستان اور
متحدہ ہندی قوم کے مخالف ہیں۔ ان کی نظروں میں مسلمان ہندی نہیں جبکہ چین کے
مسلمان چینی ہیں اور مصر کے مصری۔ روم کے رومی۔ لیکن ہندوستان کے مسلمان ہندی
نہیں ہیں۔ چنانچہ اب آپ نے اپنی زندگی کا نصب العین ہندوؤں اور مسلمانوں کے
درمیان ایسی خلیج پیدا کرنا بنایا ہے جو کبھی متحدہ نہ ہو سکیں بلکہ ہمیشہ ایک دوسرے سے الگ
رہ کر رذیل جانوروں کی طرح آپس میں لڑتے رہیں۔ چرچل اینڈ کمپنی یہی چاہتی ہے۔ وہ ان
ہی لوگوں کی تلاش میں تھی کیونکہ وہ اسی قسم کے لوگوں کو اپنا آلۂ کار بنا کر ان سے کام لیتی ہے۔
ہندوستانیوں میں پھوٹ ڈالنا انگلستان کی کنسرویٹیو پارٹی کی حکمتِ عملی کا بڑا جزو رہا ہے
تاکہ ہندوستان میں متحدہ قومیت کا بیج ترقی نہ کر پائے۔ اور ہندو اور مسلمان ابد تک
ایک دوسرے سے لڑتے رہیں اور ایک دوسرے کا کشت و خون کرتے رہیں کیونکہ اسی
میں انھیں اپنی بھلائی و بہتری نظر آتی ہے۔ آج تک اسی حکمتِ عملی کے ذریعہ انھوں نے
ہندوستان کو اپنا غلام بنائے رکھا ہے۔ ایک انگریز ادیب کا قول ہے :۔

A man is known by the company he keeps.

یعنی انسان جس صحبت میں اٹھتا بیٹھتا ہے اس سے اس کا وصف یا کیریکٹر معلوم ہو جاتا ہے۔

چرچل اینڈ کمپنی کو اپنے مقصد کے حصول کے لئے مسٹر جناح سے بہتر شخص نہیں مل سکتا تھا۔ چنانچہ جو سیاسی کھیل مسٹر جناح نے رچا انھوں نے قدم قدم پر مسٹر جناح کی حمایت کی۔ چنانچہ جب مسلم لیگ نے اپنی سیاسی سرگرمیوں سے آئین کی خلاف ورزی کی تو حکومت برطانیہ نے چشم پوشی سے کام لیا۔ جب ہندوستان کی تقسیم ہو گئی اسوقت فوج کی کمان میں ایسے فوجی افسران تعینات کر دئے گئے جنھوں نے ہندوؤں کو کچل دینے اور مسلمانوں کی بے جا رورعایت اور حوصلہ افزائی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا گیا کانگریس کو ان کی فتنہ پردازی اور شرارتوں کا بعد میں علم ہوا۔ جو شرائط اور معاہدہ جات دونوں حکومتوں کے درمیان ہوئے انھیں ان افسران نے نہایت بے دردی سے توڑ دیا۔ جب ہندوستان اور پاکستان کے وزیر اعظموں میں کسی ضروری امر پر اتفاق رائے سے فیصلہ ہوتا یا سمجھوتہ کیا جاتا پاکستان کی حکومت اس معاہدہ کو اسی لاپروائی سے توڑ دیتی جس ایمانداری سے ہندوستان کی گورنمنٹ اس پر عملدرآمد کرنے کی سعی کرتی۔ یہ برطانوی ریشہ دوانیوں ہی کا نتیجہ ہے کہ ریفوجیوں کے لانے کے وقت اسی نوے فیصدی فوج مسلمانوں کی حفاظت کے لئے تعینات کی گئی اور مشکل سے دس پندرہ فیصدی فوج ہندوؤں اور سکھوں کی حفاظت کے لئے رکھی گئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لاکھوں ہندوؤں کو اور سکھوں کو مسلم عوام، مسلم نیشنل گارڈ، مسلم پولیس اور مسلم ملٹری نے ہلاک کر دیا۔ سائل دریافت کرتا ہے اس میں مسٹر جناح کا کیا قصور ہے؟ اس کشت و خون کی وجہ تو یہ ہے کہ لیگی حکومت کا مسلمان عوام پر قابو نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تقسیم پنجاب اور تقسیم بنگال سے ایک سال قبل جب مسلم لیگ کونسل کا دہلی میں اجلاس ہوا تھا مسٹر فیروز خاں نون و دیگر مسلم لیگ کے لیڈران نے جو تقریریں اس اجلاس میں کیں اس میں علانیہ کشت و خون۔ تشدّد۔ تباہی و بربادی کی دھمکی دی اور صاف الفاظ میں کہا گیا کہ پاکستان حصول کے لئے ہلاکو اور چنگیز خاں کے کارناموں کو مدھم کر دیا جائے گا لیکن لطف یہ ہے کہ جب گورنمنٹ برطانیہ اور کانگریس نے مسلم لیگ کے مطالبہ کو مان لیا پھر تشدّد اور کشت و خون کی کیا ضرورت تھی۔ کیا

گذشتہ سال ضلع راولپنڈی اور مشرقی بنگال کے واقعات نے مسلم لیگ کی دھمکیوں کو سچ کر کے نہیں دکھایا؟ کیا تقسیم پنجاب سے چند روز پیشتر ہی پاکستانی علاقوں میں ہندوؤں اور سکھوں کے کشت و خون اور بلووؤں کی ابتدا نہیں ہوگئی تھی؟ کیا ۱۸ اگست سے پہلے ہی مغربی پنجاب کی حکومت نے اپنی طاقت کا مظاہرہ ہندوؤں اور سکھوں پر نہیں کیا تھا؟ الغرض جو کچھ ہوا یا ہو رہا ہے اور اس وقت تک ہوتا رہے گا جبتک کانگریس گورنمنٹ کے ہاتھ مضبوط نہیں ہو جاتے۔ اس لئے سب سے اہم بات یہ ہے کہ کانگریس گورنمنٹ جلد از جلد اپنے ہاتھ مضبوط کرے تاکہ بیرونی گورنمنٹیں اس کا بال بیکا نہ کر سکیں۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ ان تمام فتنہ و فساد میں انگریز گورنروں انگریز کمان افسران کا ہاتھ ہے یا یہ تمام بدکرداریاں مسلم لیگ کے اشارے سے ہو رہی ہیں۔ بہرحال اس کی ذمہ داری مسلم لیگ کی حکومت کے کندھوں پر ہے جو انکے انسداد کے متعلق اس وقت تک کوئی معقول انتظام نہیں کر سکی۔

دوسرا فرق جو ہم نے مہاتما گاندھی جی اور مسٹر جناح میں دیکھا وہ یہ ہے کہ مہاتما جی اپنے آپ کو ہر ہندو اور مسلمان کا خادم سمجھتے ہیں اور وہ ہندوؤں کے بالمقابل مسلمانوں کے تحفظ اور سلامتی کو زیادہ اہم سمجھتے ہیں اس لئے وہ گھر گھر پہنچکر سب کو حوصلہ دیتے اور دھیر بندھاتے ہیں۔ اگر ایسا کرنے میں ان کی جان بھی چلی جائے تو انھیں پروا نہیں۔ برعکس اس کے مسٹر جناح پاکستان کے گورنر جنرل ہیں۔ گورنری کے عہدہ سے پیشتر مسلم لیگ کی کونسل اور کارکن کمیٹی کو جو ہدایتیں دیں اور ان کے لئے پروگرام طے کیا یہ اسی پروگرام کا نتیجہ ہے کہ مسلمان پاکستان حاصل کرنے میں نہ صرف کامیاب ہوگئے بلکہ تمام ملک میں خون کی ندیاں بہہ گئیں۔ ہزاروں گھروں کو جلاکر راکھ کر دیا اور لاکھوں آدمیوں کو تلوار۔ بلم۔ بھالے۔ بم اور بندوق کی گولیوں سے ہلاک کر دیا گیا۔ ضلع گجرانوالہ۔ سیالکوٹ۔ لائل پور۔ شیخوپورہ۔ سرگودھا۔ گجرات جہلم۔ منٹگمری اور لاہور کو برباد کر دیا گیا "تاکہ مسلم لیگ کی حکومت قائم ہو جائے اور ہندو یہ رقبہ چھوڑ کر مشرقی پنجاب میں پناہ لینے کے لئے مجبور ہو جائیں۔ یہ سب

کارروائی پہلے سے فیصلہ شدہ منصوبہ بندی اور پروگرام کا جزو تھی۔ چنانچہ ہندوستان اور پاکستان کی حدود کی تقسیم کے بعد مسٹر جناح نے جو بیان دیا اس میں لیگ کی جسمانی اور دماغی طاقتوں کی فتح کا اعتراف کیا گیا جن کی بدولت انھیں پاکستان حاصل ہوا تھا جسمانی اور دماغی طاقتوں کی فتح کا مطلب مذکورہ بالا اضلاع میں ہندوؤں کا باقاعدہ اور منظومہ قتل عام۔ غارت گری تھا جو بڑی خوبی سے پایہ تکمیل کو پہونچ گیا۔

ان واقعات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم مسٹر جناح کو سیاسی لحاظ سے کانگریسی لیڈروں سے افضل قرار دیں گے لیکن یہ ضرور کہیں گے کہ مسٹر جناح نے جس قیمت پر پاکستان حاصل کیا اس قیمت پر کوئی مرد خدا۔ رسول پیغمبر حاصل کرنا پسند نہ کرتا۔ اور ان کی یہ کارروائی یا عمل جملہ مذاہب کی تعلیم و تلقین کے خلاف تھا جیسا کہ مسیح نے فرمایا ہے:-

If you gain the whole world, and lose your own soul what do you gain?

یعنی اگر کوئی شخص تمام دنیا فتح کرلے مگر اپنی روح کھو بیٹھے تو اس کو کیا ملا؟

مسٹر جناح کی پاکستانی سکیم کامیاب ہو گئی لیکن ہندوؤں اور مسلمانوں کو اس کی جو قیمت جان و مال کی صورت میں ادا کرنی پڑی وہ بڑی ہی بھاری ہے یعنی پاکستان کی بیدی پر لاکھوں ہندوؤں اور مسلمانوں کو قربان کیا گیا اور ہندوؤں کے اربوں روپے کا سرمایہ لوٹ کر لیگی غنڈوں اور ان کے معاونین کے حوالہ کیا گیا جس کے تحت ہندو اور مسلمان انسان سے گر کر حیوان مطلق بن گئے۔ جس سے ان کا اخلاق۔ دھرم اور ایمان مٹی میں مل گیا۔ اس قیمت پر مسٹر جناح پاکستان لینے میں کامیاب ہوئے۔ اس کے علاوہ لاکھوں آدمیوں کو اپنے وطن مالوف سے ہٹا کر ان کی مرضی کے خلاف جلاوطن کیا گیا۔ اس عذاب اور مصیبت کا وہی لوگ اندازہ لگا سکتے ہیں جن کے اوپر گذری ہے۔ القصہ یہ قیمت ہے جو پاکستان کے عوض معصوم ہندوؤں اور مسلمانوں کو ادا کرنی پڑی ہے۔ تاکہ چند مسلم لیگی لیڈران کے جاہ حشمت اور حکمرانی کے ارمان پورے ہو سکیں۔

ہندوستان کے مسلمانوں کا فرض اور ذمہ داری

اپنی قوم، اپنے ملک کی بہتری۔ بہبودی اور ترقی کے لئے کوشش کرنا ہر مسلمان اور ہندو کا فرض ہے۔ اسی طرح ہر مسلمان اور ہندو کا فرض ہے کہ وہ اپنی ان ذمہ داریوں کو محسوس کرے اور سمجھے جو ان کے اعمال اور سرگرمیوں سے پیدا ہوں۔ اس مضمون میں ہم اپنے مسلمان بھائیوں کی جانب مخاطب ہوکر دو چار امور ان کے غور و خوض کرنے کے لئے پیش کرتے ہیں۔ وہ ان پر سوچیں اور بچاریں۔ اگر ہمارے وچار انھیں درست معلوم ہوں اور ان پر عمل کرنے سے وہ اپنی قوم اور ملک کا فائدہ سمجھیں تو انھیں ضرور بالضرور ہماری ہدایتوں پر عمل پیرا ہوکر انھیں پایۂ تکمیل تک پہنچانا چاہیئے۔

پاکستان کی تحریک ملک میں سال ڈیڑھ سال کے اندر جو شور و شر۔ فتنہ و فساد کشت و خون۔ لوٹ مار کے سانحات ظہور میں لائی ہے اس کی نظیر گذشتہ دو ہزار سال میں نہیں ملتی۔ تقریباً تیس چالیس لاکھ ہندوؤں کا مغربی پنجاب سے مشرقی پنجاب میں جلا وطن ہونا اور تقریباً اسی قدر مسلمانوں کا مشرقی پنجاب کو ترک کرکے مغربی پنجاب میں جاکر پناہ لینا ایسا کارنامہ ہے جس کی نظیر نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیا کے کسی ملک میں نہیں ملتی۔ ہندو اور مسلم عوام کی تباہی اور بربادی کی داستان کا یہیں خاتمہ نہیں ہو جاتا بلکہ ابھی دس پندرہ لاکھ کے قریب ہندو مغربی پنجاب۔ صوبہ سرحد اور سندھ میں انتظار کر رہے ہیں کہ کب گورنمنٹ ہند ان کو پاکستان سے ہندوستان میں لے جانیکا انتظام کرتی ہے اور اسی طرح بیس لاکھ سے زیادہ مسلمان مشرقی پنجاب و دیگر ہند کے صوبوں میں اپنا آبائی وطن ترک کرنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ اگر کانگریس گورنمنٹ ان کی ہر طرح سے دلجمعی اطمینان اور تحفظ کا انتظام نہ کرتی تو ان مسلمانوں کی تعداد کروڑوں تک پہونچ جاتی جو ہندوستان کے صوبوں کو چھوڑ کر پاکستان میں جاکر پناہ لینا اپنی سلامتی اور آئندہ بہبودی

کے لئے لازمی سمجھتے لیکن خوش قسمتی سے مہاتما جی کا رسوخ اور نہرو گورنمنٹ کی رواداری اور انصاف پسندی ہندوؤں اور سکھوں کی فرقہ دارانہ دیوانگی کے جذبات پر حاوی ہے اس لیے حالات قابو میں ہیں ورنہ ہندوؤں کی جو حالت مغربی پنجاب میں ہوئی ہے مسلمانوں کی وہی حالت ہندوستان کے تمام صوبوں میں ممکن تھی یعنی تمام ملک میں قیامت برپا ہو جاتی۔

ہندوؤں اور مسلمانوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے اور انھیں فرقہ دارانہ جذبات کی آتش کا تجربہ ہو گیا ہے کہ انسان ان کے تحت کیسے وحشیانہ اور سفاکانہ افعال اور اعمال کا مرتکب ہوتا ہے یعنی اس نئی تحریک کے زیر اثر وہ انسان سے درندہ خصلت بن جاتا ہے لیکن اس پاکستانی تحریک کا کون فاعل اور ذمہ دار ہے۔ اس کا جواب صاف ہے یعنی مسلم لیگ کے لیڈر اور ان کے پیروان یعنی ہندوستان کے مسلمانوں نے اس زہریلے پودے کا بیج بویا۔ اس بیج کو سینچا اور پانی دیا اور اب دونوں ہندو اور مسلمان اس بیج کے کڑوے اور زہریلے پھل کھانے کے لئے مجبور ہوئے ہیں۔ کیا مسلمان چاہتے ہیں کہ وہ ابد تک اس کے زہریلے پھلوں کو کھاتے رہیں یا ان کی خواہش ہے کہ اس زہریلے پیڑ کو کاٹ کر جلا دیا جائے تاکہ اس کے بیج دوبارہ ہندوستان کی زمین میں اُگنے نہ پائیں اور اہل ہند کو اس کے پھلوں کو کھا کر ہلاک نہ ہونا پڑے۔ اس پودے کو ہندوستان کی زمین میں مسلمانوں نے لگایا ہے اور مسلمان ہی اس کو کاٹ کر جلا سکتے ہیں یعنی ہندوستان پھر متحدہ ہندوستان ہو جائے اور پاکستان کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو جائے۔ جب تک مسلمانوں نے پاکستانی بہشت کا میوہ نہیں کھایا تھا انھیں اس میوہ کے کھانے کا بڑا اشتیاق تھا مگر اب وہ اس میوہ کے چکھنے اور کھانے کے بعد اس کے متعلق صحیح صحیح رائے قائم کر سکتے ہیں۔ اگر ان کی رائے میں پاکستان کا وجود ان کے لئے مبارک اور زندگی بخش ہے تو انھیں اپنی تمام طاقت سے اسے نشو و نما کرنے کے لئے پورا زور لگانا چاہیئے لیکن اگر ان کی رائے میں پاکستان ان کے لئے تباہی مصیبت اور موت کا پیغام لایا ہے تو انھیں جس قدر جلد ممکن ہو اس کا قلع قمع کر کے

دم لینا چاہیئے۔

ہمارا اعتقاد ہے کہ محبت اور پریم میں زندگی اور خوشی ہے اور نااتفاقی۔ جدائی اور علیحدگی میں دکھ اور نفرت ہے اس لیئے ہم پاکستان کے خلاف اور متحدہ ہندوستان کے حق میں ہیں (ہم نے اسی کتاب میں پیٹر دی ہرمٹ کی مثال پیش کی ہے) کہ کس طرح اس مرد خدا نے اہل روم کے دلوں سے خونریزی۔ بے رحمی اور وحشت کے جذبہ کو دور کرکے انھیں انسانیت کا سبق پڑھایا تھا۔ مسٹر جناح کی پاکستانی تحریک نے اول مسلمانوں کے سفلی جذبات کو مشتعل کرکے انھیں انسان سے حیوان بنادیا۔ اس کا ردعمل ہندوؤں پر ہوا اور وہ بھی درندہ بن گئے جس سے ہندو اور مسلمان دونوں تباہ ہوگئے۔

اب سوال یہ ہے کہ وہ امن وشانتی سے زندگی گذارنا چاہتے ہیں یا ہمیشہ کیلئے آپس میں جنگ وجدل کرتے رہیں گے۔ اگر وہ امن وامان کی زندگی کے حق میں ہیں تو انھیں اس کے لئے مردانگی اور شجاعت سے کام کرنا چاہیئے لیکن اس کام کے کرنے کے لئے دو اوصاف کی ضرورت ہے۔ اول خوف خدا۔ دوئم انسان کی محبت۔ خوف خدا میں وہ تمام اوصاف حمیدہ شامل ہیں جو نیک اور پوتر انسانوں میں پائے جاتے ہیں۔ جو ذاتِ حقیقی کی خاطر اپنا سب کچھ خوشی سے قربان کردیتے ہیں اور جو زندگی کا سب سے بڑا انعام یا معاوضہ مالک کی خوشنودی سمجھتے ہیں اور نوع انسان سے انھیں ایسی محبت ہوتی ہے کہ وہ خود پیاسے رہ کر دوسروں کی پیاس اور بھوک دور کرتے ہیں۔ ایسے نیک مرد ہی اپنی قوم اور ملک کی بہترین خدمت انجام دے سکتے ہیں۔

چنانچہ اسی قسم کے مردان خدا کے ہاتھ میں ہے کہ وہ ہندو اور مسلمانوں کے درمیان برادرانہ رشتہ قائم کرکے انھیں پریم ومحبت کی زنجیر میں باندھ دیں تاکہ ان میں کبھی لڑائی جھگڑا نہ ہو۔

اے مسلمان دوستو! کیا یہ کام آپ اپنے محبوب حقیقی کی خوشنودی کے لئے کرینگے کیا یہ کام کرکے آپ ہندوؤں اور مسلمانوں کے زخمی دلوں کو پریم کے مرہم سے تندرست کردیں گے۔ کیا اس کام کے کرنے میں آپ مہاتما گاندھی جی کے نقشِ پا چلنے کی ہمت

اور حوصلہ کریں گے۔ جنھوں نے کلکتہ میں ہندوؤں کو کشت وخون سے باز رکھنے کی خاطر فاقہ کشی کا برت دھارن کیا تھا۔ کیا آپ اپنے اندر اس قسم کا استقلال اور مردانہ سپرٹ پیدا کریں گے جیسا کہ مہاتما گاندھی نے پونا پیکٹ کے وقت ظاہر کی تھی جبکہ برطانوی گورنمنٹ اچھوتوں کو ہمیشہ کے لئے ہندوؤں سے جدا کرنا چاہتی تھی۔ جب نیک شخص زندگی کے اہم ترین مسائل کے حل کرنے میں سر اور دھڑ کی بازی لگا دیتے ہیں تب انھیں مالک کی جانب سے کامیابی کا سہرا نصیب ہوتا ہے۔ اگر دس یا بیس مسلمان جن کے دل پیٹر دی ہرمٹ اور مہاتما گاندھی جی سے پاکیزہ اور صاف ہوں میدانِ عمل میں نکل آئیں تو یقیناً ہندو مسلم مسائل کی گتھی سلجھ جائے اور ہندوستان متحد ہو جائے۔ مگر یہ کام کوئی مائی کا لال ہی انجام دے سکتا ہے یہ کام ہر کسی کے بس کا نہیں ہے۔ اس کے لئے اعلیٰ درجہ کی عبادت ریاضت نفس کشی اور انکساری کی ضرورت ہے جو تھوڑے سے انسانوں میں پائی جاتی ہے۔

دوسری ضروری بات جس کی جانب ہم اپنے مسلمان بھائیوں کی توجہ مبذول کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ انھیں کانگریس کی دل وجان سے حمایت کرنی چاہیئے۔ کانگریس کی حمایت کا مطلب یہ ہے کہ انھیں نہ صرف امن پسند شہری بن جانا چاہیئے بلکہ اپنے قول وفعل سے ہندوستان کا سچا محب الوطن بن جانا چاہیئے۔ اور انھیں پاکستانی گورنمنٹ اور مسلم لیگ کے فرعونی پروگرام سے قطع تعلق کر لینا چاہیئے۔ اگر وہ ہندوستان میں رہکر لیگی پروگرام اور لیگی سرگرمیوں میں حصہ لیں گے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمام ہندو اور سکھ ان سے بدظن ہو جائیں گے اور وہ انھیں مار آستین سمجھ کر وہی سلوک کریں گے جو مغربی پنجاب کی گورنمنٹ اور مغربی پنجاب کے مسلمانوں نے ہندوؤں سے کیا ہے اور ہندوستان کے لوگ بجائے مسٹر نہرو اور مہاتما گاندھی جی کے حق میں رائے دینے کے ان لوگوں کے حق میں رائے دیں گے جن کا تعلق ہندو مہاسبھا، سیوم سیوک سنگ اور اکالی تحریک سے ہے اور جب ان لوگوں کے ہاتھ میں عنانِ حکومت ہوگی یہ لوگ مسلمانوں کی اینٹ کا جواب پتھر سے دیں گے۔ اگر مسلمانوں نے اپنی فرقہ دارانہ کشت وخون کی کارروائیاں بند نہ کیں اور کانگریس نے انکی گوشمالی کا پورا انتظام نہ کیا تو لوگ کانگریس سے منحرف

ہو جائیں گے اور ان لوگوں کے حق میں رائے دیں گے جو ان کی رائے میں باغیوں اور مفسدوں کا کلیتہً قلع قمع کر سکیں گے۔ دوسرے الفاظ میں پاکستان اور ہندوستان کی حکومتیں فرقہ پرستوں اور مذہبی دیوانوں کے قبضہ میں چلی جائیں گی جس سے ملک پر جو آفت اور مصیبت نازل ہو گی اس کا قیاس کر کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

ہم نہیں چاہتے کہ ملک میں فرقہ پرستوں اور مذہبی دیوانوں کی حکومت ہو۔ کیونکہ پاکستانی حکومت نے فرقہ پرستی کے جیسے گل کھلائے ہیں اس سے تمام ملک کے بہی خواہ اور سمجھ دار لوگ چونک پڑے ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ وہ اس لعنت کو کیسے دور کریں۔ ہندوستان میں اس وقت جو امن و امان۔ صلح اور شانتی دکھائی دیتی ہے اس کی تہ میں مہاتما گاندھی جی اور مسٹر نہرو کی صابر۔ بردبار۔ دور اندیش اور انصاف پسند وزارت ہے اور ہندوستان میں امن و امان اس وقت تک قائم رہ سکتا ہے جب ایسے شریف اور خدا ترس لوگوں کے ہاتھ عنان حکمرانی ہو اسلئے تمام ہندوؤں اور مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس وزارت کے ہاتھ مضبوط کریں۔ اور یہ کام قانون اور ضابطہ کی پابندی کرنے سے پایۂ تکمیل کو پہونچ سکتا ہے۔

مسلمانوں کا اپنا فائدہ اور بچاؤ اس میں ہے کہ وہ امن پسند شہریوں کی حیثیت میں گورنمنٹ ہند کی وفادار رعیت بن جائیں۔ اگر انھوں نے کانگریس گورنمنٹ کی نرمی کا ناجائز فائدہ اٹھایا اور قانون شکنی کی باغیگی سرگرمیوں میں خفیہ یا چوری سے حصہ لیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ یا تو کانگریس گورنمنٹ کو ان کے خلاف سخت کارروائی کرنی پڑے گی یا کانگریس کی وزارت فرقہ پرست جماعت کے ہاتھوں چلی جائے گی جن کا سلوک غالباً مسلمانوں کے ساتھ ایسا نہ ہو گا جیسا کہ کانگریس حکومت کا ہے۔

ہماری رائے میں جو آدمی یا جو جماعت اچھی اور نیک ہے وہ اپنی سب سے بڑی ہتکاری اور خیر خواہ اور دوست ہے۔ اور جو آدمی خراب ہے وہ اپنا سب سے بڑا دشمن اور بیری ہے۔ نیک اور سجن پرشوں کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ وہ نیکوں کی امداد اور سہائتا کرتے ہیں اور نیک آدمیوں کی امداد کرنے کی خاطر بڑے

سے بڑے عذاب اور کشٹ کو اپنے اوپر لے لیتے ہیں۔ اگر مسلمان مہاتما گاندھی اور مسٹر نہرو کی وفاداری کا دم نہیں بھر سکتے بلکہ اس کے برعکس ایسی سازشوں میں حصہ لیتے ہیں۔ جن کی پشت پر مسٹر جناح اور لیگی لیڈر رہیں تو یہ اس صداقت کا اٹل ثبوت ہے کہ ان کے دل صاف نہیں ہیں اور وہ گورنمنٹ ہند کے باغی اور بدخواہ ہیں کیونکہ وہ گورنمنٹ کے خلاف سازشوں میں حصہ لیتے ہیں۔

اگر وہ گورنمنٹ ہند کے خیر خواہ ہیں تو وہ خوشی سے ان تمام سرگرمیوں میں حصہ لیں گے جن میں حصہ لینے سے گورنمنٹ ہند کو تقویت اور استحکام حاصل ہو۔ مثلاً نظام حیدر آباد لیگی ریشہ دوانیوں کے زیر اثر گورنمنٹ ہند سے باغی ہو رہا ہے یا گورنمنٹ ہند میں شامل ہونے سے پس و پیش کر رہا ہے اور جوناگڈھ کا جو اب پاکستان کی گورنمنٹ میں شامل ہو گیا ہے۔ لیکن ہندوستان کے ۴½ کروڑ مسلمان خاموشی سے اس منظر کو دیکھ رہے ہیں۔ وہ گورنمنٹ ہند کے ساتھ اپنی وفاداری کا اعلان کر رہے ہیں لیکن ان بھلے مانسوں کو یہ نہیں سوجھتا کہ زبانی حلفِ وفاداری سے بڑھ کر عملی وفاداری زیادہ موثر اور وزنی ہوتی ہے اس لئے زیادہ قابل قدر ہے ہماری رائے ہے کہ ان کا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ گمراہ نظام اور گمراہ نواب جوناگڈھ کے خلاف ستیہ آگرہ (مورچہ لگاکر) کرکے ایسا دباؤ ڈالیں کہ وہ گورنمنٹ ہند میں شامل ہو کر اپنی ریاستوں کو اس کشت و خون اور لڑائی جھگڑوں سے بچائیں۔ جو فرقہ دارانہ فسادات نے پنجاب میں کئے ہیں۔ اگر نواب جوناگڈھ اور نظام حیدر آباد کی ۸۵ فی صدی رعیت گورنمنٹ ہند کی ڈومینین میں شامل ہونا چاہتی ہے تو نواب جوناگڈھ اور نظام حیدر آباد کا کیا حق ہے کہ وہ ان کی خواہش کے برخلاف عمل کرکے اپنی ریاستوں کے باشندوں میں فرقہ دارانہ کشیدگی اور تنازعات پیدا کرکے خون کے دریا بہا دیں اس کارروائی کا نتیجہ ریاستوں کے راجاؤں اور نوابوں کے حق میں نہایت مضر اور نقصان دہ ثابت ہوگا۔ تمام دنیا میں اس وقت جمہوری حکومتیں قائم ہیں اور مطلق العنانی کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ اس بیسویں صدی میں مطلق العنانی کے خواب دیکھنا

لے ۲ ماہ قبل شامل ہو گیا تھا۔

کوتاہ اندیشی کی علامت ہے۔ یہ کام ہندوستانی مسلمانوں کو بڑی دلیری۔ ہمت اور مستقل مزاجی سے سرانجام دینا چاہیئے۔ ایسا کرنے سے ہی وہ گورنمنٹ ہند کے وفادار ہو سکتے ہیں۔ لیکن اگر انھوں نے ان منصبی فرائض کی ادائی میں غفلت کی تو اس کا خراب نتیجہ خود مسلمانوں اور ہندوؤں کو اٹھانا ہوگا۔ ہر پہلو میں جمہور کی فتح میں ہندوؤں اور مسلمانوں کی بہبودی اور بہتری مضمر ہے۔ لہذا ہندوؤں اور مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی سعی جمیلہ اور سرگرمیوں سے ملک میں ایسی فضا پیدا کریں کہ ملک میں آزادی اخوت۔ مساوات اور برادرانہ محبت و اتحاد کا راج ہو۔ جس سے فرقہ پرستی کے لڑائی جھگڑوں کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو جائے اور ملک میں امن و شانتی قائم ہو جائے اور ہر قوم کے اتحاد و مساوات سے ہندوستان جنت نشان بن جائے۔

کانگریس کیوں ہندوستانیوں کے دلوں پر حکمراں ہے؟

اس کی وجہ ایک شاعر نے بتائی ہے۔ "ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد"۔ یعنی جو خدمت کرتا ہے وہ مخدوم ہوتا ہے۔ چونکہ کانگریس نے ملک کی تمام سیاسی اور مذہبی جماعتوں سے بڑھ کر ملک کی خدمت کی ہے۔ اس لئے یہ لوگوں کے دلوں کی مالک ہے۔ یہ آج کا دستور نہیں بلکہ نہایت قدیم زمانہ سے یہی قاعدہ چلا آتا ہے کہ نوع انسان میں افضل ترین وہی ہستیاں سمجھی جاتی ہیں جو اپنے ہمجنسوں کی سب سے زیادہ اور سب سے قیمتی خدمات انجام دیتی ہیں۔ حضرت مسیح کے ایک شاگرد نے اپنے مرشد سے دریافت کیا "خداوند! ہم میں سب سے افضل کون ہے؟" مسیح نے جواب دیا۔ "جو تم میں سب سے بڑھ کر خدمات سرانجام دیتا ہے۔" گوتم بدھ نے بھی نوع انسان کے حقیقی بہی خواہ اور سیوک کو ہی سب سے بڑا درجہ دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ دنیا میں رام۔ کرشن۔

بدھ۔ شنکر۔ دروشت۔ موسیٰ۔ عیسیٰ۔ محمد اور نانک کے نام نہایت تعظیم وتکریم سے لئے جاتے ہیں۔ اسی خدمت کی کسوٹی پر گورو نانک دیو جی نے اپنے بیٹوں اور اپنے چیلے انگد دیو جی کو پرکھا تھا اور چونکہ انگد دیو جی گورو نانک دیو جی کے بیٹوں سے بدرجہا افضل اور گوروپدوی کے مستحق تھے لہذا انھوں نے اپنے بیٹوں کو چھوڑ کر انگد دیو جی کو اپنا جانشین مقرر کیا۔

اس مختصر تمہید کے بعد ہم اپنے اصل مضمون کی طرف لوٹتے ہیں۔ ۱۸۸۵ء میں کانگریس قائم ہوئی۔ کانگریس کے معرض وجود میں آنے کا سبب ہی ہندوستانیوں کی خدمت گذاری تھا۔ یہ سچ ہے کہ ابتدا میں کانگریس نے ایک معصوم بیکس بچہ کی طرح ہندوستانیوں کی تکالیف اور شکایات کی جانب گورنمنٹ کی توجہ مبذول کی لیکن کانگریس کے بڑے سے بڑے مخالف اور نکتہ چیں بھی اس کی نیک نیتی اور راستبازی کے خلاف منہ نہیں کھول سکتے تھے۔ ہم اس زمانہ کا ذکر کر رہے ہیں جب کہ علی گڈھ کی تحریک اور مسلم لیگ کی تنظیم کا جنم نہیں ہوا تھا اور جبکہ مسلمان۔ عیسائی اور انگریز کانگریس کے حامی اور معاون بننا فخر سمجھتے تھے۔ چنانچہ کانگریس کی صدارت کے لئے متعدد مسلمانوں اور انگریزوں کو منتخب کیا گیا۔

کانگریس کے اراکین میں شریمان بال گنگا دھر تلک۔ لالہ لاجپت رائے جی شریمت بپن چندر پال۔ سرسریندر ناتھ بنرجی۔ مسٹر گوپال کرشن گوکھلے۔ سرفیروز شاہ مہتہ۔ مسٹر سی۔ آر۔ داس۔ پنڈت موتی لال نہرو۔ اور متعدد برگزیدہ محبان وطن ہو گذرے ہیں۔ ہم نے ارادتاً زمانۂ حال کے اراکین کا نام درج نہیں کیا۔

مادر وطن کی سیوا میں شری یت تلک۔ لالہ لاجپت رائے و دیگر محبان وطن کو کن کن تکالیف کا سامنا کرنا پڑا بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ ان کے علاوہ صدہا نہیں بلکہ ہزاروں ہندوستانی محبانِ وطن تھے جنھوں نے مادر وطن کے بوستان ونخلستان کو ہرا بھرا رکھنے کے لئے بطور کھاد کام کیا اور جنھوں نے اپنے آپ کو جاپانی سورماؤں کی طرح پورٹ آرتھر کی خندق پر کرنے کے لئے پھینک دیا تاکہ ان کے اوپر سے ہندوستانی محبان وطن بآسانی

گذار کر مادر وطن کو آزاد کر سکیں۔ چنانچہ ان محبانِ وطن کی قربانیوں کا نتیجہ ہے کہ آج کشمیر سے لے کر راس کماری تک اور گجرات کاٹھیاواڑ سے لیکر آسام تک قومیت کی لہر لہرا رہی ہو۔

کانگریس نے اہل ہند کی جو بیش بہا خدمات انجام دیں ان کے اندراج کے لئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے لیکن ہم یہاں یہ دو بین امور کا ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں جن کی روشنی میں ناظرین خود بخود اندازہ لگا لیں گے کہ کانگریس واقعی بے غرض اور بے لوث سچے محبان وطن کی جماعت ہے جو اپنے ہموطنوں کی فلاح و بہبود کی خاطر بڑے سے بڑے خطرہ اور بڑی سے بڑی طاقت کا مقابلہ کرنے پر مستعد ہو جاتی ہے۔

خان عبدالغفار خاں (سرحدی گاندھی) سے غیور اور بہادر مردِ خدا نے مسلمانوں کی متعدد جماعتوں کے آگے امداد کے لئے ہاتھ پھیلائے جس میں مسلم لیگ۔ حمایت اسلام وغیرہ جماعتیں شامل ہیں لیکن مسلمانوں کے کسی گروہ یا جماعت کی ہمت نہ ہوئی کہ وہ خاں صاحب اور ان کی جماعت یا آرگینائیزیشن کی آڑے وقت میں مدد کرتی۔ ایسے وقت میں ایک کانگریس ہی تھی جس نے انگریزی کا وہ مقولہ درست ثابت کر دیا "دوست وہ ہے جو بوقت ضرورت یا مصیبت کام آئے" چنانچہ کانگریس نے سرحدی سُرخ پوشوں کی خوب امداد کی اور وہ ہمیشہ کے لئے کانگریس کے رفیق اور دوست بن گئے اور بہادر پٹھانوں نے اپنے قدیم محسنوں کا خوب ساتھ دیا۔

(۲) دوسرا واقعہ جو ہم اپنے ناظرین کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں وہ اکالی تحریک یا گوردوارہ پربندھک کمیٹی کے مورچہ کے متعلق ہے جو اس نے آج سے قریباً بیس سال پہلے گوردواروں کے مہنتوں یا منتظمان کے خلاف لگایا تھا۔ مہنتوں یا اداسیوں کا سب سے بڑا قصور یہ بتایا جاتا تھا کہ وہ گوردواروں کی بھینٹ۔ چڑھاوا یا آمدنی کا درستی سے استعمال نہیں کرتے اور مہنتوں کا اخلاقی جیون بہت اونچا نہیں بلکہ یہ کہا جاتا تھا کہ یہ لوگ اخلاق یا دھرم سے گرے ہوئے ہیں۔ اکالیوں کے دعویٰ میں کسقدر صداقت تھی۔ اس وقت ہمیں اس سے بحث نہیں لیکن یہ امر مسلمہ ہے کہ جیسے جمہوری نظام شخصی مطلق العنانی سے بدرجہا بہتر ہے۔ ایسے ہی اگر گوردواروں کا انتظام جبکہ

وہ ایک منتخب شدہ ممبران کے ماتحت ہو کسی ایک شخص کے انتظام سے جو ہر معاملہ میں سیاہ سفید کرنے کا مختار ہے بہتر ہوگا۔ چنانچہ اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے کانگریس نے اکالیوں کی آڑے وقت میں امداد کی اور اکالیوں کی خاطر پنڈت جواہر لال جی نہرو اور مسٹر گڈوانی جی نے نابہ جیل کی غلیظ کوٹھریوں میں جہاں ان کے ملازم بھی ایک دن قیام کرنا پسند نہ کرتے چھ ماہ گذارے۔ اور ہر قسم کی ذلت اور صعوبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا جو کہ ہندوستانی ریاستوں کے خودسر و منتقم افسران دیش بھگتوں پر نازل کرتے ہیں۔

(۳) کیا آپ کو اوّل جنگ عظیم کا وہ زمانہ یاد ہے جبکہ پنجاب میں مارشل لا کا نفاذ ہوا تھا جبکہ ہندوستان کے کسی صوبہ کے کسی شخص یا جماعت کو پنجاب میں وارد ہونے کی اجازت نہ تھی۔ اس گھور اندھکار کے زمانہ میں کس نے اہل پنجاب کی امداد کی۔ کس نے جلیانوالہ باغ امرتسر کے قتل عام کے سانحہ کے بعد صدہا مقتولین کی بیواؤں اور یتیموں کی ہمدردی اور غمگساری اور محبت سے بات پوچھی اور برسوں تک لاوارث بچوں اور ان کی ماتاؤں کے لئے معاش کا انتظام کیا اور زخمیوں کے زخموں پر مرہم پٹی کرکے انھیں اچھا کیا۔ کیا اس وقت کانگریس نے ہندو زخمیوں کی مرہم پٹی کی تھی اور صرف ہندو مقتولین کی بیواؤں اور بچوں کے لئے محبت اور شفقت کا ہاتھ پھیلایا تھا؟ اس موقع پر کانگریس نے جیسی خدمات ہندوؤں مسلمانوں اور سکھوں کی کی تھیں وہ ایسی اہم اور بیش بہا ہیں کہ ان کا احسان پنجاب کے ہندو مسلمان اور سکھ تاقیامت ادا نہیں کر سکتے۔

دور کیوں جائیں۔ کل کی بات ہے۔ ہزاروں آزاد ہند فوج کے سپاہی جیلوں میں سڑ رہے تھے۔ اگر پنڈت نہرو کشمیر کے پہاڑوں سے ان کے حق میں آواز نہ اٹھاتے تو ان ہزاروں محبانِ وطن کا کیا حال ہوتا۔ کوئی نہیں کہہ سکتا۔ اگر کانگریس آزاد ہند فوج کی وکالت نہ کرتی اور اپنی ساری طاقت تنظیم اور جدوجہد سے انکے آزاد کرانے کے لئے زور نہ لگاتی تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ میسر نہ شاہنواز۔ سہگل اور ڈھلوں

سے بہادر محبانِ وطن کا کیا حشر ہوتا اور کون کہہ سکتا ہے کہ ہزاروں مادرِ وطن کے لال جیلوں میں سڑ سڑ کر اور پھانسیوں پر چڑھ چڑھ کر ختم نہ ہو جاتے۔

یہی کیفیت رائل انڈین نیوی (ہندوستانی شاہی بحری فوج) کے ملاحوں اور افسران کے متعلق قیاس کر لیجئے۔ کانگریس کے یہ اوصافِ حسنہ ہیں جن کے باعث ہندوستان کے عوام الناس اس کے آگے ادب سے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں۔ جب تک کانگریس کے اندر یہ اعلیٰ اوصاف اور خوبیاں موجود ہیں گی وہ ہندوستانی عوام سے خراجِ تحسین وصول کرتی رہے گی۔

میں کانگریس کا مرہونِ منّت کیوں ہوں؟

ہم نے پچھلے مضمون میں بتایا تھا کہ کانگریس کیونکر اہلِ ہند کے دلوں پر حکمراں ہے یعنی کانگریس نے اہلِ ہند کی خدمت کی اور اس لئے وہ مخدوم بن گئی۔ اس لئے جو جماعت چاہتی ہے کہ وہ بھی اہلِ ہند کے دلوں کی مالک بن جائے اس کے لئے لازمی ہے کہ وہ بھی دل و جان سے ہندوستان کی خدمت کرے۔ مشکل و مصیبت کے ایام میں دُکھیوں۔ مظلوموں اور مصیبت زدوں کو چھاتی سے لگائے اور انھیں حوصلہ و دھیرج دے۔ ہم نے یہ بھی تحریر کیا تھا کہ فقط کانگریس ہی ایک آرگنائیزیشن (تنظیم) تھی جس نے بہ حیثیت مجموعی سرحد کے خدائی خدمتگاروں کو سہارا دیا۔ اکالیوں کی جبکہ وہ گوردوارہ پربندھک کمیٹی کے تحت بیروکریسی سے بری طرح الجھے ہوئے تھے امداد کی تھی۔ اسی طرح مارشل لا کے ایام میں جبکہ ڈائر اور اوڈوائر کی نادر شاہی اہلِ پنجاب کو تشدد اور ظلم و ستم کا نشانہ بنائے ہوئے تھی کندھا دیا۔ اسی طرح کانگریس نے ہی تمام اسلامی دنیا کے مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے جبکہ خلافت کا جہاز غوطے کھا رہا تھا تیس کروڑ

ہندوستانیوں کی متحدہ صدائے احتجاج نے مخالفت و ناراضی کا علم بلند کیا جس کے دباؤ سے برطانوی سیاسی حکمت عملی میں نمایاں تبدیلی ہوئی۔ اسی طرح کانگریس نے ہی آزاد ہند فوج کے محبان وطن اور خود دار شاہی ہندوستانی بحریہ کے افسران وملاحوں کی جانب دست امداد دراز کیا۔

کانگریس کا کام یہیں تک ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اس نے ملک کے صدہا اور ہزارہا قومی کارکنوں کو بوقت ضرورت اور مصیبت پناہ دی اور امداد کی۔ آج ہم اس شکرگذاری کے احساس کو جو ہمارے سینے میں گذشتہ اڑتیس سال سے کانگریس کے متعلق موجود ہے پبلک پر ظاہر کرنا اپنا اخلاقی فرض خیال کرتے ہیں۔

سنہ ۱۹۰۸ء میں ہم نے لاہور سے ہفتہ وار اخبار انقلاب جاری کیا چونکہ دوسرا کوئی پریس اس اخبار کے نام کے خوف سے ہی اسے اپنے پریس میں چھاپنے کے لئے تیار نہ تھا اس لئے ہمیں اپنا پریس قائم کرنا پڑا جس کا نام "قومی پریس" تھا۔ ہمارا اخبار چند ماہ تک اس پریس میں چھپا۔ اس کے بعد پنجاب گورنمنٹ نے حکماً اخبار بند کر دیا اور پریس ضبط کر لیا۔ اس وقت ہم اپنے ہموطنوں کے سامنے جو حقیقت پیش کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ مرحوم لالہ دونی چند صاحب بیرسٹرایٹ لا جو لاہور کانگریس کمیٹی کے عرصہ دراز تک پریزیڈنٹ تھے ہمارے وکیل تھے۔ آپ کے خلوص۔ محبت۔ ایثار، اور عالی حوصلگی اور ہمدردی کا اندازہ اس حقیقت سے ہو سکتا ہے کہ آپ نے سپیشل مجسٹریٹ کی عدالت سے ہائیکورٹ کی عدالت تک ہمارے مقدمہ کی پیروی کی اور ہم سے ایک کوڑی فیس نہیں لی۔ اور اس پر طرہ یہ کہ آپ خود بخود عدالت میں ہمارے مقدمہ کی پیروی کرنے کے لئے تشریف لائے۔ اس قسم کا کام ایک سچا محب وطن ہی کر سکتا ہے نہ کہ دودھ پینے والے مجنوں خاص کر اس زمانہ میں جبکہ سیاسیات کے ہوّے کے خوف سے ہندوستانی لرز رہے تھے قوم پرستوں کے مقدمات کی پیروی کرنا دل گردے والے انسانوں کا کام تھا۔

کانگریس کی ہم پر عنایات کا دوسرا موقع ملاحظہ ہو۔ اسی قومی پریس میں ہماری دو کتابیں

"قومی اصلاح حصہ اوّل وحصہ دوم" چھپی تھیں۔ قریباً ایک سال تک گورنمنٹ نے
ان کتابوں کا کوئی نوٹس نہیں لیا لیکن جب ہمارے محترم دوست بابو رام ہری جی
سوراج اخبار میں گورنمنٹ کے خلاف مضامین شائع کرنے کے جرم میں جیل بھیج دیئے
گئے اور ہمیں الہ آباد سے تار پہونچا۔ قوم کی خدمت کے لئے ایک مزید کارکن کی ضرورت
ہے۔ چنانچہ ہم نے الہ آباد پہونچکر سوراج کا چارج لے لیا۔ سوراج الہ آباد ایڈٹ
کرنے کے قریباً آٹھ سات ماہ بعد پنجاب گورنمنٹ نے ہم پر دوسرا مقدمہ قائم کیا۔ یہ مقدمہ
انہیں کتب کے متعلق تھا جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔ چنانچہ پولیس نے ہمارے
دفتر کی تلاشی لی اور ہماری تصنیف شدہ کتب قومی اصلاح ہر دو حصہ ضبط کرکے
ساتھ لے گئی۔ اور ہمیں بذریعہ پولیس گارڈ پنجاب بھیج دیا گیا۔ لاہور میں ہمارا مقدمہ
سپیشل مجسٹریٹ لاہور کی عدالت میں برائے سماعت پیش ہوا۔ اس وقت بھی
لالہ دونی چند صاحب مع اپنے دوتین احباب کے ہمارے مقدمہ کی پیروی کے لئے
موجود تھے۔ سپیشل مجسٹریٹ نے ہمیں سات سال عبور دریائے شور کی سزا دی
اس مقدمہ کی سیشن کورٹ اور ہائیکورٹ میں اپیل کی گئی۔ جہاں ہماری سزا تخفیف
ہوکر پانچ سال رہ گئی۔ ان تمام عدالتوں میں ایک سے زیادہ وکلا ہمارے مقدمہ
کی پیروی میں ہمہ تن مصروف رہے اور تقریباً تین ماہ تک مقدمہ کی سماعت جاری
رہی۔ یہ سب بیرسٹر کانگریس مین تھے اور ان جملہ اصحاب نے اپنی قانونی خدمات
کے عوض ہم سے ایک پیسہ فیس نہیں لی۔

تقریباً ڈھائی تین ماہ حوالات میں گذارنے کے بعد ہمیں لاہور سے الہ آباد کی
ڈسٹرکٹ جیل میں بھیج دیا گیا۔ یہاں پہونچ کر ہمیں معلوم ہوا کہ یو۔ پی گورنمنٹ سوراج
اخبار کے تین مضامین کو مفسدانہ قرار دے کر ہم پر مقدمہ قائم کر رہی ہے۔ چنانچہ جب
پہلے دن ہم ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں حاضر ہوئے۔ ہمارے مقدمہ کی پیروی
کے لئے دوتین وکلا کورٹ میں موجود تھے۔ یہ تمام وکلا زیر ہدایت شری مان پرشوتم داس
ٹنڈن سپیکر یو۔ پی اسمبلی پیروی کر رہے تھے چنانچہ ٹنڈن جی نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سیشن کورٹ

اور ہائی کورٹ میں تقریباً دو ڈھائی مہینہ تک مقدمہ کی پیروی کی۔ ٹنڈن جی کو ہم نے کبھی اپنے مقدمہ کی پیروی کرنے کے لئے درخواست نہیں کی۔ نہ ہم نے کبھی ان کی بیش بہا خدمات کے لئے ایک پیسہ ادا کیا۔ ٹنڈن جی ایسے شریف۔ بے غرض اور ایثار نفس ہیں کہ انھیں اپنی جانب سے صدہا یا ہزارہا روپیہ فیس پیش کرنا بے ادبی و گستاخی سے کم نہ تھا کیونکہ انھوں نے روپیہ کے لالچ سے اس کام کو ہاتھ میں نہ لیا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ ملزم دیش بھگت ہے لہٰذا وہ ان کی امداد و سہائتا کا مستحق ہے۔ اس لئے انھوں نے اپنا فرض سمجھ کر نیاز مند کے مقدمہ کی پیروی کی۔ اس مقدمہ میں ہمارے تمام معاون اور مددگار اور مقدمہ کے پیروکار کانگریس مین تھے اس لئے میں آخر دم تک کانگریس کی عنایات۔ احسانات اور اکرام کو فراموش نہیں کر سکتا اور جو سوسائیٹی یا جماعت اس قسم کے عالی حوصلہ۔ بلند خیال۔ مہربان۔ ہمدرد اور غمگسار مرد خدا پیدا کر سکتی ہے اس کے لئے نوع انسان کے دلوں پر عزت۔ تعظیم و تکریم کے جذبات ضرور موجود ہوں گے اور وہ سوسائیٹی خود بخود عوام کے دلوں کی مالک بن جائیگی اگر ہندو مہا سبھا مسلم لیگ اور اکالی پارٹی چاہتی ہے کہ وہ بھی ہندوستانیوں کے دلوں کی مالک بن جائیں تو انھیں بھی حب الوطنی۔ دیش بھگتی۔ عوام الناس کی خدمت گذاری کے کاموں میں کانگریس کی تقلید اور پیروی کرنی چاہیئے۔

ہندوستان کیلئے ایک عظیم خطرہ اور اسکا انسداد

ماہ اگست اور ستمبر ۱۹۴۷ء میں مغربی پنجاب کے ہندوؤں اور سکھوں پر جو مصیبت نازل ہوئی وہ بیان سے باہر ہے لیکن اگر کوئی شخص جنوری ۱۹۴۷ء میں ان نازل ہونے والے مصائب کی پیشین گوئی کرتا تو کسی کو اس کا یقین نہ آتا۔ لیکن ہم نے

اپنے کانوں سے اپنے ہندو اور مسلمان دوستوں سے اس آنے والی تباہی غارتگری لوٹ مار اور کشت و خون کی باتیں سنیں لیکن ہمیں ان کا یقین نہ آیا۔ اسی طرح ہمارے بچاسوں دوستوں نے ان افواہوں کو سن رکھا تھا لیکن کسی نے بھی ان پر یقین نہ کیا۔ اگر ہم یا ہمارے دوست ان پر یقین کر لیتے تو وہ فوراً اپنی جائداد پاکستان میں فروخت کر کے کسی دوسرے صوبہ میں سکونت اختیار کر لیتے تاکہ ان کی لاکھوں روپیہ کی جائداد بچ جاتی۔

حقیقت یہ ہے کہ مسلم لیگ نے ایک ایسی عالمگیر سازش کا جال پھیلا رکھا تھا اور اس کی تکمیل کے لئے جگہ جگہ لوکل لوہار ہتھیار بنا رہے تھے اور مسلمانوں کو اس کے لئے اندر ہی اندر تیار کیا جا رہا تھا تاکہ وقت مناسب آنے پر وہ فوراً غیر مسلموں کا قتل عام کر دیں اور ان کے مال و زر پر قابض ہو جائیں۔

لیکن جنھیں لغو اور جھوٹی افواہیں کہا جاتا تھا وہ حرف بہ حرف ٹھیک ثابت ہوئیں سائل دریافت کرتا تھا کہ ان افواہوں پر لوگوں کو یقین کیوں نہیں آتا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایسی ہیبتناک۔ خوفناک اور ہولناک تھیں کہ ممکنات سے بعید معلوم ہوتی تھیں۔ انسان کا دل نہیں مانتا تھا کیونکہ وہ نہایت دہشت انگیز تھیں۔ ان پر یقین کرنا بڑا ترش اور تلخ معلوم ہوتا تھا لیکن وہ سب افواہیں درست ثابت ہوئیں۔ یہ سب اس پروگرام کا جو برطانوی رجعت پسندوں اور لیگی لیڈران نے خوب سوچ بچار کر طے کیا تھا نتیجہ تھا۔ اس کے لئے فقط وقت کا انتظار تھا یعنی وہ وقت ۱۶ اگست کو شروع ہونا تھا جبکہ ہندوستان اور پاکستان کی تقسیم ہو جائے گی اور جب لیگی حکومت پاکستانی علاقہ میں من مانی کارروائیاں کرنے کو مختار اور قادر ہو گی۔ چنانچہ جوں ہی ان کے قبضہ میں عنان حکومت آئی۔ انھوں نے اپنا فیصلہ شدہ پروگرام کو پایۂ تکمیل تک پہونچانے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ سچ تو یہ ہے کہ لیگی جتھہ نے کولیشن وزارت کے عہد میں ہی اپنی سرگرمیوں کا سلسلہ شروع کر دیا تھا اور سر خضر حیات خاں کو مستعفی ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔ جوں ہی خضر حیات خاں کی وزارت ختم ہوئی۔

لیگیوں نے اس طوفانی پروگرام کی ابتدا کر دی۔ لاہور کی گلیوں اور سڑکوں پر انسانوں کے پیٹ میں چھروں کا گھونپ دینا معمولی سا کام ہو گیا تھا جیسے مذبح خانہ میں بھیڑ بکریاں کاٹ دی جاتی ہیں۔ یہ اس پروگرام کی ابتدائی منزل تھی لیکن جب لیگی حکومت کا مغربی پنجاب پر پورا قبضہ ہو گیا اور انھیں پورے اختیارات حاصل ہو گئے اس وقت ان کا پروگرام بھی پورے جوبن سے دنیا کے سامنے آگیا۔ یہ پروگرام ہندوؤں اور سکھوں کے قتل عام تھا۔ تاکہ ان کے مال۔ دولت۔ مکانات۔ آراضیات پر مسلمانوں کا پورا قبضہ ہو جائے اور جو ہندو قتل عام سے بچ جائیں انھیں مار مار کر مغربی پنجاب سے بھگا دیا جائے۔ یہ کام قریب قریب اب ختم ہو چکا ہے اور یہ کام ایسی خوبی و سرگرمی سے کیا گیا ہے جس سے غیر مسلم کے دلوں میں ایسی دہشت پیدا ہو گئی ہے کہ اب مغربی پنجاب میں ایک ہندو بسنا نہیں چاہتا۔ جب لوگوں کے مکانات چھین لئے۔ لوگوں کی زمینوں پر قبضہ کر لیا ان کی نقدی اور زیورات سے انھیں محروم کر دیا۔ اب یہ لوگ مغربی پنجاب میں رہکر کیا کریں گے؟ ریت پھانکیں یا روڑے چبائیں گے؟ لیکن یہ لیگی پروگرام کا حصۂ اول ہے جس کے معنی ہیں "ہنس کے لئے ہے پاکستان" مسلمانوں نے تو ہنس کر پاکستان لے لیا۔ لیکن غیر مسلم کے لاکھوں مرد عورتیں اور بچے خون کے آنسو بہا رہے ہیں۔ اس پاکستان کی بیدی پر لاکھوں ہندوؤں کو نہایت بے رحمی سے قربان کر دیا گیا۔ ان کے عذاب اور دکھ کی کوئی حد نہیں۔ اگر لیگی پروگرام اسی پر اکتفا کرتا تو کچھ مضائقہ نہ تھا جو کچھ ہونا تھا ہو گیا ہندو اس پر بھی صبر کر لیتے۔ لیکن لیگی پروگرام کا حصۂ دوم یہ ہے "لڑکے لیں گے ہندوستان" اس نعرہ کو ۹۹ فی صدی ہندو شیخ چلی کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں دیتے۔ مالک کرے یہ محض شیخ چلی کی بڑ ثابت ہو۔ لیکن پہلی غلطی کے بعد دوسری غلطی کا دیدہ و دانستہ شکار بن جانا پرلے درجہ کی حماقت ہو گا۔ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے قبل ہم نے ان تمام ہولناک اور روح فرسا آفات کا تذکرہ سُن رکھا تھا جو مسلمان پنجاب میں نازل کرنے پر کمر باندھے ہوئے تھے لیکن ہمیں ان کا قطعی یقین نہ آیا۔ ہم نے انھیں جھوٹی اور غلط افواہوں سے زیادہ وقعت نہ دی۔ اگر ہمیں یقین آجاتا تو ہم یقیناً اپنی تمام جائیداد

فروخت کرکے پنجاب سے اپنے تعلقات ہمیشہ کے لئے قطع کر لیتے اور اپنے دوسرے رشتہ داروں اور عزیزوں کو بھی یہی مشورہ دیتے کہ وہ اپنی لاکھوں روپیہ کی جائداد فروخت کرکے مشرقی پنجاب یا یو۔ پی میں سکونت اختیار کرلیں۔ لیکن جو بات وقت پر سمجھ میں نہ آئے اس کیلئے بعد میں افسوس کرنا فضول ہے۔ جو کچھ ہوگیا ہوگیا اس کی فکر نہیں۔ لیکن فکر اس بات کی ہونا چاہیئے جو ہونے والا ہے۔ اگر اس کے متعلق قبل از وقت مناسب کارروائی یا بندوبست کرلیا جائے تو دانشمندی اور دُور اندیشی ہوگی۔

اب ہمارے سامنے سوال یہ ہے "لڑکر لیں گے ہندوستان" کا نعرہ محض بےبنیادی نعرہ ہے یا اس کی تہ میں کچھ اصلیت بھی ہے۔ اور یہ لیگیوں کے دلوں کا صحیح مرقّع اور فوٹو ہے اگر یہ نعرہ لیگی گورنمنٹ کے دلی جذبات اور خیالات کو درستی سے اظہار کرتا ہے اور لیگی حکومت اپنی تمام طاقت۔ سرگرمیوں اور قربانیوں سے اسے پایۂ تکمیل تک پہونچانے کے لئے تُلی ہوئی ہے تو ہندوؤں کو اس کے مقابلہ کے لئے پوری تیاری کرنی ہوگی۔ وہ انسان دانشمند نہیں جو پیاس لگنے پر کنواں کھودنا شروع کرتا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ پیاس لگنے سے پیشتر کنواں تیار کیا جائے تاکہ ہمیں پیاسا نہ مرنا پڑے۔ اس لئے ہم گورنمنٹ ہند سے بڑے ادب سے گذارش کریں گے کہ لیگ کے پہلے نعرہ نے لاکھوں ہندوؤں کو خاک میں سُلادیا ہے اور انھیں اپنی پیداکردہ کئی پشتوں کی کمائی سے محروم کردیا ہے۔ اب دوسرے نعرہ کا نتیجہ کروڑوں ہندوستانیوں کی تباہی۔ بربادی اور خانہ خرابی نہ ہو۔ آپ دریافت کریں گے کہ ہمیں کیونکر یہ خیال پیدا ہوا کہ لیگی گورنمنٹ اس قسم کے جنگ وجدل۔ فتنہ وفساد کی سازش کرنے میں منہمک ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ لیگی گورنمنٹ کی موجودہ روش اور برتاؤ جو اُس نے گورنمنٹ ہند اور ہندوؤں اور سکھوں سے کیا ہے اور کررہی ہے۔ اگر روس کا ایک شہری امریکہ یا انگلستان میں قتل کردیا جائے یا اس کو لوٹ لیا جائے تو فوراً روسی گورنمنٹ امریکہ اور انگلستان کی گورنمنٹ سے اپنے شہری کے قتل اور اس کی جائداد کی تلفی کے لئے جواب طلب کرے گی۔ اسی طرح اگر امریکہ اور انگلستان کا کوئی شہری روس میں مارا جائے یا اس کے مال واسباب کا

نقصان ہو جائے۔ روسی گورنمنٹ اس نقصان کی ذمہ دار متصور ہو گی اور اسے پورا معاوضہ جرمانہ یا تاوان ادا کرنا ہو گا۔ لیکن کیسے افسوس کی بات ہے کہ پنجاب کے لاکھوں ہندوؤں اور سکھوں کو پنجاب میں مسلمانوں نے قتل کر دیا اور ان کے مال وزر کو ہضم کر لیا اور اب بھی ہندوؤں کو برابر مار رہے ہیں اور ان کو لوٹ رہے ہیں اور انھیں اس قسم کی کارروائیاں کرتے ہوئے ذرا خوف اور جھجک معلوم نہیں ہوتی۔ یہ علامات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہندوستان اور ہندوؤں کے تباہ کرنے پر کمربستہ اور تیار ہیں اور گورنمنٹ ہند اور ہندوؤں کو اس قابل نہیں سمجھتے کہ وہ ان سے جواب طلب کر سکیں یا ان کی گوشمالی کرنے کے لئے وہ قادر ہوں۔ جس سے ان کے حوصلے اور بھی بڑھ گئے ہیں اور نت نئے دن پہلے سے بڑھ کر شدید اور سنگین جرائم کا ارتکاب کر رہے ہیں۔

ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ برطانوی افسران جو مسٹر چرچل کے چیلے ہیں ہندوستان کے آزاد ہو جانے سے جل بھن گئے ہیں اور وہ اس کا انتقام لینے پر تلے ہوئے ہیں انھوں نے حکمت عملی سے مسلمانوں کو بیچ میں لا کر اور مسٹر جناح کو اپنا مہرہ بنا کر ایسی چال چلی ہے جس سے ہندوستان میں خانہ جنگی شروع ہو جائے۔ ہندو اور مسلمان آپس میں لڑ لڑ کر ڈھیر ہو جائیں اور برطانیہ از سر نو ملک کا حکمراں بن جائے۔ یہ چال برطانوی مدبران نے ہندو محبان وطن سے انتقام لینے کے لئے اختیار کی ہے اور وہ گذشتہ سو سال سے اسی قسم کی چالیں ہندوستان۔ برما۔ مصر۔ ایران۔ چین وغیرہ ممالک میں چل رہے ہیں اور ان ہی چالوں کی بدولت وہ مشرق میں حکومت کرتے رہے ہیں۔

دوسرا امر جس نے ہمیں مذکورہ بالا نتیجہ اخذ کرنے پر ترغیب دی ہے۔ وہ جام صاحب نواگرڈھ سابق چنسلر چیمبر آف پرنسس کا بیان ہے جس میں جوناگڈھ ریاست کی سیاسی چالوں کی قلعی کھولی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ان کے کانوں میں ایسی افواہیں آئیں کہ ریاست حیدرآباد جنوب سے اور ریاست بھوپال شمال سے ہندوستان پر حملہ کرے گی۔ معلوم ہوتا ہے کہ بھوپال کی جگہ اب جوناگڈھ نے لے لی ہے اور سگی حکومت

نے جوناگڈھ پر اپنا پورا تسلط جما لیا ہے۔ اگرچہ جوناگڈھ ریاست کو گورنمنٹ ہند کے ساتھ شامل ہونا چاہیئے تھا کیونکہ اس کی جغرافیائی پوزیشن ہندوستان کی حدود میں ہے۔ مگر پاکستان کی سازش کے باعث وہ ہندوستان میں شامل نہیں ہوئی۔

تیسرا نقطہ اس سلسلہ میں یہ ہے کہ نظام حیدر آباد دکن نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا ہے اور وہ اپنی فوجوں کو برار کی حد پر لے آیا ہے اور برار پر قبضہ کرنیکی دھمکی دی ہے اور لیگی گورنمنٹ کے ساتھ رابطۂ اتحاد کر رہا ہے۔ ان تمام امور کو نظر انداز کرنا درست نہیں۔

اس کے علاوہ دہلی۔ جبلپور۔ ناگپور۔ چندواڑہ۔ دموہ۔ کٹنی۔ کانپور۔ میرٹھ۔ آگرہ پٹنہ وغیرہ شہروں اور دیگر بیسیوں مقامات میں لیگیوں یا مسلمانوں کے پاس سے اسلحہ کا برآمد ہونا ظاہر کرتا ہے کہ اسلحہ جات کی اس قدر کثیر تعداد میں فیکٹریوں سے چوری کرنا بلا خاص سازش غیر ممکن تھا۔ چونکہ جبلپور کی اسلحہ فیکٹری سے تمام بڑے بڑے ہندو افسران کو نکال دیا گیا تھا اور ان کی جگہ پر مسلمانوں کو بھرتی کیا گیا تھا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ضرور کچھ دال میں کالا تھا۔ ابھی حال ہی میں تین چار اعلیٰ برطانوی فوجی افسران کے پاس چونسٹھ ہزار کے قریب کارتوس و دیگر جنگی اسلحہ کا برآمد ہونا ظاہر کرتا ہے کہ برطانوی افسران و مسلم لیگی اس سازش میں شامل تھے۔ امرت بازار پتر کا کہتا ہے کہ اس اسلحہ جات کی تعداد جو حال میں ان شہروں سے برآمد ہوا ہے لاکھوں تک پہونچتی ہے۔ یہ واقعات قطعی ناممکن تھے۔ اگر اس عظیم سازش کی پشت پر برطانوی افسران نہ ہوتے اور یہ وہ برطانوی افسران ہیں جو مسٹر چرچل کے شاگرد اور پروردہ ہیں اور جو ایک منٹ کے لئے ہندوستان کو آزاد دیکھنا پسند نہیں کرتے۔

پاکستان کی گورنمنٹ نے گورنمنٹ ہند کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا ہے

افواہ ہے کہ انگلستان سے دو ہزار سے زائد ٹینک لیگی گورنمنٹ کے لئے بھیجے گئے ہیں لیگی گورنمنٹ کا ڈیڑھ ماہ کے اندر برطانوی گورنمنٹ و دیگر خود مختار ڈومینین سے افسران کی امداد حاصل کرنے کے لئے درخواست کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ لیگی گورنمنٹ کا امریکہ سے قرضہ مانگنے کے کیا معنی ہیں۔ کیا یہ صرف قرضہ ہے یا قرضہ کی شکل میں بم، مشین گن۔ ہوائی جہاز و دیگر جنگی اسلحہ جات ہیں جن کی آئندہ جنگ میں ضرورت پڑے گی۔

یہ چند غور طلب امور ہیں جن کی جانب ہم بڑے ادب سے گورنمنٹ ہند کی توجہ مبذول کرتے ہیں اور ہندو پبلک کو بھی متنبہ کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ وہ پنجابیوں کی طرح ظاہرا امن و امان کے بھروسہ نہ رہیں بلکہ ہر وقت چوکنا اور ہوشیار رہیں تاکہ دشمن انھیں غفلت اور نیند میں پاکر ان کا گلا نہ کاٹ دے ہمیں اُمید ہے کہ کانگریس گورنمنٹ ہندوؤں کی حفاظت اور رکشا کے لئے پوری مستعدی اور جفاکشی سے کام لے گی۔ ہمارا سچا وشواس ہے کہ نہرو کیبنٹ میں نہایت شریف۔ اوّل درجہ کے ایثار نفس۔ بلند حوصلہ محبانِ وطن شامل ہیں جن کا یہ فرض ہے کہ وہ نوے فی صدی ہندو۔ سکھ۔ پارسی۔ عیسائی مفاد کی رکشا کے لئے پوری کوشش اور مستقل مزاجی سے کام لیں گے لیکن اگر انھوں نے اس اہم فرض کی ادائی میں غفلت یا لاپروائی سے کام لیا تو ہندو پبلک اپنی آئندہ الیکشن میں ایسے شریف محبان وطن کا انتخاب کریں گے جو ان کی جانی اور مالی حفاظت کا بار اچھی طرح اٹھا

سکیں۔ اور مسلمانوں کو ملک میں فتنہ فساد اور سازشوں کا موقع نہ ملے۔ حق تو یہ ہے کہ یہ تمام سازشیں اور اسلحہ جات کی برآمدگی اور بارود وغیرہ کا لیگیوں کے قبضہ سے نکلنا برطانوی حکومت کا ورثہ ہے۔ یہ برطانوی حکومت کی سازش تھی جو لیگی حکومت کے ساتھ ملکر کانگریسی گورنمنٹ کو نیست و نابود کرنے پر کمر باندھے ہوئے تھی۔ ان تمام امور سے گورنمنٹ اور پبلک کو ہوشیار اور بیدار ہو جانا چاہیئے تاکہ یہ تمام شرارت ہمیشہ کے لیئے ختم ہو جائے۔

انسدادی تدابیر

کسی مرض اور روگ کا معلوم کرنا کافی نہیں بلکہ اس کا علاج دریافت کرنا لازمی ہے تاکہ مریض مرض سے شفا حاصل کر سکے۔ جب تک مریض کو مکمل صحت نہ ہو جائے۔ مریض کی بیماری کی تشخیص کے متعلق تمام کوششیں رائگاں ہیں۔ اس روگ کا علاج ہماری رائے میں یہ ہے کہ گورنمنٹ ہند اپنے فوجی محکمہ کو درست کرے۔ فوجی طاقت کا مقابلہ فوجی طاقت ہی سے ہو سکتا ہے اور گورنمنٹ ہند کے فوجی افسران ایسے ہوں جن پر پورے طور پر اعتبار کیا جا سکے۔
ہماری رائے ہے کہ برطانوی کمانڈرانچیف اور برطانوی جنرل اور کمانڈنگ افسران کو جس قدر جلد ممکن ہو انگلینڈ واپس بھیجدیا جائے۔ اگر ہندوستان میں اول درجہ کی جنگی قابلیت رکھنے والے کمان افسر نہ مل سکیں تو ہماری گورنمنٹ کو یہ افسران کچھ مدت کے لیئے روس۔ جرمنی وغیرہ ممالک سے حاصل کر لینے چاہئیں اور اپنے نوجوانوں کو اس قسم کی تربیت دینی چاہیئے یا غیر ممالک میں تربیت دینے کا ایسا انتظام کرنا چاہیئے کہ وہ اوّل درجہ کے فوجی افسران بن سکیں۔ لیکن اس سے بھی ضروری بات یہ ہے کہ ہندوستان میں ایک سنٹرل ملیٹری کالج قائم کیا جائے جہاں تربیت حاصل کر کے اول درجہ کے ہندوستانی فوجی افسران ہندوستانی فوج کے لیئے دستیاب ہو سکیں۔ اس امر میں ذرا غفلت اور تاخیر نہیں ہونی چاہیئے۔
ہماری دوسری تجویز یہ ہے کہ ہندوستانی نوجوانوں کو لازمی فوجی تربیت حاصل کرنے کا موقع دیا جائے۔ ہر شخص کو بندوق۔ پستول رکھنے کی اجازت ہو اور

ہر شخص کے لئے ایسا انتظام کیا جائے کہ وہ ان ہتھیاروں کا بخوبی استعمال کر سکے اور وقت ضرورت دشمنوں کے خلاف استعمال کر سکے۔

ہم نے سرحدی ممالک کے آزاد قبائل کو دیکھا جہاں پر ہر شخص ہتھیار رکھ سکتا ہے اور ہر شخص گولی چلانا جانتا ہے اور ہر شخص اچھا نشانہ باز ہے۔ ہندوستان کی آزاد حکومت کو چاہیئے کہ وہ اپنے باشندوں کو جلد از جلد فوجی تربیت حاصل کرنے کا موقع دے تاکہ اگر کسی طرف سے ہندوستان کے دشمن ہمارے وطن پر حملہ کریں تو ان کا دنداں شکن جواب دیا جا سکے۔ ایسا نہ ہو کہ جیسے پنجاب کے ہندو مسلم ملٹری۔ مسلم پولیس اور مسلم نیشنل گارڈ کے ہاتھوں گاجر مولی کی طرح کٹ گئے ایسے ہی ہندوستان کے ہندو مسلم لیگ کے حملہ آوروں کے ہاتھوں سے کٹ جائیں۔ یہ چند تجاویز بطور حفظ ماتقدم کے ہیں جن پر عمل کرنا ہماری گورنمنٹ کا فرض ہے۔ نیز ہند و پبلک کو گورنمنٹ کی توجہ ان امور کی جانب مبذول کرنا چاہیئے۔ اس زمانہ میں لاٹھی اور گتکا کی مشق سے قوم اور ملک نہیں بچ نہیں سکتا۔ بطور ورزش وہ اچھے کھیل ہیں۔ بیسویں صدی میں زندہ رہنے کے لئے لازمی ہے کہ ہم بیسویں صدی کے ڈسپلن اور بیسویں صدی کے اسلحہ جات سے مسلح ہوں ورنہ ہم زمانہ حال کی تربیت یافتہ فوج کے سامنے جو موجودہ ہتھیاروں اور اسلحہ جات سے مسلح ہے دو گھنٹہ بھی نہیں ٹھہر سکیں گے یہ چند امور ہیں جن پر گورنمنٹ ہند اور ہندوؤں کو ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے۔ اور اگر یہ تجاویز مفید ہوں تو فوراً ان پر عمل شروع کر دینا چاہیئے کیونکہ اسی میں ہماری خیریت ہے اور اسی میں ہمارا بچاؤ ہے۔

جنگ کیا ہے؟ جنگ اس لڑائی کا نام ہے جس میں ایک ملک یا ایک قوم دوسرے ملک یا دوسری قوم کے خلاف لڑائی شروع کر دیتی ہے۔ اگر یورپ اور امریکہ کا کوئی مہذب ملک کسی غیر ملک پر حملہ کر کے اس کے آدمیوں کے جان و مال کے دسویں حصہ کو جیسا کہ پاکستانی گورنمنٹ نے گورنمنٹ ہند کی رعیت پر حملہ کر کے تلف کیا ہے

تلف کر دیتا تو فوراً جنگ کا اعلان کیا جاتا۔ ایسے موقعوں پر اول حملہ کرنے والے ملک سے جواب طلب کیا جاتا ہے۔ اس سے جان و مال کے تلف کرنے کے عوض بھاری رقم تاوان کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ اگر وہ اس رقم کے ادا کرنے پر پس و پیش کرے تو باقاعدہ جنگ کا اعلان کر کے جنگ شروع کر دی جاتی ہے۔ ہندوستان کے لاکھوں ہندو اور سکھ مغربی پنجاب میں بھیڑ بکریوں کی مانند ذبح کئے گئے اور پاکستانی گورنمنٹ ابھی تک مغربی پنجاب کے ہندوؤں کو بلا خوف و خطر ذبح کر رہی ہے۔ گویا ان کا کوئی والی وارث نہیں جو ان کے متعلق اس سے جواب طلب کرے گا۔ ہم نہیں جانتے کہ آیا مشرقی پنجاب یا گورنمنٹ ہند نے ہندوؤں اور سکھوں کے قتل عام کے متعلق مغربی پنجاب کی گورنمنٹ کو کوئی فہمائش یا تنبیہ کی ہے یا نہیں کہ وہ اپنی بد حرکات سے باز آئے ورنہ اس کے خلاف جنگ کی جائے گی۔ کیا مغربی پنجاب گورنمنٹ یا پاکستانی گورنمنٹ کا خیال ہے کہ برطانیہ لیگی گورنمنٹ کی پشت پر ہے اور ہندوستان کی ۷۵ یا ۸۰ فی صدی فوجیں سرحد پر پڑی ہیں اور گورنمنٹ ہند بالکل بے دست و پا ہے اور وہ ہمارا کچھ بگاڑ نہیں سکتی اس لئے وہ اپنی سفاکانہ اور ظالمانہ حرکات کی سرگرمیوں کو برابر جاری رکھ رہی ہے اور گورنمنٹ ہند کی قطعی پروا نہیں کرتی۔ کیا سچ مچ گورنمنٹ ہند بالکل بے دست و پا ہے؟ بیکس و بے بس ہے یعنی اپنی رعیت کی جان و مال کی حفاظت کا بار اٹھانے کے بھی ناقابل ہے کیونکہ اس کی ہندو اور سکھ رعایا کے جان و مال کا اس قدر عظیم نقصان ہونے کے باوجود اس نے پاکستانی حکومت کی تنبیہ اور گوشمالی کے لئے ابھی تک قدم نہیں اٹھایا اور کیا وہ ہمیشہ اسی طرح ہندوؤں اور سکھوں کی زندگیوں کی تباہی اور غارتگری کا منظر خاموشی سے دیکھتی رہے گی اور اس کے انسداد کے لئے کوئی موثر قدم نہیں اٹھائے گی۔ یہ سوال ہے جو ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں اور کروڑوں سمجھدار ہندوؤں کو پریشان کر رہا ہے۔ اب معاملہ یہاں تک طول پکڑ گیا ہے کہ ہمارے گھروں کی مستورات کانگریس وزارت کو نحیف و کمزور تصور کرنے لگی ہیں۔ اور وہ ہر روز اس قسم کے الفاظ اپنی زبان پر لاتی ہیں کہ

کانگریس راج میں تمام ہندو مسلمانوں کی چھری کے نیچے آکر ذبح ہو جائیں گے۔ کانگریس حکومت حکمرانی کرنے کی اہل نہیں۔ حکمرانی کے لئے مردانہ اوصاف کی ضرورت ہے۔ اس وقت مہارانا پرتاپ۔ سیواجی اور گورو گوبند سنگھ صاحب سے سورماؤں اور یودھاؤں کی ضرورت ہے جو دشمنوں کا مزاج درست کر سکیں اور ان کو راہ راست پر لا سکیں۔ ہمارے گھروں کی عورتیں اور نوجوان و بچے کانگریس لیڈروں کے خلاف اس قسم کے برے الفاظ زبان پر لاتے ہیں جن کو تحریر کرنے میں شرم محسوس ہوتی ہے۔ حالانکہ میری بیوی اور بچے جانتے ہیں کہ ہم پکے کانگریس مین ہیں اور ملکی خدمات کے لئے دس گیارہ سال جیل خانہ میں گذارے ہیں لیکن ان کے جذبات کانگریس کے خلاف اس قدر مشتعل ہیں کہ رو کنے سے نہیں رکتے۔ وہ کہتے ہیں کہ عدم تشدد اور اہنسا ہماری تباہی کا باعث ہوگا۔ ظالموں اور سفاکوں کی گوشمالی نہ کرنا بے گناہوں سے بے انصافی کرنا ہے۔ گورنمنٹ کا فرض ہے کہ قصوروار کو سزا دے اور معصوموں اور بے گناہوں کو ظلم و ستم سے بچائے۔ اگر حکومت انصاف نہیں کرتی اور رعیت کو لٹیروں۔ ڈاکوؤں اور قاتلوں سے پناہ و امان حاصل نہیں ہے تو وہ حکومت حکمرانی کے اہل نہیں۔

ہماری رائے ہے کہ لوگوں کی نئی حکومت کے خلاف شکایات بہت حد تک درست ہیں۔ لیکن لوگوں کو نئی حکومت کی مشکلات کا علم نہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ لیگی گورنمنٹ انگریز رجعت پسندوں سے مل کر گورنمنٹ ہند کی مشین کو بیکار اور ناکارہ کرنے کی ہر طرح کی کارروائی کر رہی ہے چنانچہ جس دن سے نئی حکومت قائم ہوئی ہے لیگی حکومت نے اپنی مکروہ سرگرمیوں سے ملک میں قیامت برپا کر دی ہے یا لیگی رعیت اب ان کے قابو سے باہر ہوگئی ہے اور وہ ہر قسم کے بدافعال اور بدکرداریوں کی مرتکب ہو رہی ہے۔ شروع میں حکمرانی حاصل کرنے کی خاطر مسلم عوام کو مسلم لیگ کے لیڈروں نے بھڑکایا اور اشتعال دیا جس کا بیروکریسی نے نہ صرف کوئی نوٹس نہ لیا بلکہ ان کی حوصلہ افزائی کی۔ جس سے مسلم عوام بگڑے ہوئے بچوں کی طرح سر پر چڑھ گئے اور اب وہ

علانیہ قانون اور ضابطہ کو اپنے پاؤں تلے روند رہے ہیں۔ عادت ایسی شے ہے جو یکدم دُور نہیں کی جا سکتی۔ جب ایک مرتبہ کسی مخلوق کے منہ میں خون لگ جاتا ہے وہ پہلے بیگانوں کا خون پیتا ہے جب بیگانوں کا خون نہیں ملتا پھر اپنوں کو کوس کوس کر کھانے لگتا ہے۔ وہ وقت دُور نہیں اگر مسلم لیگ کی گورنمنٹ نے اپنی رعیت پر قابو نہ پایا تو یہی عوام اس کی تباہی کا باعث ہوں گے کیونکہ ان لوگوں کی سرگرمیاں اور افعال ایسے ہیں گویا لیگی حکومت نے گورنمنٹ ہند کے خلاف جنگ شروع کر دی ہے۔ اور جیسے دوران جنگ میں لوٹ مار اور کشت و خون کے مناظر عام ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح کا برتاؤ مغربی پنجاب کے مسلمانوں کا مغربی پنجاب کے ہندوؤں اور سکھوں کی جانب ہے جو اس صوبہ کو چھوڑ کر مشرقی پنجاب میں پناہ لے رہے ہیں۔ یہ امر مصدقہ ہے کہ اگر لیگی حکومت ہندوؤں اور سکھوں کے ساتھ انصاف اور راستبازی کا سلوک کرتی تو ۹۹ فی صدی ہندو اور سکھ پنجاب چھوڑ کر مشرقی پنجاب اور یو۔پی میں پناہ نہ لیتے۔ اگر کل ہی گورنمنٹ ہند اور لیگی گورنمنٹ کے درمیان معاہدہ ہو جائے اور لیگی حکومت کل اختیارات کانگریس گورنمنٹ یا کولیشن گورنمنٹ کے سپرد کر دے تو کل ہی ۹۰ فی صدی ہندو مشرقی پنجاب اور یوپی چھوڑ کر مغربی پنجاب کو واپس لوٹ جائیں گے۔ اس کی وجہ بالکل صاف ہے یعنی انسان کی زندگی اور ہستی کا دارومدار اس کے مالی اور اقتصادی ذرائع پر ہے اور چونکہ مغربی پنجاب مثل سونے کے انڈے دینے والی مرغی کے ہے لہذا ہندو اور سکھ اس صوبہ کو چھوڑنا نہیں چاہتے۔ اور مسلمانوں نے مغربی پنجاب کے اضلاع کی کل پیداوار کا مالک بننے کی خاطر سکھوں اور ہندوؤں پر لاانتہا مظالم ڈھائے تاکہ ہندو اور سکھ اس صوبہ سے بھاگ جائیں اور وہ ان کے زرخیز زراعتی میدانوں اور کارخانہ جات اور منڈیوں پر قابض ہو جائیں جہاں سے کروڑوں روپیہ کی ہر سال آمدنی ہوتی ہے اور جن کی مالی خوشحالی اور فارغ البالی مسلمانوں کو ایک آنکھ سے نہیں بھاتی۔ دوسرے الفاظ میں مسلمانوں نے علانیہ جنگ کر کے ہندوؤں کو مغربی پنجاب کے صوبہ سے نکال دیا اور گورنمنٹ

ہند نے اس جنگ کے چیلنج کو منظور نہیں کیا۔ حالانکہ پاکستان بننے سے پیشتر لیگ کے لیڈران نے وعدے کئے تھے کہ قلت کو لیگی حکومت میں اکثریت کے برابر حقوق اور استحقاق ہوں گے اور وہ امن اور چین سے زندگی بسر کر سکیں گے اگر کانگریس کو لیگ کی عہد شکنی اور ریاکاری کا علم ہوتا تو وہ کبھی تقسیم ہند کی سکیم منظور نہ کرتی۔ جس سے ملک میں اس قدر تباہی اور بربادی نازل ہوئی ہے۔

ہندوؤں اور مسلمانوں کی بھلائی کے لئے

چند ضروری مشورے

اس کتاب کو ختم کرنے سے پیشتر ہم اپنے ہموطنوں اور گورنمنٹ ہند کی خدمت میں چند ضروری امور پیش کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اپنے ہم مذہب بھائیوں کے مصائب سے دکھی ہو کر ہم نے ان مضامین کو ضبط تحریر میں لانے کے لئے مغربی پنجاب کے مسلمانوں یا لیگی حکومت کے خلاف سخت نکتہ چینی کی ہو لیکن ہماری نکتہ چینی کا مدعا یہ ہے کہ لیگی حکومت یا مغربی پنجاب کے مسلمان ہندوؤں اور سکھوں کے ساتھ ایسا سلوک اور برتاؤ کریں جیسا کہ ایک نیک اور خدا پرست انسان دوسرے انسان سے کرتا ہے تاکہ ہندوؤں اور سکھوں پر ان کی بدکرداریوں کا برا اثر نہ ہو اور وہ بدی کا انتقام لینے کے لئے مجبور نہ ہوں۔

ہم نے اس سوال پر دھیرج اور شانتی سے غور کیا ہے۔ ہماری رائے ہے کہ کانگریس گورنمنٹ کی پالیسی کا جس قدر انحصار خدائی قانون انصاف۔ مساوات۔ رحم و محبت کے قانون کے مطابق ہے وہ اسی قدر درست ہے اور اس کا پھل یا نتیجہ کانگریس گورنمنٹ اور ہندوؤں کے حق میں مفید رہے گا اور ہماری پختہ رائے ہے کہ کانگریس

گورنمنٹ کو کسی صورت میں لیگی گورنمنٹ کے کشت و خون اور انتقام کی پالیسی کی ہرگز تقلید نہیں کرنی چاہیئے۔ یہ سچ ہے کہ لیگی لیڈران نے غیر مسلموں کے خلاف نفرت۔ کدورت اور جہاد کے جذبات کی اشاعت سے تمام ملک میں خون کا دریا بہا دیا ہے۔ اس مکروہ پروپیگنڈا کا صحیح جواب نفرت کے عوض نفرت اور جہاد کے عوض جہاد نہیں بلکہ محبت اور عفو ہے۔ پریم اور کشما ہے۔ یہ پیالہ کڑوا اور تلخ ضرور ہے۔ لیکن یہ پیالہ امرت کا ہے۔ اس پیالہ کو ہندوؤں اور سکھوں کو خوشی سے پینا چاہیئے۔ اس میں ان کی حقیقی دوامی بھلائی مضمر ہے۔ اس کے برعکس کارروائی کرنے سے ہندوستان تباہ ہو جائے گا جس سے ہندوؤں اور مسلمانوں کو بدرجہا زیادہ مصائب اور آفات کا شکار ہونا پڑے گا۔

(۲) ان مسلمانوں نے سخت غلطی کی ہے جنھوں نے ہندوستان میں "دوم قوم" کے اصول کے تحت ملک کی تقسیم کا مطالبہ کیا جس سے ہندوؤں اور مسلمانوں کو لاانتہا مصائب کا متحمل ہونا پڑا ہے۔ ہماری رائے ہے کہ ہندوستان نہ صرف ہندوؤں اور مسلمانوں کا مشترکہ وطن ہے بلکہ ہندوستان تمام دنیا کے لوگوں کا ایسے ہی وطن اور جائے سکونت ہے جیسا کہ چاند سورج اور ستارے۔ آسمان۔ ہوا اور پانی اور زمین مشترکہ نعمتیں ہیں۔ یہ سب پرماتما کے بنائے ہوئے پدارتھ ہیں اور پرماتما ہمارا سب کا مشترکہ باپ اور مالک ہے۔ اس لیئے پرماتما کے بنائے ہوئے ساز و سامان۔ اس کی کائنات اور رچنا پر سب کا برابر دعویٰ اور حق ہے۔ لہٰذا اگر مغربی پنجاب سے مسلمانوں نے ہندوؤں کو نکال کر غلطی کی ہے تو ہندوؤں کو مسلمانوں کو مشرقی پنجاب یا ہندوستان سے نکال کر دوسری غلطی نہیں کرنی چاہیئے۔ ہماری رائے ہے کہ مسلمانوں کے عمل سے پرماتما خوش نہیں ہوا اور اگر ہندوؤں نے اس معاملہ میں مسلمانوں کی تقلید کی تو وہ ہندوؤں کے فعل کو ہرگز پسند نہیں کریگا۔ اسلئے ہماری ہندوؤں۔ سکھوں اور گورنمنٹ ہند سے درخواست ہے کہ وہ مسلم لیگ کے لیڈروں کی فتنہ پردازی کو نگاہ میں رکھ کر ہندوستان کے مسلمانوں سے ہرگز ایسا برتاؤ نہ کریں

جو مالک کی نظروں میں ناپسندیدہ اور نادرست ہو۔ بائبل میں Prodegal Son ’عیاش بیٹا‘ کا ذکر ہے جس نے اپنے والدین سے مطالبہ کیا کہ اس کو خاندانی دولت کا حصہ دیدیا جائے۔ چنانچہ یہ لڑکا اپنا ورثہ لے کر پردیس چلا گیا اور وہاں پہنچکر اپنا تمام سرمایہ عیش وعشرت میں تلف کر دیا اور بھوکوں مرنے لگا۔ کچھ عرصہ بعد ٹھوکریں کھا کر یہ لڑکا اپنے گھر واپس آیا۔ اس کے باپ نے فوراً اس کا قصور معاف کر دیا اور لڑکے کو چھاتی سے لگا لیا اور اس کے واپس لوٹنے پر خاص خوشی منائی اور ضیافت کی جس میں تمام برادری کو مدعو کیا گیا اور باپ نے تقریر کرتے ہوئے کہا ”مالک کا شکر ہے میرا لخت جگر واپس آگیا ہے جس سے میرا ٹوٹا ہوا دل جڑ گیا ہے۔“ ہماری رائے میں ہندوؤں کو مسلمانوں سے یہی سلوک کرنا چاہیئے یعنی جو کچھ ہوگیا سو ہوگیا اب انھیں اپنا دل صاف کرکے مسلمانوں کو ہندوستان میں وہی حقوق عطا کرنے چاہئیں جو ہندوؤں کو حاصل ہیں اور سرکاری ملازمتوں میں انھیں ان کی قابلیت کے مطابق اسامیاں اور ملازمتیں دینی چاہئیں جیسا کہ ہندوؤں کو دی جاتی ہیں۔

ہمیں خوشی ہے کہ کانگریس گورنمنٹ اور مہاتما گاندھی جی اس اصول کے مؤید اور حامی ہیں لیکن مسلمانوں کا بھی فرض ہے اور وہ یہ کہ وہ گورنمنٹ ہند کے ایسے ہی وفادار شہری بن جائیں جیسے ہندو ہیں۔ اگر وہ اس شرط کو پورا نہیں کرتے تو پھر ان کا ہندوستان میں رہنے اور قیام کرنے اور دوسرے حقوق کے لئے مطالبہ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ گورنمنٹ ہند کے باغیوں اور پاکستان کی گورنمنٹ کے حامیوں کا اس قسم کے سلوک کا کوئی حق نہیں۔

ہندوستان کے قوم پرست مسلمان، مومن و دیگر مسلمان جنھوں نے مسلم لیگ کی تحریک میں حصہ نہیں لیا۔ اہل ہند کے جملہ حقوق اور رعایتوں کے مستحق ہیں جو ملک کے تمام ہندوؤں اور کانگریسیوں کو حاصل ہیں۔ اس میں مطلق کوئی امتیاز نہیں ہونا چاہیئے۔ جیسے مسلمان گورنمنٹ برطانیہ کے وفادار تھے اور وہ ہندوؤں سے بڑھ کر اپنی وفاداری کا اظہار

کرتے تھے اس لئے ہندوؤں سے بڑھ کر انھیں مراعات حاصل تھیں اور انھیں ذمہ داری کے عہدوں پر تعینات کیا جاتا تھا اور ان کو ان کے تناسب سے بڑھ کر سرکاری نوکریاں دی جاتی تھیں اور کسی مسلمان کو انگریزی پڑھنے سے یا اپنے بچوں کو انگریزی تعلیم و تربیت دینے سے عار نہیں تھا۔ ایسے ہی اب مسلمانوں کو کانگریس گورنمنٹ کی وفاداری کا دم بھرنا چاہیئے۔ اور قول فعل اور عمل سے ہرگز ایسی حرکت نہیں کرنی چاہیئے جس سے ان کی وفاداری پر دھبّہ لگے اور خوشی سے ہندی اور سنسکرت کی تعلیم حاصل کرنی چاہیئے جیسا کہ اس ملک میں کروڑوں ہندو اُردو اور فارسی پڑھتے ہیں اور اردو اور فارسی پڑھنے میں انھیں قطعی ہچکچاہٹ نہیں۔ نہ وہ اردو۔ فارسی اور عربی کا مطالعہ اپنے مذہبی اصولوں کے خلاف سمجھتے ہیں۔ ایسے ہی اگر مسلمان ہندی اور سنسکرت کا مطالعہ شروع کر دیں تو وہ بھی اس زبان کے علوم سے ایسے ہی مستفید ہو سکتے ہیں جیسے ہندو اردو اور فارسی زبان کے مطالعہ سے مستفیض ہوئے ہیں یا جیسے ہندو اور مسلمان انگریزی راج میں انگریزی زبان کے مطالعہ سے بہرہ اندوز ہوئے تھے۔ راج بھاشا کا مطالعہ ہندو اور مسلمان دونوں کے لئے یکساں مفید ہوگا۔ اس میں تنگ دلی ہرگز نہیں ہونی چاہیئے۔ لیکن ایسا کرنے سے مسلمانوں کے دلوں میں ہندو تہذیب کے لئے عزت و پیار کے جذبات پیدا ہوں گے اور وہ ہندوؤں کے نزدیک آجائیں گے جو کسی ملک کی متحدہ قومیت کے لئے لابدی ہے۔ پروفیسر میکسمولر اور شوپنہار سنسکرت کا مطالعہ کرنے سے ہندو تہذیب اور ہندو علم ادب اور ہندو مذہب کی فلاسفی کو اچھی طرح سمجھ سکے۔ اسی طرح راجہ رام موہن رائے و دیگر ہندو ادیب عربی اور عبرانی زبان کا مطالعہ کرنے سے مذہب اسلام۔ عیسوی اور یہودی مذہب کو اچھی طرح سمجھ سکے۔ ایک دوسرے کی مذہبی کتب کے مطالعہ سے لوگوں کے دل وسیع ہوتے ہیں اور وہ زیادہ آسانی سے ایک دوسرے کی قدر کر سکتے ہیں اور ان کے دلوں پر سب کے لئے محبت اور پریم کے جذبات حکمرانی کرتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے اپنے

دل میں حضرت محمد صاحب۔ حضرت مسیح۔ مہاتما بدھ اور دیگر مذاہب کے آچاریوں کے لئے اسی قدر عزت اور احترام کے جذبات موجود ہیں جس قدر شری رامچندر جی اور کرشن بھگوان کے لئے پائے جاتے ہیں اور ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ ہم حضرت محمد صاحب۔ حضرت مسیح اور مہاتما بدھ کے اسی قدر شردھالو اور معتقد ہیں جس قدر ان کے اپنے متبع اور مرید ہیں۔ ہمیں تمام مذاہب کی تعلیم میں خدائی جلوہ دکھائی دیتا ہے اور ہم ان تمام بزرگوں کو خدا کا پیغمبر یا نبی یا رسول مانتے ہیں۔ اس لئے ہماری رائے میں سچا ہندو مسلم اتحاد اسی وقت ممکن ہوگا جب ہندو اور مسلمان ایک دوسرے کی مقدس کتب اور پوتر پستکوں کا پاٹھ کریں گے اور ایک دوسرے کی حقیقی روحانی تعلیم سے واقف ہوں گے۔ ہماری رائے ہے کہ تمام مذاہب کی حقیقی تعلیم ایک ہے فرق صرف فروعات میں پایا جاتا ہے اور تمام مذاہب کی تعلیم کا عطر وصل خدا ہے۔ اگر یہ نصب العین انسان کو حاصل ہو جائے اس کا دنیا میں جنم لینا سپھل ورنہ یہ زندگی مفت ضائع گئی اور انسان دنیا کی خاک چھانتے ہوئے سنسار سے رخصت ہو گیا۔ جب وصلِ خدا انسان کی منزل مقصود ہے اور تمام مذاہب کا یہی نصب العین ہے پھر باہمی اختلافات اور تفاوت فضول اور بے معنی ہو جاتے ہیں اور ان کا باہمی لڑائی جھگڑا کرنا محض جہالت۔ نادانی اور حماقت ہے اور اگر تمام مذہب کا محبوب حقیقی ایک ہے اور ہر شخص اپنے محبوب حقیقی کے وصل کے لئے کوشش اور محنت کرتا ہے پھر آپس میں لڑائی جھگڑا کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ ایک باپ کے چاروں بیٹوں میں جو سپوت اور لائق ہیں اور جو سعادتمند اور آگیا کاری ہیں کبھی لڑائی جھگڑا نہیں ہو سکتا جیسے رام۔ بھرت اور لکشمن اور شترگن میں کبھی نہیں ہوا تھا۔ برعکس اس کے جو زر۔ دولت اور حکومت کے غلام ہیں وہ ایک دوسرے کو قتل کر دیتے ہیں جیسے اورنگ زیب نے اپنے تمام بھائیوں کو قتل کر دیا تھا۔ یہ لوگ حکومت کی خاطر اپنی روح کو دوزخ میں ڈالنے کے لئے پس و پیش نہیں کرتے۔ وہ نہ خدا کی پرواکرتے ہیں نہ محمد صاحب کی۔ نہ قرآن۔ انجیل

اور ویدوں کے ارشادات کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ یہ لوگ خدا اور مذہب سے منکر ہیں۔ یہ لوگ فقط اپنے سیاسی اغراض کی تکمیل کے لئے مذہب کی آڑ لیتے ہیں اور مذہب کی آڑ لے کر اپنے ہم مذہب بھائیوں کو گمراہ کرتے ہیں اور ان کے گمراہ کرنے سے لاکھوں ہندو اور مسلمان آپس میں لڑ کر تباہ ہو جاتے ہیں اور وہ انسانیت سے درندہ خصلت بن جاتے ہیں۔

اس لئے ہم ہندوؤں، مسلمانوں، سکھوں اور عیسائیوں کو ایک معرکہ کی بات عرض کئے دیتے ہیں۔ وہ یہ ہے اگر آپ کے لیڈر آپ کو پریم و محبت کا سبق پڑھاتے ہیں کہ آپ تمام خدائی مخلوق سے پریم و محبت کرو۔ تو وہ آپ کو حق کی بات کہتے ہیں آپ کو ضرور ان کی بات سننی چاہیئے اور اس پر ضرور عمل کرنا چاہیئے لیکن اگر وہ اس کے برعکس آپ کو تعلیم دیتے ہیں یعنی دیگر مذاہب کے لوگوں سے نفرت بغض اور کدورت رکھنے کی ہدایت کرتے ہیں تو وہ گمراہ اور پاپی ہیں اور وہ خدائی تعلیم اور الہام کے مخالف ہیں۔ قرآن میں رب العالمین کے الفاظ پائے جاتے رب المسلمین کے الفاظ نہیں ہیں۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ خدا سب کائنات کا مالک ہے وہ صرف مسلمانوں کا رب نہیں ہے۔ اس لئے تمام نوع انسان سے محبت کرنا انسان کا فرض ہے۔ اس میں مذہبی، نسلی، رنگی اور ملکی امتیاز ہرگز نہیں ہونا چاہیئے۔ ایسا کرنے سے دنیا میں امن اور شانتی قائم ہو سکتی ہے۔

مالک کو حاضر ناظر سمجھکر راہِ راست اختیار کرو

ہم اس مضمون میں ایک نہایت ضروری امر کی جانب اپنے ہندو اور مسلمان ہموطنوں کی توجہ مبذول کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ وہ اپنے لیۓ ہر معاملہ کا فیصلہ خود اپنی عقل سلیم کی روشنی میں کریں لیکن افسوس یہ ہے کہ ہر شخص کو عقل سلیم حاصل نہیں اور دنیا کے اکثر انسان اس سے قطعی محروم ہیں۔ وہ خود اندھیرے میں ٹھوکریں کھاتے ہیں اور جو لوگ ان کا دامن پکڑتے ہیں یا ان کے کہنے پہ چلتے ہیں انھیں بھی گمراہ کرتے ہیں۔ مثلاً مسلم لیگ کے لیڈران اپنے کو بڑا عقلمند اور صاحب تدبیر خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ مسٹر جناح نے پاکستان کے حصول کے بعد جو بیان دیا اس میں فرمایا کہ پاکستانی حکومت کی کامیابی کی تہ میں جسمانی اور دماغی قوا کارکن یا کارساز تھیں۔ وہ قوا کیا تھے ان کے یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں لیکن ان کی کارگذاری یا ان کے عمل درآمد نے جو تباہی اور بربادی ملک میں نازل کی اس سے تمام ملک واقف ہے۔ پنجابی میں ایک کہاوت ہے "چولھے میں پڑے وہ سونا جو کانوں کو پھاڑے"۔ یعنی وہ سونا کس کام کا جو کانوں کو پھاڑ ڈالے۔ ایسے ہی وہ عقل وہ ذہانت دو کوڑی کی جو دنیا میں قیامت برپا کر دے۔ اگر کوئی انسان لاکھوں بندگان خدا کا کشت و خون کرنے سے بادشاہی کا مالک بن جاتا ہے تو یہ بادشاہی اس کے لیۓ بہت ہی مہنگی ہے۔ اشوک شاہنشاہ نے کالنگا کا صوبہ فتح کر لیا وہ اس فتح سے ہندوستان کا شاہنشاہ تو بن گیا لیکن اس نیک دل بادشاہ کو اپنی اس کارروائی سے اس قدر دکھ ہوا کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اس دکھ و پچھتاوے کا نتیجہ تھا کہ وہ شاہنشاہ ہوتا ہوا فقیر بن گیا اور اس نے

اپنی تمام بقیہ عمر عبادت۔ ریاضت اور دھرم کے اصولوں کے پرچار اور تمام مخلوق کو آرام وسکھ کے ساز وسامان بہم پہونچانے میں صرف کی۔ چنانچہ اس شریف شاہنشاہ کا نام ابد تک دنیا میں یاد رہے گا۔

اس کتاب میں ہم نے دو قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے (۱) وہ خیالات جو ہندوستان کے دکھی اور مظلوم لوگوں کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ جن کو مغربی پنجاب سے نہایت بے رحمی اور بے دردی سے مار مار کر نکال دیا گیا ہے اور جو مشرقی پنجاب یا ہندوستان کے دیگر صوبوں میں پناہ لینے کے لئے مجبور ہوئے ہیں نیز وہ خیالات جو راقم مضمون نے اخبارات کے مطالعہ سے حاصل کئے ہیں یا ان لوگوں کے سنگ وصحبت۔ بات چیت کا نتیجہ ہیں جن کے درمیان اس کی نشست وبرخاست ہے۔ (۲) دوسرے وہ خیالات ہیں جو اس کی ذاتی رائے کا اظہار ہیں۔

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ہم عام آدمیوں کی طرح غلطی سے مبرّا نہیں اسلئے ہمارے وہ خیالات نصائح۔ اُپدیش جنھیں ہم نے پرماتما کے بھے اور بھاؤ کی حالت میں درج کیا ہے زیادہ صحیح ہیں۔ سائل پوچھتا ہے کہ ہمیں کیسے علم ہو کہ ہمارا کون سا خیال دفعل مالک کے بھے وبھاؤ کا مظہر ہے؟ اس کا جواب آسان ہے یعنی ہر شخص کو اپنے قول وفعل کے نیک وبد ہونے کا تصفیہ کرنے کے لئے اپنے کو اپنے پرماتما کے حضور میں نہایت (خشوع) دینتا وغریبی سے پیش کر کے روشنی کے لئے استدعا کرنی چاہیئے۔ اس پرارتھنا کے بعد اسے راہ راست معلوم ہو جائے گی اور وہ اپنے لئے نیک وبد راستہ ٹھیک ٹھیک معلوم کرلے گا۔

لیکن جب آپ کو درست راستہ معلوم ہو جائے اس وقت آپ کا فرض ہو جائیگا کہ آپ وہی راہ اختیار کریں۔ اگر آپ کے تمام دوست۔ رشتہ دار آپ کے تمام ہم مذہب اس کی مخالفت کریں تو آپ کو اس کی پرواہ نہ کرنی

چاہیئے۔ اگر آپ ایسا نہیں کر سکتے تو آپ کے لئے نیک و بد راستہ کا صحیح علم رکھنا بالکل بے مصرف ہو گا کیونکہ صحیح راستہ کا معلوم ہونا اسی شخص کے لئے مفید ہو گا جو اس پر گامزن ہوتا ہے لیکن جو صحیح راستہ اختیار نہیں کرتا وہ اپنے علم سے مستفیض نہیں ہو سکتا۔ اس لئے جو کچھ ہم نے اوپر لکھا ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک دوسرے سے کمال محبّت۔ پریم۔ رواداری۔ تحمل سے برتاؤ کرنا چاہیئے کیونکہ ہندو اور مسلمان دونوں خدا کے بچے اور مخلوق ہیں اور دونوں ہی خدا کو یکساں اور محبوب ہیں اس لئے وہ ہم سے اُمید رکھتا ہے کہ ہم انکے ساتھ اچھا برتاؤ وسلوک کریں۔ اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو ہم خدا کے حکم کی نافرمانی کرتے ہیں اور ہم گنہگار بن جاتے ہیں۔

اسی طرح زندگی کے قریباً ہر معاملہ میں ہم پہلے ہی جانتے ہیں کہ کون فعل اچھا ہے اور کون برا۔ کون کام کرنے کے لائق ہے اور کون ترک کرنے کے لائق۔ اور اگر کسی فعل کے نیک و بد ہونے کے متعلق ہمیں شبہ ہے تو یہ شبہ آسانی سے دُور ہو سکتا ہے۔ کیونکہ پرماتما کا ایک عالمگیر اصول ہے "دوسرے کے ساتھ ایسا سلوک کرو جو سلوک تم اپنے لئے پسند کرتے ہو"۔ اب سوال یہ ہے کہ مغربی پنجاب سے مسلمانوں کا یا مسلم لیگ کے حامیوں کا ہندوؤں اور سکھوں کو زبردستی نکال دینا درست ہے؟ ان کی دوکانات۔ ان کے مکانات۔ ان کے کارخانہ جات اور اراضیات کو چھین کر ان پر قبضہ کر لینا جائز ہے؟ کیا ان کا ایمان یا قرآن۔ انکا رسول اور خدا ایسا کرنے کی اجازت دیتا ہے؟ اگر ان کے ساتھ مشرقی پنجاب یا ہندوستان کے دیگر حصوں میں جہاں کانگریس گورنمنٹ ہے ایسا سلوک کیا جائے یعنی ان کے مکان نذر آتش کئے جائیں۔ ان کو زبردستی گھروں سے نکالا جائے انھیں بازاروں اور گلیوں میں ہلاک کیا جائے۔ ان کے ساز و سامان چھین لئے جائیں اور انھیں کرنا اور دھوتی میں ہندوستان اور مشرقی پنجاب سے بدر کیا جائے کہ وہ پاکستان میں جا کر پناہ لیں۔ کیا وہ اس تمام کارروائی یا

سلوک کو پسند کریں گے؟ اگر وہ اپنے لئے یہ سلوک پسند نہیں کرتے تو وہ دوسروں کے لئے ایسا سلوک کیونکر جائز اور درست سمجھتے ہیں؟ کیونکہ انھوں نے مغربی پنجاب کے ہندوؤں سے یہ سلوک کیا ہے۔ لیکن چاہیئے تو یہ کہ انسان اپنی بدکرداریوں اور معیوب حرکات پر نادم ہوتا۔ مسلم لیگ کے لیڈران مسٹر جناح اور مسٹر لیاقت علی خاں وزیر اعظم پاکستان الٹا کانگریس گورنمنٹ کو کوستے اور بدنام کرتے ہیں۔ گویا وہ خود معصوم ہیں اور تمام قصور اور زیادتی کانگریس کی ہے۔

لیکن اگر انسان اچھے اور خراب فعل کو سمجھتا ہے اور وہ دیدہ و دانستہ بد افعال کا مرتکب ہوتا ہے تو یہ گنہگار اور قصوروار ہے۔ اس کو یہ کہنے کا حق نہیں کہ اس نے بھول کر یا غلطی سے اس جرم کا ارتکاب کیا ہے لہذا وہ قابل معافی ہے۔ مثلاً جن مسلمانوں نے پاکستان اور ہندوستان کی تقسیم سے پیشتر ہندوستانی گورنمنٹ کے خلاف سازشوں میں حصہ لیا حالانکہ وہ خوب جانتے تھے کہ صوبہ یو۔ پی۔ بمبئی۔ سی۔ پی۔ مدراس کبھی پاکستان میں شامل نہیں ہو سکیں گے ان لوگوں نے اپنے گھروں میں ہتھیار تیار کئے۔ ان لوگوں نے اسلحہ تیار کرکے ملک کے مختلف حصوں میں تقسیم کئے۔ ان لوگوں نے سرکاری اسلحہ خانہ جبلپور وغیرہ سے سرکاری افسران سے مل کر اسلحہ کی چوری کی اور چوری اس لئے کی کہ وہ گورنمنٹ ہند کو نیست و نابود کرکے تمام ملک میں پاکستانی گورنمنٹ قائم کرسکیں۔ یہ لوگ مجرم۔ قصوروار اور گنہگار ہیں یا نہیں؟ یہ خود اپنے دل سے اس سوال کا جواب حاصل کریں۔ یہ لوگ خدا کے سامنے کھڑے ہو کر بتائیں کہ وہ گورنمنٹ ہند کے باغی ہیں یا نہیں۔ اگر وہ باغی ہیں تو انھیں ہندوستان چھوڑ کر پاکستان چلا جانا چاہیئے۔ اور کیا اب وہ باغیوں کی فہرست میں کھڑے ہو کر باغیوں کی سزاؤں کو اپنے سر پر لینے کیلئے تیار ہیں؟ کیا یہ لوگ اپنے سابقہ گناہوں کا کفارہ کرنے کے لئے تیار ہیں؟ کیا ان لوگوں کو اپنی مذموم بدکرداریوں کے لئے شرم۔ افسوس یا پچھتاوا ہے

یا یہ لوگ بے اصول۔ غنڈے۔ بدمعاش اور حرام خور ہیں۔ جہاں سے انھیں
پیسہ مل گیا وہ پیسہ لے کر بد سے بدتر فعل یا حرکت کرنے کے لئے تیار اور آمادہ
ہو جاتے ہیں۔ اگر ان کا یہی کیرکٹر ہے تو حکومت کو ان لوگوں سے ضمانتیں لیکر
انھیں نمبر ۱۰ کے بدمعاشوں کی فہرست میں شامل کرنا چاہیئے اور انھیں پولیس
کی نگرانی میں ایک عرصہ تک رکھنا چاہیئے" تاکہ وہ مزید شرارت اور فتنہ کے
مرتکب نہ ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں سب بڑا چوکیدار انسان کا اپنا ضمیر ہے۔
جس شخص کا ضمیر بیدار ہے اور وہ اپنے ضمیر کی روشنی میں عمل کرتا ہے اس
شخص کی نگرانی کرنے کی ضرورت نہیں۔ وہ خود راہ راست پر چلتا ہے اور
دوسروں کو راہِ راست پر چلنے کی ترغیب دیتا ہے۔ لیکن چونکہ برطانوی گورنمنٹ
کی بنیاد جسمانی یا ملیٹری طاقت پر قائم تھی اور اسے اپنے مقصد کے حصول
کے لئے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں ایسے آدمیوں کی ضرورت تھی جن کا ضمیر
سویا ہوا ہو یا مردہ ہو۔ ایسے لوگ پولیس یا ملیٹری میں بھرتی کئے جاتے تھے۔
اور یہ لوگ بلا سوچے سمجھے اپنے ہموطنوں پر گولی چلاتے تھے۔ اسلئے ہندوستان
میں ایسی تعلیم دی جاتی تھی جس سے ہندوستانیوں کا ضمیر بیدار نہ ہونے
پائے اور وہ حب الوطنی۔ قومی جذبات سے بالکل کورے رہیں تاکہ انکی
امداد سے آزادی کی تحریک کو پاؤں تلے کچل دیا جائے اور ان لوگوں کی
امداد سے ہندوؤں اور مسلمانوں کو حسب ضرورت کچلا جا سکے اور یہ اسی تعلیم
کی برکت تھی کہ ملک میں فرقہ دارانہ فسادات اور بلوے وقتاً فوقتاً ہوتے رہتے
تھے جس سے ہندو اور مسلم ایک دوسرے کے نزدیک نہیں پہونچ سکتے تھے
اور یہ اسی تعلیم کا نتیجہ تھا کہ مسٹر جناح سے لوگ ہندوستان کی متحدہ قومیت
میں اعتقاد نہیں رکھتے تھے اور متحدہ ہندوستان میں ان لوگوں کا دن
گذارنا ناممکن ہو گیا تھا۔

لیکن جب ہندو اور مسلمان مالک کے دربار میں حاضر ہو کر عقل سلیم کے لئے ملتجی ہوں کہ انھیں سمت عطا کی جائے اور وہ اپنے حقیقی نفع و نقصان کو سمجھ سکیں تو وہ فوراً اس بنیادی نقطہ کو سمجھ جائیں گے کہ جیسے ہندوؤں کو سورج۔ چاند۔ ہوا۔ پانی۔ مٹی۔ اناج۔ گھی دودھ۔ کپاس۔ اُون وغیرہ کی ضرورت ہے ایسی ہی ان اشیاء کی مسلمانوں کو ضرورت ہے۔ اور جیسے ہندوؤں کے لئے مجلسی۔ سیاسی۔ اقتصادی زندگی میں باہمی شرکت عمل کرنا لازمی ہے ایسے ہی مسلمانوں کے لئے ان شہری اوصاف کا رکھنا ضروری ہے اور دونوں کے باہمی اتحاد و تعاون سے شہری زندگی کی جملہ سرگرمیاں خوش اسلوبی سے پایۂ تکمیل کو پہونچیں گی اور اسی کی بدولت تمام ہندوستانیوں کی فارغ البالی اور آسودگی ہوگی اور وہ امن اور شانتی سے زندگی بسر کر سکیں گے لیکن برعکس کارروائی کا نتیجہ اب تمام ملک کے سامنے ہے یعنی لاکھوں ہندو اور مسلمان تباہ اور برباد ہو گئے اور ان کی بیسوں سال کی باپ دادا کی کمائی بھاڑ میں پڑ گئی اور وہ قلاش اور مفلس بن گئے۔ یہ مسلم لیگ کے لیڈران کی غلطی کا خمیازہ ہے جس کو اب ہندوستان کے مسلمان محسوس کرنے لگے ہیں۔ لیکن جب مکان ایک دفعہ جل کر خاک ہو جائے اس میں دوبارہ رہائش رکھنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ یہی حالت اس وقت ہندوستان کی ہے۔ مسلم لیگ کے حامیوں اور معاونوں نے اپنے منصوبوں میں کامیاب ہونے کے لئے ہندوؤں اور مسلمانوں کے دلوں کو پھاڑ ڈالا۔ جب تک یہ دل دوبارہ نہ جڑ جائیں ملک میں امن و شانتی کا قائم ہونا بڑا مشکل ہے۔ لیکن یہ تمام کام بڑی آسانی سے ہو سکتا ہے بشرطیکہ خدا پرست مسلمان لیگی مسلمانوں کے گناہوں کا کفارہ کرنے کے لئے کمربستہ ہو جائیں یعنی جس طرح انھوں نے مسلمانوں کے دلوں میں نفرت۔ عناد۔ کدورت کا تخم بو کر ملک میں فرقہ دارانہ جنگ و جدال کی آگ روشن کی تھی۔ اسی طرح خدا پرست

مسلمان پریم و محبت کے جل سے اس آگ کو بجھا دیں اور اُن باہمی تعلقات کو از سرِ نو قائم کیا جائے جو گذشتہ ایک ہزار سال سے ہندوؤں اور مسلمانوں میں پائے جاتے تھے اور اس طریق پر عمل پیرا ہونے سے ہمارا دیش جو فرقہ وارانہ جنگ کی آتش سے اُجڑ گیا ہے دوبارہ آباد اور سرسبز ہو سکتا ہے۔ خدا پرست مسلمانوں کو اس تحریک میں پورے جوش و خروش سے حصہ لینا چاہیئے اور اس کام کو ایسی سرگرمی اور جفاکشی سے سرانجام دینا چاہیئے جیسے ایک دیندار شخص اپنے گناہ کا کفارہ کرنے کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی کرنے پر رضامند ہو جاتا ہے۔ اگر نیک دل مسلمان اس کام کو خداوند تعالیٰ کو حاضر ناظر جانکر انجام دیں گے تو مالک ضرور ان کی مدد کرے گا اور یہ کام جلد پایۂ تکمیل کو پہونچ جائے گا۔

دوسری جانب ہندوؤں اور سکھوں کا فرض ہے کہ وہ بھی سچے دل سے مسلمانوں کی امداد کریں۔ مسلمان عموماً نا تعلیم یافتہ اور جاہل ہیں۔ وہ بڑی جلدی سے متعصب مولویوں اور سیاسی شعبدہ بازوں کے دام فریب میں آجاتے ہیں اور چونکہ انسانی فطرت سفلی جذبات کی جانب زیادہ آسانی سے جھک جاتی ہے اور مفت کے مال کا لالچ اسے بدترین افعال کرنے پر آمادہ کر دیتا ہے اس لئے کوئی تعجب نہیں کہ لیگ کا لوٹ مار کا پروپیگنڈا بڑی جلدی سے کامیاب ہو گیا۔ آج سے پہلے محمود غزنوی۔ علاءالدین خلجی اور دیگر مغربی حملہ آوروں کے ساتھ ہزاروں پٹھانوں کا ہندوستان پر حملہ کرنے کے لئے ان کے لشکر میں بلا تنخواہ بھرتی ہو جانا ظاہر کرتا ہے کہ کس آسانی سے حملہ آور بادشاہ اپنے منصوبوں میں کامیاب ہو گئے اور لاکھوں بے بس اور امن پسند شہری ان کی تلوار سے ذبح کئے گئے۔ یہی کام بیسویں صدی میں مسٹر جناح کی سرکردگی میں اوّل مغربی پنجاب۔ اب کشمیر میں ہو رہا ہے۔ خدانخواستہ اگر انھیں کشمیر میں کامیابی ہو گئی پھر وہ یہی کام ہندوستان میں پایۂ تکمیل تک پہونچائیں گے۔

کیونکہ مغربی پنجاب کے کشت و خون سے ان کا پیٹ نہیں بھرا۔ اگر پیٹ بھر جاتا تو کشمیر کی مہم کا آغاز نہ کیا جاتا۔

ہم نے اوپر لکھا ہے کہ ہندوؤں کا بھی اس کے متعلق کچھ فرض ہے اور وہ فرض یہ ہے کہ لیگ کے لیڈروں کی غلطی کا انتقام ان غریب مسلمانوں سے نہ لیا جائے جو سیاست سے قطعی ناواقف ہیں۔ مگر جو اپنی ناعاقبت اندیشی کے باعث مسٹر جناح کا اوزار بن گئے۔ ہماری رائے ہے کہ ان تمام مسلمانوں کا جو سچے دل سے اپنے قصور کے لئے نادم ہوں اور جن کو اپنی غلطی یا زیادتی کا دل سے افسوس ہو اور جو غلطی کر کے پچھتا رہے ہوں اور دل سے غلطی کا کفارہ کرنے پر رضامند ہوں قصور معاف کیا جائے۔ ہندو دھرم کی شان ۔ بزرگی ۔ عظمت قصور معاف کر دینے میں ہے۔ بھولے ہوئے انسان کو معاف کر دینا بہادری ہے۔ جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا۔ اب مزید غصہ رنجش یا انتقام کو دل میں جگہ دینا درست نہیں ہے۔ مہاتما گاندھی جی کی رہنمائی قبول کرنے سے ہندوؤں اور مسلمانوں کا بیڑا پار ہو جائے گا اور وہ پریم و محبت سے زندگی بسر کر سکیں گے کیونکہ ایسا کرنے میں وہ اپنے پرماتما کو پرسنّ کر سکیں گے جو قصوروں کو معاف کر دینے سے پرسنّ ہوتا ہے اور بدلا لینا گناہ یا پاپ خیال کرتا ہے۔ امید ہے کہ ہندو اور مسلمان اس نصیحت پر عمل کریں گے۔

کیا اس دُنیا میں خدائی بادشاہت ممکن ہے؟

ہمارا جواب اثبات میں ہے۔ لیکن خدائی بادشاہت خدائی اصولوں پر چلنے سے ہی ممکن ہے۔ اگر اہل دنیا چاہیں کہ وہ دنیا پرستی سے خدائی بادشاہت حاصل کرلیں تو یہ قطعی ناممکن ہے۔ بہشت یا سورگ میں داخل ہونے سے پہلے مرنے کی ضرورت ہے۔ کوئی شخص بلا مرے بہشت یا سورگ میں نہیں پہونچ سکتا لیکن مرنے کے معنی سنکھیا یا زہر کھا کر مرجانا نہیں ہے نہ اس کے معنی خودکشی کی موت ہے۔ نہ اس کے معنی ہیں کہ انسان دوسرے انسان کو بندوق کی گولی سے مارکر سورگ پہونچا دے۔ بلکہ مرنے کے معنی پرماتما کی بھگتی کرتے ہوئے یا نوع انسان کو سکھ پہونچاتے ہوئے جان قربان کرنا ہے۔ ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوتے ہیں اس دنیا میں خدائی بادشاہت لانے کے بھی یہی شاہراہ ہے یعنی انسان اپنا سکھ چھوڑ کر دوسروں کو سکھ وآرام دے۔ دوسروں کو آرام دینے کی خاطر خود دکھ اور تکلیف اٹھانا خوشی سے قبول کرے۔ یہ دنیا پرستی اور دنیوی عیش وآرام سے بالکل اُلٹا راستہ ہے۔ مسیح نے فرمایا ہے:۔

"Blessed are those who suffer for the sake of righteousness. He who loses his life for my sake shall gain it, and he who saves it shall lose it."

اس کے معنی ہیں راستبازی یا دھرم کی خاطر تکلیف برداشت کرنا یا پرماتما کے بچوں کو آرام وسکھ پہونچانے کے لئے دکھ سہنا۔ اس سے انسان کو ابدی زندگی حاصل ہوتی ہے لیکن جو نفس پرستی یا عیش وآرام کی زندگی بسر کرتے ہیں وہ

جیتے جی مرجاتے ہیں۔ اس دنیا میں سچا سکھ یا آرام اُس وقت لوگوں کو نصیب ہوگا جب وہ نفس کی زندگی کے بجائے روح کی زندگی گذاریں گے۔ اس وقت اس سنسار میں رام راج ہوگا۔ اس وقت لوگوں کو حقیقی خوشی و راحت نصیب ہوگی کیونکہ اس وقت اپنے لئے نہیں بلکہ اپنے پرماتما کے لئے جئیں گے اور پرماتما کے لئے جینے سے انھیں پرم آنند اور سکھ پراپت ہوگا۔ امر سکھ۔ ابدی زندگی۔ راحت جاودانی اس تپسیا کا پھل ہے۔ جو لوگ نفس کو ہلاک کر کے دھرم کا جیون بسر کرتے ہیں۔ جب تک اہل دنیا اس نصب العین کو اختیار یا منظور نہیں کریں گے ان کو سکھ اور شانتی کا سانس نصیب نہیں ہوگا۔

"Kingdom of God on earth" کے معنی ہیں کہ پرماتما کو حاضر ناظر جان کر اور اس کی خوشنودی اور پرسنتا مقدم رکھتے ہوئے من بچن اور کرم سے (دل۔ قول و فعل) فرائض زندگی ادا کرنا۔ اس سپرٹ میں کام کرنے سے انسان کبھی لغزش نہیں کھاتا۔ اور نہ وہ پاپ یا گناہ میں مبتلا ہوتا ہے اور اس کے تعلقات تمام مخلوق کے ساتھ نہایت دوستانہ اور محبت کے ہوتے ہیں کیونکہ وہ سب کا دوست اور ہتکاری ہوتا ہے اور سب کا بھلا کرنا اس کا بھاؤ ہوتا ہے۔ "زمین پر خدا کی بادشاہت" کے معنی ہیں کہ انسان خدا کے حکم کے آگے سر جھکائے اور اپنے کو اس کی رعیت سمجھے اور اس کے احکام کی ہرگز نافرمانی نہ کرے۔ اس دنیا میں خدا کی بادشاہت اس لئے نہیں کہ انسان اپنے کو خدا کا بندہ نہیں سمجھتا بلکہ وہ اپنے کو نفس یا شیطان کا بندہ بناتا ہے کیونکہ وہ زر زن اور زمین کو مقدم قرار دیتا ہے اور دنیوی اشیاء کے حصول کی خاطر خدا کو بھول کر اس کے احکام کی تعمیل کی پروا نہیں کرتا بلکہ ان کے برعکس عمل کرتا ہے وہ خدا سے باغی ہے اس لئے وہ سنسار میں دُکھ و تکلیف اٹھاتا ہے۔ وہ اپنی طرف سے اپنے آپ کو سکھی بنانے کے لئے پورا زور لگاتا ہے یعنی اپنے ہمجنسوں کا کشت و خون کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا۔ وہ ان کو لوٹ کر انھیں تباہ و برباد

کر کے اپنے کو سکھی بنانا چاہتا ہے مگر چونکہ وہ غلط راستہ اختیار کرتا ہے اس لئے اسے کامیابی نہیں ہوتی۔ مسلم لیگ کے لیڈروں اور مسلم لیگ کے پیرووٴں نے اپنی دانست میں جو کچھ کیا وہ اپنی اور اپنی ملت کی خوشحالی کے لئے کیا۔ لیکن کیا ان کی اس کارروائی سے حسب دلخواہ نتائج حاصل ہوئے۔ جواب نفی میں ہے۔ دوسروں کو تکلیف اور ضرر پہونچانے والا شخص کیسے خوش و خرم ہو سکتا ہے۔ جیسے زہریلے پیڑ سے زہریلے پھل لگیں گے۔ ایسے ہی ظلم و ستم۔ کشت و خون اور لوٹ کھسوٹ کا انجام سکھ نہیں ہوتا بلکہ دکھ اور تکلیف ہوتا ہے۔ اس لئے مشرقی۔ پنجاب۔ دہلی اور ہندوستان کے دیگر صوبوں کے مسلمانوں کو جو مصائب و نوائب کا شکار ہونا پڑا ہے اس کا سبب وہ فرقہ دارانہ نفرت۔ دشمنی اور عناد کے بیج ہیں جن کو مسٹر جناح اور ان کے رفقاء نے تمام ملک میں بویا ہے۔

ہم نے اوپر ایک اصول بیان کیا ہے کہ اس سنسار میں سکھ و شانتی قائم کرنے کے لئے لازمی ہے کہ اس سنسار میں خدائی بادشاہت قائم کی جائے یعنی لوگ عملی زندگی میں خدائی احکام کی تعمیل کریں جب تک لوگ ایسا نہیں کرتے وہ انواع و اقسام کے دکھوں کا شکار رہیں گے اور انھیں سچی راحت اور شانتی نصیب نہ ہوگی یہ اصول نہ صرف ایک ملک کے لئے صحیح ہے بلکہ اس کا اطلاق تمام دنیا کے ممالک پر ہوتا ہے یعنی اس دنیا کی بین الاقوامی صلح و امن کی تہ میں بھی یہی اصول کام کرتا ہے۔ اب یہ بات اہل دنیا کے ہاتھ میں ہے کہ وہ اس عالمگیر اصول کو منظور کریں یا اسے ٹھکرا دیں۔ اگر اس دنیا کے لوگ اس اصول کو منظور کرتے ہیں تو بہت اچھا اہل دنیا کو سکھ اور امن نصیب ہوگا اور وہ کشت و خون اور جنگ و جدل کی آفات سے محفوظ ہو جائیں گے۔ اگر وہ اس اصول کو قبول نہیں کرتے تو انھیں ہمیشہ لڑائی جھگڑوں میں مبتلا رہ کر دکھوں اور تکلیفوں کا شکار ہونا پڑے گا۔

جیسے آسمان پر سورج نکلنے سے ہی زمین پر روشنی آ سکتی ہے۔ ایسے ہی زمین پر خدائی بادشاہی کے قائم ہونے سے نوع انسان کو راحت اور خوشی پراپت ہو سکتی

ہے۔ خدا کی بادشاہی کا کیا مفہوم ہے؟ اسے ذرا تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے
خدا یا پرماتما کا سروپ پریم ہے۔ اس لئے خدائی بادشاہت کی سب سے بڑی
نشانی منش ماتر کے دلوں میں پریم و پریت کی موجودگی ہے۔ اگر انسانوں کے
دلوں میں ایک دوسرے کے لئے پریم و پریت نہیں ہے تو یہ انسان دہریا یا ناستک
ہیں یعنی منکر خدا ہیں۔ ان کو پرماتما میں یقین نہیں۔ یہ لوگ محض زبان سے پرماتما کا
نام لیتے ہیں مگر دل میں ان کے شیطان بیٹھا ہے اور وہ ان کے دلوں پر حکمراں ہے
اور وہ سب کارروائی اس شیطان کے حکم سے انجام دیتے ہیں۔ خواہ آپ ہندو ہوں
یا مسلمان۔ خواہ آپ روزانہ سندھیا کریں۔ مالک کی بھجن بندگی میں گھنٹوں صرف
کریں۔ مسجد میں جاکر پانچ وقت نماز پڑھیں۔ لیکن اگر آپ کے دل میں اپنے
ہمجنسوں کے لئے محبّت اور پریم نہیں بلکہ نفرت۔ کینہ اور بغض ہے تو آپ کو
معلوم ہو جائے کہ آپ فی الحقیقت انسان نہیں بلکہ درندہ ہیں۔ آپ نے اپنے
جسم پر بھیڑ کی کھال پہن رکھی ہے لیکن آپ سچ مچ بھیڑیا ہیں۔ جو ذرا سے بہانہ
پر دوسروں کو چیرنے اور پھاڑنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ ایسے لوگ خدا کے عابد
نہیں بلکہ شیطان کے پوجنے والے ہیں۔

آپ کا اختیار ہے آپ ہماری بات مانیں یا نہ مانیں کیونکہ ہم وہی بات
بار بار آپ سے کہہ رہے ہیں جو خود خدا تعالیٰ اور پرماتما نے بار بار اپنے کلام میں
فرمائی ہے۔ اور جو تمام مذاہب کے سادھ سنتوں۔ فقرا۔ پیرا اور پیغمبروں۔ اولیاء
نے فرمائی ہے۔ اگر آپ مانیں گے تو سکھی ہوں گے اور نہ مانیں گے تو آفت اور
مصیبت آپ کے سر پر نازل ہو گی۔ عالمگیر جنگ اوّل و دوم ختم ہو چکی ہے
لیکن نوع انسان کی ذہنیت میں فرق نہیں آیا۔ ناممکن نہیں ہے اگر انسان
اپنی ہٹ و ضد۔ اپنی خود داری و اہنکار۔ اپنے تکبر اور نخوت سے باز نہ آیا
تو تیسری عالمگیر جنگ جلد نوع انسان کو چابک سے درست کرنے کے لئے
جاری ہو جائے اور اس وقت ہائے توبہ کرنا بے مصرف ثابت ہو گی۔

اگر آپ سکھ و آرام چاہتے ہیں تو آپ کو موجودہ پاپ کا راستہ چھوڑ کر دھرم کا راستہ اختیار کرنا ہوگا۔ خواہ آپ اس راستہ کو اب اختیار کریں یا بیس سال یا پچاس سال کے بعد۔ جب مزید ٹھوکریں کھا کر آپ کے دل اور دماغ کا توازن درست ہو جائے لیکن جب آپ سُکھ و شانتی کا لطف اٹھانا چاہیں گے اور جب آپ کی خواہش ہوگی کہ امن اور اطمینان سے زندگی گذاریں آپ کو یہی راہ اختیار کرنی ہوگی۔ یہ پکّی اور سچّی بات ہے۔ بغیر اس راستہ پر قدم رکھنے کے آپکو سکھ و آنند ہرگز نصیب نہیں ہوگا۔ یہ سولہ آنہ سچی بات ہے۔ آپ اپنے دل و دماغ پر نقش کرلیں۔ اس مضمون کا لب لباب حسب ذیل ہے:۔

(۱) پرماتما ہم سب کا مشترکہ باپ ہے۔ وہ رنگ۔ نسل۔ ملک۔ قوم اور مذہب کے امتیاز سے بالا ہے۔ اس کی نظروں میں تمام نوع انسان اس کے بچے ہیں۔ لہذا سب کے حقوق برابر ہیں۔ اس کی نگاہ میں کوئی چھوٹا۔ بڑا شریف رذیل۔ اونچ نیچ نہیں ہے۔ اور وہ جس ملک میں چاہیں زندگی بسر کریں۔ مسٹر جناح نے مالک کے اس قانون کی نافرمانی کی ہے لہٰذا انھوں نے ہندوؤں اور مسلمانوں کا عظیم نقصان کیا ہے۔ اگر آپ کو گواہی یا شہادت کی ضرورت ہو تو آپ مغربی پنجاب کے لاکھوں ہندوؤں اور مشرقی پنجاب اور دہلی کے لاکھوں مسلمانوں سے دریافت کرلیں۔ پھر آپ کو ہماری بات کا یقین آجائیگا۔

(۲) مسلم لیگ کے حامی۔ معاون یا پیرو جو پاکستان کی گورنمنٹ کے وفادار ہیں اور جنھوں نے پاکستان کی حکومت کی تعمیر میں حصّہ لیا ہے اور جو گورنمنٹ ہند سے منحرف یا باغی ہیں۔ انھیں اپنے موجودہ طریق عمل کے باعث ہندوستان چھوڑ کر پاکستان چلا جانا چاہیئے۔ اگر وہ ہندوستان میں رہنا چاہتے ہیں اور باشندگان ہندوستان کے جملہ حقوق سے بہرہ اندوز ہونا چاہتے ہیں۔ تو انھیں اپنے خداوند کریم کو حاضر ناظر جان کر یہ حلف اٹھانا چاہیئے کہ وہ آج سے گورنمنٹ ہند کی وفادار رعیت بن کر ہندوستان میں زندگی بسر کریں گے

اور اگر مستقبل میں ہندوستان کی گورنمنٹ کی پاکستان گورنمنٹ سے جنگ ہوئی
تو وہ گورنمنٹ ہند کی جانب سے پاکستان گورنمنٹ کے خلاف جنگ میں شریک ہونگے
اگر ان کا ایمان ایسا کرنے کی اجازت نہیں دیتا تو انھیں بہ حیثیت ایک ایماندار
مسلمان ہندوستان میں نہیں رہنا چاہیئے تاکہ ان پر غداروں یا باغیوں کا بدنما
دھبّہ نہ لگ سکے۔

(۳) گورنمنٹ ہند کو لازم ہے کہ وہ ہر سیاسی جماعت جو گورنمنٹ ہند
کی حلف وفاداری کے خلاف ہو خلاف قانون قرار دے لہذا مسلم لیگ کو بھی خلاف
قانون جماعت قرار دیا جائے۔

(۴) جو لوگ۔ جو فرقہ یا جو قبائل گورنمنٹ ہند کے نظم ونسق کو درہم برہم
کرنے کی سرگرمیوں میں حصہ لیں یا جو بغاوت یا دیگر مغویانہ سرگرمیوں میں حصّہ
لے کر گورنمنٹ کو مٹانے کی کوشش کریں ان لوگوں کی خواہ وہ ہندو ہوں یا
سکھ یا مسلمان ہوں یا عیسائی ایسی گوشمالی اور تنبیہ کی جائے کہ دوسرے لوگوں کو
ان سے عبرت حاصل ہو اور کسی شخص کو مفسدانہ حماقت کرنے کا حوصلہ نہ ہو۔
اسی طرح جو لوگ ملک کے امن پسند لوگوں کے جان ومال کو نقصان پہونچانے
میں حصّہ لیتے ہیں یا جو لوگوں کی محنت سے پیدا کردہ کمائی چھین یا لوٹ
لیتے ہیں ایسے مفت خوروں اور بدمعاشوں کو قانون ایسی سنگین سزا دے
کہ ہندوستان کی زمین پر ایک بھی مجرم۔ چور۔ ڈاکو اور قاتل دکھائی نہ دے
اور یہ زمین دیوتاؤں کی بھومی بن جائے۔

پاکستان کی جنگی سرگرمیاں ہمیں چین نہیں لینے دیں گی

دیواسر سنگرام ابتدائے آفرینش سے جاری ہے اس سے بچنا ناممکن ہو زمانہ قدیم میں دیوتاؤں نے لاکھ کوشش کی کہ وہ اسروں کے ساتھ لڑائی جھگڑوں سے بچیں لیکن راکششوں نے انھیں چین سے بیٹھنے نہ دیا۔ آخر کار انھیں اسروں سے لڑنا ہی پڑا۔ اور جب تک انھوں نے اسروں کو جنگ میں شکست نہیں دیدی انھیں امن و چین نصیب نہیں ہوا۔ یہی صورت اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ یعنی پاکستانی حکومت بار بار حملے کر کے ہمارے بھائیوں کا کشت وخون کر رہی ہے ہمارا مال و دولت لوٹ رہی ہے۔ ہمیں ہماری آراضیات۔ دوکانات۔ مکانات کارخانہ جات اور بنگلوں سے محروم کر دیا ہے۔ ہماری نقدی چھین لی ہے۔ یہاں تک کہ بنکوں میں جو ہمارا سرمایہ یا زیورات رکھے تھے انھیں بھی لانے کی اجازت نہ دی۔ یہی نہیں بلکہ پاکستانی علاقہ کے لوگ مشرقی پنجاب کے گاؤں پر یورش کر کے ان کے مال مویشی لوٹ کر یا زبردستی لے جاتے ہیں اور مشرقی پنجاب کے باشندوں پر گولیاں چلا کر ہلاک کر دیتے ہیں۔ اوّل انھوں نے تمام مغربی پنجاب میں تباہی نازل کی جس سے لاکھوں ہندو اور سکھ تہ تیغ کئے گئے اب وہی کارروائی جموں اور کشمیر میں کر رہے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ کشت وخون۔ لوٹ مار۔ اور غارتگری ان کے پروگرام کا حصہ ہے۔ آج سے صدہا و ہزارہا سال پیشتر عرب۔ ایران۔ ترکستان بلوچستان اور افغانستان کے حملہ آوروں نے ہندوستان پر حملے کئے اور یہاں سے مال و دولت۔ لاکھوں مرد اور عورتیں غلام بنا کر لے گئے۔ چنانچہ جو کام آج

سے صدہا سال پیشتر غلام۔ افغان۔ خلجی۔ تغلق۔ لودھی اور سوری اور مغل بادشاہوں اور قبائل نے کیا وہ کام بیسویں صدی کے درمیان مسٹر جناح اور انکے رفقاء اور ان کی پاکستانی حکومت ور رعایا سرانجام دے رہی ہے یعنی ان کی اور قدیم مسلم حملہ آوروں کی ذہنیت میں رتی بھر فرق معلوم نہیں ہوتا۔ لیگیوں نے ہماری بہنوں اور بیٹیوں کی لاہور۔ وزیر آباد۔ گجرات۔ لالہ موسیٰ شہروں میں جیسی بے حرمتی اور بے عزتی کی وہ تمام اخبار بیں حضرات کو معلوم ہے اور اب وہ یہ تمام بدکرداریاں جموں اور کشمیر میں کر رہے ہیں۔ کیوں کر رہے ہیں؟ کیونکہ وہ ہندوؤں کو بیکس اور بے بس خیال کرتے ہیں اور یہی ہندوؤں کا سب سے بڑا قصور ہے اور جب تک وہ ہندوؤں کو کمزور اور اپاہج خیال کرتے ہیں وہ ہرگز اپنی بدکرداریوں اور سفاکیوں سے باز نہیں آئیں گے اور اگر ان کا بس چلا تو جو کچھ انھوں نے مغربی پنجاب اور جموں و کشمیر میں کیا ہے وہی ہمالیہ سے لیکر راس کماری اور گجرات سے لے کر آسام تک کریں گے۔ اس میں رتی بھر شک نہیں۔

اس مضمون کو حوالہ قلم کرنے سے پیشتر ہم نے مالک کے چرنوں میں پرارتھنا کی کہ ہمیں عقل سلیم عطا ہو تا کہ ہم کوئی بات ایسی تحریر میں نہ لائیں جو انصاف یا حق پرستی کے خلاف ہو۔

گذشتہ دو سال یا گذشتہ چار ماہ میں لیگ کی سرگرمیوں نے مغربی پنجاب۔ صوبۂ سرحد۔ جموں اور کشمیر میں جیسی جان و مال کی تباہی و بربادی کی یا تمام ملک میں اس کی سرگرمیوں نے ہندو مسلمانوں کے تعلقات تلخ اور ترش بنا دیئے اور ملک کی فضا خراب کر دی یعنی ہندو اور مسلمان ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو گئے ایسی حالت آج سے پہلے کبھی پڑھنے۔ سننے اور دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔ محمد بن قاسم کے زمانہ سے لے کر آخری مغل بادشاہ کے زمانہ تک کبھی کسی مسلمان سردار۔ بادشاہ یا حکمران نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ ہندوستان میں پاکستان قائم کرے گا۔ اور پاکستان کی زمین میں کوئی ہندو یا سکھ نہیں رہ سکیگا۔ لیکن مسلم لیگ نے صوبہ سرحد

اور مغربی پنجاب کو تلوار کے زور سے غیر مسلموں سے خالی کرالیا ہے اور اگر ان کا بس چلا تو وہ جموں اور کشمیر ریاست کو بھی غیر مسلموں سے خالی کرالیں گے۔ نہیں نہیں ان کا ارمان تو یہ ہے "ہنس کر لیا ہے پاکستان۔ لڑ کر لیں گے ہندوستان" جیسا کہ انکے نعروں سے پتہ چلتا ہے یا جیسا کہ ان کے ذمّہ دار لیڈروں کی تقریروں سے جو مسٹر جناح و دیگر لیڈران کی صدارت میں کی گئیں ظاہر ہوتا ہے یعنی ان کے الفاظ اور افعال میں سولہ آنہ مطابقت پائی جاتی ہے کہ وہ کیا کرنا چاہتے ہیں اور انھوں نے کیا کچھ کیا ہے اور وہ آئندہ کیا کریں گے۔ اگر وہ ہندوستان کو لڑ کر لینا چاہتے ہیں اور ہندوؤں اور سکھوں کی گردنوں پر چھری چلانی ہے جیسا کہ ان کے سابقہ اعمال سے شہادت ملتی ہے تو ہندوؤں اور سکھوں کو اپنے ذاتی تحفظ کے متعلق کیا کارروائی کرنی ہوگی؟ یہ سوال ہے جس پر ہندوؤں اور سکھوں کو بڑی سنجیدگی سے غور کرنا چاہیئے۔

پاکستانی حکومت نے ہندوؤں اور سکھوں کے خلاف گذشتہ چھ ماہ سے جہاد کا بگل بجا دیا ہے لیکن ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کے بعد جب سے انھیں حکومت میں اختیارات حاصل ہوئے ہیں وہ علانیہ اپنے جہادی پروگرام کی تکمیل کر رہی ہے اور اس حکومت اور اس کی رعایا نے ہندوؤں کی تباہی اور غارت گری کے سلسلہ میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ کیا اس حکومت کے جنگی چیلنج کا جواب گورنمنٹ ہند کو نہیں دینا چاہیئے؟ گورنمنٹ ہند کب تک خاموش رہے گی یا کب تک سوتی رہے گی۔ کیا اس وقت بیدار ہوگی جب باقی ہندوستان پر بھی وہی آفت نازل ہوگی جو مغربی پنجاب۔ جموں اور کشمیر پر نازل ہوئی ہے کیا اس وقت تک خاموشی سے بیٹھے رہنا دانشمندی اور تدبر ہوگا؟ کیا ظالموں۔ سفاکوں کو بار بار طرح دینا اور ان کی بدکرداریوں اور ان کے کشت وخون اور غارت گری پر چشم پوشی کرنا تحمل اور برداشت میں شامل ہے یا بزدلی۔ کمزوری اور نامردی میں؟ کیا اس قسم کے تدبّر اور حکمت عملی سے گورنمنٹ ہند پاکستانی

حکومت سے اپنا پیچھا چھڑائے گی۔ کیا چینے اور بھیڑیئے ہاتھ جوڑنے اور عدم تشدد سے قابو میں آجاتے ہیں یا اپنی بد حرکات اور فطرت کو چھوڑ سکتے ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔ آخر کار مجبور ہو کر حکومت ہند کو لیگی حکومت کا چیلنج منظور کرنا ہو گا۔ لاکھوں ہندو اور سکھ پہلے ہی تباہ ہو چکے ہیں۔ کیا گورنمنٹ ہند اس انتظار میں ہے کہ مشرقی پنجاب پر لیگی حکومت حملہ کرے اس وقت لیگیوں کے جنگی چیلنج کا جواب دیا جائے گا۔ کیا کروڑوں اور اربوں کی اراضیات اور جائیداد کا ہندوؤں اور سکھوں کے ہاتھوں سے نکل جانا اور لاکھوں ہندوؤں اور سکھوں کا قتل عام اور ان کی مستورات کی بے حرمتی اور بے عزتی کافی نہیں ہے کہ لیگیوں اور پاکستانی حکومت کی گوشمالی کے لئے مؤثر قدم اٹھایا جائے اور پاکستانی حکومت کو جسکی پشت پر کروڑوں آدمی ہیں اور جن کو اشتعال دلانے والے لیگ کے ہزارہا تنخواہ دار ملّا اور مولوی ہیں کمزور سمجھنا نادانی ہے۔ یہ مولوی دن رات عوام الناس کو ہندوؤں اور سکھوں کے خلاف بھڑکا رہے ہیں اور یہ متعصب ملّا اور مولویوں کا جہادی پروپیگنڈا ہی تھا جس نے مغربی پنجاب میں ایسی آفت اور تباہی نازل کر دی اور اب بھی یہ جہادی پروپیگنڈا عوام میں کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ اس سے جو صورتِ حالات زمانہ ماضی میں پیدا ہوئی وہ کانگرس گورنمنٹ کو بیدار کرنے کے لئے کافی سے زیادہ ہے۔ اگر اب بھی کانگرس گورنمنٹ بیدار نہیں ہوتی۔ تو یہ آئندہ الیکشن میں اپنی کثرت کو خطرہ میں ڈالتی ہے۔ ہم نے ہندوؤں اور سکھوں کی ناراضی اور غیر اطمینانی جو انھوں نے کانگرس حکومت کی بُردباری۔ تحمل اور چشم پوشی اور غفلت کے متعلق ظاہر کی مدنظر رکھتے ہوئے یہ خیالات ظاہر کئے ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ گورنمنٹ ہند پاکستانی حکومت کو راہ راست دکھلانے کے لئے زبردست قدم اٹھائے تاکہ مظلوموں اور بے گناہوں کی دادرسی ہو اور ظالم اور سفاک اپنی سفاکیوں اور بدکرداریوں سے باز آئیں اور انھیں ہمت اور حوصلہ نہ ہو کہ وہ اس قسم کی مزید حرکات کی جرأت کر سکیں۔

ماہ دسمبر کے آخری ہفتہ میں ایک مسلمان خاتون کا ہندوستان ٹائمز میں ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں لکھا ہے کہ "مغربی پنجاب کے دارالخلافہ لاہور میں غنڈہ گردی کا راج ہے۔ کوئی شریف خاتون بازار میں اکیلی نہیں چل سکتی۔ اناج نہایت گراں ہے۔ گھی نہایت مہنگا مگر گوشت شاید تمام دنیا سے سستا جس سے اندیشہ ہے کہ دودھ دینے والے جانوروں کی نسل کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ نہ ہو جائے اور لوگ دودھ اور گھی سے ہمیشہ کیلئے محروم نہ ہو جائیں ......"

کانگریس گورنمنٹ نے جیسی عظیم الشان خدمات ہندوؤں اور سکھوں اور مسلمانوں کی گذشتہ پانچ ماہ کے دوران میں کی ہیں اس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں ملے گی۔ کانگریس گورنمنٹ قریب نصف کروڑ ہندوؤں اور سکھوں کو مغربی پنجاب۔ صوبہ سرحد اور سندھ سے نکال کر مشرقی پنجاب اور ہندوستان میں لائی اور ہر روز لاکھوں روپیہ ان کو خوراک۔ کپڑا اور دیگر ضروریات زندگی بہم پہونچانے میں صرف کر رہی ہے اور ان تمام اخراجات کی وہ گذشتہ کئی ماہ سے متحمل ہو رہی ہے یہ ایسا کارنامہ ہے جس کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے۔ اگر یہ لوگ پاکستانی حکومت کے رحم پر چھوڑ دیئے جاتے تو ان کی ٹھیک وہی حالت ہوتی جو بھیڑوں کے ریوڑ کی بھیڑیوں کے درمیان ہوتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ یہ کانگریس گورنمنٹ کی بلند حوصلگی اور فیاضی تھی جنھوں نے قریباً پچاس لاکھ مسلمانوں کو انتقام سے پاگل ہوئے سکھوں اور ہندوؤں کے چنگل سے بچا کر انھیں صحیح سلامت پاکستان میں پہونچا دیا اور ہزاروں مسلمان عورتوں اور لڑکیوں کو اپنی ملیٹری کی حفاظت میں پاکستان بھیج دیا۔ جن بھائیوں نے کانگریس گورنمنٹ کی نرم پالیسی پر نکتہ چینی کی اور ہمارے سامنے اپنی شکایات کا دفتر کھول دیا۔ جب ہم یہ امور ان کے نوٹس میں لائے۔ ان کی زبان بند ہوگئی اور وہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے کہ پنڈت نہرو اور سردار پٹیل سے بہتر انسان تمام ہندوستان میں ملنے ناممکن ہیں۔

لیکن گورنمنٹ ہند کی خدمت میں ہم بڑے ادب لیکن بڑے زور سے ہندوستان کی آئندہ حفاظت۔ استحکام اور ملک میں امن وامان قائم رکھنے کی خاطر چند تجاویز پیش کرتے ہیں تاکہ ہمارے دشمنوں کو ہمارے وطن پر حملہ کرنے اور ہمارے بھائیوں کا کشت وخون کرنے اور ہماری بہنوں اور بیٹیوں کی بے عزتی اور بے حرمتی کرنے کا کبھی حوصلہ نہ ہو۔ وہ تجاویز حسب ذیل ہیں:۔

(۱) پانچ سات سو میل لمبی ہندوستان کی سرحد پر جس میں ریاست جموں و کشمیر بھی شامل ہے پنجاب کے سکھوں۔ ہندو جاٹوں۔ راجپوتوں۔ مہیال برہمنوں پنجابی کھتریوں اور اروڑوں کو آباد کیا جائے۔ ان لوگوں کو ہندوستان کی سرحد پر اس قدر زمین دی جائے جس سے وہ اپنا خاطر خواہ گذارہ کر سکیں اور گائے بھینس رکھ سکیں۔ تاکہ وہ اور ان کی اولاد دودھ گھی کھا کر اس قدر مضبوط اور قوی ہو جائے کہ وہ ملکی۔ فوجی خدمت کا بار اچھی طرح اٹھا سکیں۔

(۲) ان کو آتشی اسلحہ سے مسلح کیا جائے۔ انھیں ملیٹری تربیت دی جائے اور ان کی آراضی کے محاصل میں تخفیف کی جائے اور ان ہی لوگوں کو سب سے پہلے موقع دیا جائے کہ وہ اپنے لڑکوں کو فوج میں بھرتی کرا سکیں۔

جب تک لیگی حکومت ہندوستان کے خلاف اپنی جنگی سرگرمیوں کا سلسلہ بند نہیں کرتی ہندوستان کی گورنمنٹ کو ہر گاؤں میں اپنے ملیشیا کی تنظیم کرنی چاہیئے تاکہ بوقت ضرورت لاکھوں یا کروڑوں نوجوان مادر وطن کی حفاظت کے لئے میدان میں آجائیں۔

(۳) ہر ایک ہندوستانی شہری کو جو نیک چلن ہو رائفل۔ بندوق اور پستول رکھنے کی اجازت ہو اور انھیں ان ہتھیاروں کا باقاعدہ استعمال سکھایا جائے اور انھیں ابتدائی ملیٹری تربیت دی جائے تاکہ وقت ضرورت ان کی خدمات ملک کے لئے استعمال کی جا سکیں۔

(۴) ہندوستان کی تمام یونیورسٹیوں میں یونیورسٹی کور کی کلاسز کھولی جائیں

تاکہ ہندوستانی فوجوں کے لئے بہترین افسران کی خدمات بآسانی فراہم ہو سکیں۔
اس امر کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ جو قوم اپنی حفاظت کا خود بندوبست نہیں کر سکتی وہ دنیا میں زندہ نہیں رہ سکتی۔ ہم نے ہزارہا مصیبتوں۔ آفتوں اور قربانیوں کے بعد آزادی حاصل کی ہے۔ اگر یہ آزادی ہماری سستی۔ غفلت۔ لاپرواہی اور عدم تیاری کے باعث ہمارے ہاتھ سے نکل جائے اور مالک کرے ہمارے دشمن ہم پر غالب آجائیں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ہماری آزادی کے ساتھ ہماری تہذیب۔ ہمارا تمدن۔ ہمارا کلچر۔ سبھتا۔ کیرکٹر۔ ہمارا دھرم۔ ہماری عزت۔ آبرو۔ ہمارا دھن دولت اور ہماری دیویوں کی عصمت اور حرمت خاک میں مل جائے گی۔ ان تمام امور کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم ہر ایک ہندوستانی مرد اور عورت سے درخواست کریں گے کہ وہ اب ہوش میں آجائیں۔ وہ اب جاگ جائیں۔ اور ہم بڑی سنجیدگی سے گورنمنٹ ہند کی خدمت میں عرض کرینگے کہ ہندوؤں اور سکھوں کی جو تباہی مغربی پنجاب اور ریاست جموں و کشمیر میں ہوئی ہے وہ اب مشرقی پنجاب یا ہندوستان کے دیگر حصوں میں نہ ہونے پائے۔
گورنمنٹ ہند کے پاس بڑا اچھا موقع ہے وہ اب اپنی فوجی طاقت میں بے حد اضافہ کر سکتی ہے۔ ہمارے لاکھوں ہندو اور سکھ بھائی جن کو پاکستانی حکومت نے مغربی پنجاب سے اپنی فوجی طاقت کے زور سے نکال دیا ہے اور ان کی جائیدادیں ضبط کر لی ہیں۔ جو مظلوم اور ستم رسیدہ ہیں۔ یہ لوگ بڑی خوشی سے اپنے آپ کو اور اپنے نوجوان بیٹوں کو ملک کی بیدی پر قربان کر دینے کے لئے پیش کر دیں گے۔ میرا بڑا لڑکا ایم۔ بی کلاس میڈیکل کالج آگرہ میں پڑھتا ہے۔ دوسرا لڑکا بی۔ ایس سی ایگریکلچر کلاس میں تعلیم پاتا ہے۔ میں خوشی سے اپنے آپ کو اور بیٹوں کو ملک کی خدمت کے لئے پیش کرتا ہوں۔ میرے بہنوئی۔ میرے ماموں زاد بھائی۔ میرے چچا زاد بھائی جن کی لاکھوں روپیہ کی اراضیات اور مکانات مغربی پنجاب میں رہ گئے ہیں بڑی خوشی سے اپنے آپ کو مادر وطن

کی خدمت کے لئے پیش کریں گے۔ ہمیں یقین واثق ہے کہ ہمارے ہزاروں پنجابی بھائی جو ہماری طرح متمول اور صاحب زر تھے اور جن کو پاکستانی حکومت نے گدا بنا کر نکال دیا ہے ہندوستان کے تحفظ اور ہندوستان کی آزادی برقرار رکھنے کے لئے اپنا سب کچھ نچھاور کرنے کو مستعد ہو جائیں گے۔ اس وقت لوہا گرم ہے گورنمنٹ ہند کو اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے بڑی مستعدی اور سرعت سے کام لینا چاہیئے تاکہ پاکستانی حکومت اپنے ظلم و ستم۔ کشت و خون اور لوٹ کھسوٹ سے توبہ کرے اور اپنی وحشت اور درندگی چھوڑ کر انسانیت کے زینہ پہ آجائے گورنمنٹ ہند کی دانشمندی اور دُور اندیشی مقتضی ہے کہ وہ فوراً حالات موجودہ کا فائدہ اٹھائے اور جلد مناسب کارروائی کرے۔

ہندوستان میں مستقل امن و امان کیونکر قائم ہو سکتا ہے؟

اس سوال کا جواب دینا مشکل نہیں۔ اگر ہندوستان میں ایک مضبوط انصاف پسند سنٹرل گورنمنٹ ہو۔ تو ملک میں امن و امان کا قائم ہونا ممکن ہے۔ گورنمنٹ برطانیہ کے گذشتہ سو سال کے عرصہ میں اس ملک میں ایسی بد امنی اور بے نظمی نہیں پائی جاتی تھی۔ جیسا کہ گذشتہ چار ماہ کے اندر یا اس سے کچھ عرصہ پیشتر جبکہ برطانوی حکومت مفلوج ہو چکی تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے چونکہ ہندوستان کے اندر دو ایسی حکومتیں بن گئی ہیں جو ایک دوسرے کے مخالف ہیں اس لئے ملک کی موجودہ ابتری اور بدنظمی کا باعث ایک ملک کے اندر دو مختلف نصب العین رکھنے والی حکومتوں کا وجود ہے۔ جیسے دو تلواریں ایک میان میں نہیں سما سکتیں ایسے ہی دو حکومتیں ایک ملک میں حکمرانی نہیں کر سکتیں۔ جیسے دس فقیر ایک جھونپڑی

میں گذران کر سکتے ہیں۔ اسی طرح اگر ہندوستان اور پاکستان کے حکمراں مہاتما گاندھی جی کی طرح نیک دل اور نیک نیت ہوتے تو دونوں گورنمنٹیں امن اور شانتی سے اپنا گذران کر سکتی تھیں مگر اب صورت حالات قطعی مختلف ہے۔ ہندوستان کے حکمرانوں کو جناح سے شخص سے واسطہ پڑا ہے ان سے نپٹ لینا خالہ جی کا گھر نہیں۔ دوسرے الفاظ میں ہندوستان کی موجودہ بدامنی اور بے چینی کا سبب ہندوستان کی دو حصوں میں تقسیم ہے (۱) ہندوستان (۲) پاکستان۔ اب سوال یہ ہے کہ اس تقسیم کا ذمہ دار کون ہے؟ یہ امر مسلّمہ ہے کہ ۹۹ فی صدی غیر مسلم جن میں ہندو سکھ اور دیگر تمام اقلیتیں شامل ہیں یہ اس تقسیم کے خلاف تھیں۔ مہاتما گاندھی جی اس تقسیم کے سب سے بڑے مخالف تھے۔ لیکن کانگریس کے لیڈران نے اس ملکی تقسیم کو منظور کر کے بڑی بھاری غلطی کا ارتکاب کیا لیکن کانگریس لیڈران کی یہ غلطی اس لئے قابل معافی ہے کیونکہ ان کی نیت نیک اور اچھی تھی اور انھوں نے بحالت مجبوری ہندوستان کی تقسیم منظور کی۔ دوئم وہ انتر یامی نہ تھے۔ انھیں اگر اس تقسیم کے نتائج کا عشر عشیر بھی علم ہوتا تو وہ کبھی اس مکروہ تقسیم کے منظور کرنے میں ہرگز رضامند نہ ہوتے۔ ان کی مجبوری یہ تھی کہ برطانوی گورنمنٹ ہندوستان کو خود اختیاری حکومت عطا کرنے پر مسلسل عذر معذرت کر رہی تھی کیونکہ مسلم لیگ ہندوؤں کا ساتھ نہیں دیتی تھی اور چونکہ برطانوی حکومت کا مسلم لیگ کی حمایت اور طرفداری کرنے میں فائدہ تھا اس لئے وہ ہندوستان کو آزاد دیکھنا پسند نہیں کرتی تھی۔ دوسری طرف برطانوی حکمرانوں کی چشم پوشی اور علانیہ حمایت سے مسلم لیگ نے ہندوؤں کو کشت و خون کرنے کا کام شروع کر دیا تھا اور کانگریس گورنمنٹ ان کو ان کی سرگرمیوں میں روک نہیں سکتی تھی۔ اور نہ برطانوی حکومت انھیں روکتی تھی۔ چنانچہ اگست ۱۹۴۶ء میں ڈائرکٹ ایکشن کے تحت جو کچھ کلکتہ میں ہوا۔ وہ ہمارے دعوی کا ثبوت ہے۔ اس کے بعد مسلم لیگ نے

لاہور میں ڈائرکٹ ایکشن کے تحت جو کارروائی کی ناظرین اسے بھولے نہیں ہوں گے ناظرین اسی سلسلہ میں مشرقی بنگال اور راولپنڈی کے واقعات یاد کرکے اپنے لئے خود نتیجہ اخذ کرلیں۔ آیا مسلم لیگ نے ہندوؤں کا ان علاقوں میں قتل عام کرنے کا جو پروگرام وضع کیا تھا اس میں برطانوی حکومت نے کہاں تک ان کی مخالفت کی تھی اور ملک میں امن وامان قائم رکھا تھا۔ کانگریس نیک آدمیوں کی جماعت تھی اس سے علانیہ اپنے ہموطنوں کی تباہی اور بربادی دیکھی نہیں جاتی تھی اس نے مجبوراً ان حالات میں ہندوستان کی تقسیم منظور کرلی تاکہ مسلمانوں سے ہمیشہ کے لئے جھگڑے اور تنازعے مٹ جائیں اور جس قدر حصہ ہندوستان میں انھیں خودمختاری حکومت حاصل ہو اسی حصہ کی تنظیم اور اصلاح سے ملک کو سدھار کر امن۔ شانتی اور خوشحالی اور فارغ البالی قائم کرکے عوام الناس کی حالت بہتر بنائی جائے۔

دوسری جانب مسلم لیگ کے لیڈران نے بار بار تحریروں اور تقریروں سے لوگوں کو یقین دلایا کہ پاکستانی علاقہ میں اقلیت کے حقوق ایسے ہی محفوظ رہیں گے جیسا کہ مسلمانوں کے۔ اس لئے بھی کانگریس گورنمنٹ نے ملکی تقسیم کے عہدنامہ پر دستخط کر دیئے۔

اگر کانگریس کے لیڈران کو یہ علم ہوتا کہ مسلمانوں نے تمام غیر مسلموں کا مغربی پنجاب۔ سندھ اور صوبہ سرحد میں صفایا کر دینا ہے تو وہ ۹۹ فیصدی حالتوں میں ہندوستان کی تقسیم منظور نہ کرتے۔ کانگریس کے لیڈر نہایت شریف اور ایماندار ہیں اس لئے وہ قدرتی طور پر دوسروں کو بھی ایسا ہی سمجھتے تھے۔ لہٰذا انھوں نے مسلم لیگ کے لیڈران کا اعتبار اور بھروسہ کرتے ہوئے ملکی تقسیم پر دستخط کر دیئے۔

نئے حالات کی روشنی میں نئی پالیسی وضع کرنی چاہیئے

اب حالات بالکل بدل گئے

ہیں۔ گذشتہ چار ماہ نے ہمیں جو سبق سکھایا ہے وہ ہم نے گذشتہ سو سال میں نہیں سیکھا تھا اس لئے ان غلطیوں سے بچنے کے لئے ہمیں اپنے لائحہ عمل میں اصلاح کرنی چاہیئے۔

تمام ملک میں فتنہ و فساد کی لہر جاری ہوگئی ہے۔ ہندو مسلمانوں اور مسلمان ہندوؤں کے دشمن بن گئے ہیں۔ پچاس لاکھ ہندوؤں کو اپنا پیارا وطن جس میں وہ گذشتہ ہزارہا سال سے بود و باش رکھتے تھے ترک کرنے کے لئے مجبور کیا گیا۔ اسی طرح پچاس لاکھ مسلمانوں کو زبردستی ملک کے ایک حصہ سے نکال کر دوسرے حصہ میں پناہ لینے کے لئے مجبور کیا گیا۔ یہ کیوں؟ ان بیچاروں کا کیا قصور تھا۔ اس سے بڑھ کر ظلم وستم کہیں سننے میں نہیں آیا۔ ہزاروں ہندو خاتون لڑکیاں جو بالکل بے قصور اور معصوم تھیں اغوا کیا گیا۔ ان کی بے عزتی اور بے حرمتی کی گئی۔ یہی حالت بیچاری بے قصور اور معصوم مسلمان عورتوں کی کی گئی۔ ہزاروں ہندو اور مسلمان لوٹ لئے گئے حالانکہ وہ بالکل بیقصور تھے اور لاکھوں ہندوؤں اور مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا۔ یہ سب کیوں ہوا؟ محض اسلئے کہ ملک کی سنٹرل حکومت توڑ دی گئی تھی۔ ملک دو حصوں میں تقسیم کیا گیا اور ملک میں دو فریق اور پارٹیاں حکمراں ہو گئیں جو ایک دوسرے کی دشمن بن گئی ہیں اب ان کی رعیت کو کیسے چین اور سکھ مل سکتا ہے۔

ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ پچاس لاکھ ہندوؤں اور پچاس لاکھ مسلمانوں کی ظالمانہ اور سفاکانہ جلا وطنی اس لئے ہوئی کہ ہندوستان کی دو حصوں میں تقسیم کی گئی۔ اگر مغربی پنجاب کی لیگی گورنمنٹ ہندوؤں اور سکھوں کو تلوار اور بندوق کے زور سے ان کے وطن سے نہ نکال دیتی تو ۹۵ فیصدی نہیں نہیں ۹۹ فیصدی ہندو ہرگز اپنا پیارا وطن ترک کر کے مشرقی پنجاب اور یو۔ پی میں ہجرت نہ کرتے۔ مغربی پنجاب کی آراضیات۔ دوکانات۔ مکانات۔ کارخانہ جات۔ مغربی پنجاب کی تجارت۔ صنعت۔ ان کے کسب معاش کا وسیلہ تھی ان ذرائع معاش سے محروم ہو کر وہ فقیر اور گداگر بن گئے ہیں اور جگہ بہ جگہ ٹھوکریں کھا رہے ہیں اور انہیں سر چھپانے کو موسم سرما میں جگہ نصیب نہیں ہوتی۔ ایسا ظلم وستم کہیں

سننے میں نہیں آیا اور ایسے ہی مشرقی پنجاب کے مسلمانوں کی کیفیت ہے بلکہ اس سے بھی بدتر۔ ہمارے ایک رشتہ دار جو کورو کشیتر سے ملنے کے لئے دیال باغ آئے تھے کہتے تھے کہ امرتسر سے لیکر کورو کشیتر تک ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں مسلمان ریلوے سڑک کے ساتھ ساتھ بیٹھے ہوئے سردی سے سسک رہے ہیں۔ ان بے چاروں کا محض یہ قصور تھا کہ ان کے ہم مذہب بھائیوں نے لاانتہا تشدد اور ظلم وستم مغربی پنجاب کے ہندوؤں اور سکھوں پر کئے تھے اس لئے انھیں انکے پاپوں کا کفارہ ادا کرنا پڑ رہا ہے۔ بہار کے بے ضرر اور معصوم اور سولہ آنہ بے قصور مسلمانوں کا کیا قصور تھا۔ فقط یہی کہ مشرقی بنگال کے مسلمانوں نے مشرقی بنگال کے ہندوؤں کی بیخ کنی کرنے کا ارتکاب کیا اس طرح ان بیچاروں کو دوسروں کے گناہوں کے لئے سزا بھگتنی پڑی۔ مسلم لیگ اب یہی عمل کشمیر میں کر رہی ہے یعنی اس نے لاکھوں سرحدی درندوں کو دعوت دی ہے کہ وہ کشمیر میں لوٹ مار کریں۔ انھیں توپیں۔ بندوقیں۔ بم۔ پٹرول اور لاریاں مہیا کی ہیں کہ وہ کشمیر جموں پر حملہ کرکے ملک کو تباہ اور ویران کر دیں۔ وہاں کے باشندوں کا قتل عام کریں۔ وہاں کا مال و دولت لوٹ کر اپنی لاریوں اور خچروں پر لاد کر اپنے ملک میں لے جائیں اور وہاں کی عورتوں اور لڑکیوں کا اغوا کرکے انھیں پنجاب اور سرحد کے علاقوں میں جانوروں کی طرح فروخت کر دیں۔ جن لوگوں کا تمام عمر پیشہ اور کسب معاش کا ذریعہ ہی لوٹ مار اور کشت وخون رہا ہو انھیں اپنے ہاتھ رنگنے کا اس سے بہتر موقع کہاں مل سکتا تھا۔ چنانچہ ان لوگوں نے تمام ریاست کو خاک میں ملا دیا ہے اور اب وہ مشرقی پنجاب اور ہندوستان کے حملہ کی تیاریاں کر رہے ہیں۔

پاکستانی حکومت کے معرض وجود میں آنے سے چار ماہ کے عرصہ میں ہندوستان اور ہندوستانیوں یعنی ہندو اور مسلمانوں کو کیسی کیسی مصائب اور آفات کا شکار ہونا پڑا ہے تمام ملک کے لوگوں کو اب اچھی طرح معلوم ہو گیا ہے۔ کروڑوں ہندوؤں اور مسلمانوں کی تباہی ان کے چہروں سے عیاں ہے اس کے لئے

مزید ثبوت بہم پہونچانے کی ضرورت نہیں۔ اربوں روپیہ کی جائداد ہندوؤں کی اس پاکستان نے تلف کردی یا ہضم کرلی اور قریبا اسی قدر جائداد مسلمانوں کی مشرقی پنجاب میں تلف ہوگئی یا غیروں کے قبضہ میں چلی گئی۔ ایک فقیر کو اپنے مٹی کے پیالہ کی جدائی سے اسی قدر دکھ ہوتا ہے جتنا ایک امیر آدمی کو چاندی یا سونے کے برتن چوری ہو جانے سے تکلیف ہوتی ہے۔ اگر مغربی پنجاب کے عمدہ اور پکے مکانوں میں رہنے والے ہندوؤں کو موسم سرما کی شدت سے تکلیف ہوئی ہے تو مشرقی پنجاب کے مسلمانوں کو جو کچے مکانوں میں رہتے تھے اس سے کم تکلیف نہیں ہوئی بلکہ شاید زیادہ تکلیف ہوئی ہے کیونکہ مغربی پنجاب کے بعض ہندو ہزاروں روپیہ اپنے ساتھ لے آئے ہیں اور وہ اس روپیہ کی بدولت مشرقی پنجاب۔ دہلی اور یو۔ پی میں اپنا کاروبار شروع کرکے اپنی روزی کما رہے ہیں لیکن مشرقی پنجاب کے ہزاروں مسلمانوں نے ہم نے سنا ہے کہ کاسۂ گدائی ہاتھ میں پکڑ لیا ہے اور وہ سوکھی روٹی کے لئے بھی دوسروں کے محتاج ہوگئے ہیں مسٹر محمد علیخاں جنھوں نے مغربی پنجاب کے ریفوجیوں کے کیمپ کا معائنہ کیا ہے لکھتے ہیں کہ مغربی پنجاب کے لیگی افسران بڑے سنگدل۔ رشوت خور اور لاپرواہیں انھیں اپنے ہم مذہب بھائیوں کی مصیبت کا مطلق خیال نہیں۔ ریفوجی سردی سے کافی کپڑوں کے نہ ہونے اور بیماری سے اور دوایات کے نہ ملنے کے سبب سے مر رہے ہیں۔ ان کی حالت ہر طرح ناگفتہ بہ ہے۔ یہ انسانی فطرت کا خاصہ ہے جب وہ ایک مرتبہ سنگدل اور بے رحم ہو جاتی ہے پھر وہ سب یگانوں اور بیگانوں سے سنگدلی اور بے رحمی سے پیش آتی ہے۔ ہندوؤں کو مارنے اور لوٹنے کے بعد اب وہی طرز عمل مشرقی پنجاب اور یو۔ پی کے مسلمانوں کی جانب اختیار کر رہے ہیں۔ گذشتہ ماہ ہمیں کسی کام کے لیے الہ آباد جانا پڑا۔ وہاں ایک معزز بھائی ایک مسلمان امیر کبیر کا ذکر کر رہے تھے جو الہ آباد سے پاکستان میں چلے گئے تھے۔ چنانچہ پاکستان پہونچنے کے کچھ روز بعد ان کی بیوی اور لڑکی کو مسلمان اغوا کرکے

لے گئے اور اس کے روپیہ نقدی پر بھی ہاتھ صاف کیا۔ آخر وہ روتا پیٹتا دوبارہ الہ آباد واپس آیا۔ اس لئے ہم اپنے ہندو اور سکھ بھائیوں کو بڑے زور سے تنبیہ کریں گے کہ وہ ہندوستان کے کسی مسلمان پر ہرگز سختی، ظلم اور بے انصافی نہ کریں۔ کیونکہ تھوڑے عرصہ بعد یہی بدی اور شرارت اُلٹ کر ان پر اپنا نزلہ گرائے گی۔

ظالموں اور بدوں کے استیصال سے ہی امن قائم ہو سکتا ہے

دنیا میں کوئی کام کرم کئے بغیر پایہ تکمیل کو نہیں پہونچتا۔ اگر لیگ کو اپنے کشت و خون اور لوٹ مار کے پروگرام کی تکمیل کے لئے باقاعدہ پروپیگنڈا اور تبلیغ کی ضرورت ہے تو کانگریس کو ملک میں امن و امان قائم رکھنے اور ملک کو دشمنوں کے جبر و ستم سے محفوظ رکھنے کی خاطر پروپیگنڈا کرنا چاہیئے۔ پروپیگنڈا کے صحیح معنی عوام میں فرض شناسی کا احساس پیدا کرنا ہے۔ ہندوؤں میں ایک بڑی کمزوری یہ ہے کہ ان میں قومی یک جہتی کا احساس بہت کم ہے۔ وہ اجتماعی طور پر اپنے تحفظ اور رکشا کی اہمیت نہیں سمجھتے۔ چنانچہ یہی زمانہ گذشتہ میں ان کی بدقسمتی، غلامی اور تباہی کا باعث ہوا۔ عرب یا افغانستان سے ایک غنیم ہزاروں آدمیوں کے لشکر سے ہندوستان کے براعظم پر حملہ کرتا ہے۔ وہ سندھ یا مغربی پنجاب کے حصہ پر قابض ہو جاتا ہے اور دیگر صوبوں کے ہندوؤں کو اس امر کا کوئی احساس نہیں ہوتا تھا کہ ہمارے ملک کا ایک حصہ بدیشیوں کے قبضہ میں چلا گیا ہے۔ ہندوؤں کی متحدہ قومیت یا قومی یک جہتی کی عدم موجودگی کا جذبہ ان کی شکست، رسوائی اور تباہی کا سبب تھا یعنی وہ کروڑوں کی جمعیت رکھتے ہوئے ہزاروں اور لاکھوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ یعنی ان میں حب الوطنی اور دیش بھگتی کا مادہ موجود نہ تھا اور وہ یہ نہیں سمجھتے تھے کہ تمام ہندوستان ہماری ماتری بھومی ہے اور اس تمام ماتری بھومی کی رکشا کرنا ہمارا پرم دھرم ہے چنانچہ اس پوتر جذبہ کی عدم موجودگی ہمارے گذشتہ تنزل اور بربادی کا سبب

تھی اور ہماری موجودہ کمزوری اور ہماری موجودہ ادھوگتی کا سبب بھی ہندوؤں کی یہی خامی اور کمزوری ہے۔ اس لئے اس کمزوری کو فوراً دور کر دینا لازمی ہے ہم نے اوپر بیان کیا کہ بغیر کرم کئے کچھ نتیجہ حاصل نہیں ہوتا۔ اگر لیگ کیلئے یہ لازمی ہے کہ وہ ہندوستان کی تباہی کی تبلیغ مسلم عوام میں کرے تو ہندوؤں کے لئے بھی یہ لازمی ہے کہ وہ ہندوستان کے تمام باشندوں کو نقارہ کی چوٹ سے بتلا دیں کہ ہم تمام بھائی ایک قوم کا جزو ہیں۔ ہماری تمام کی رکشا آپس کے میل ملاپ اور پریم کے سنگٹھن میں ہے۔ اگر ہندوستان کے کسی صوبہ کا ہندو دکھ و تکلیف میں ہے تو تمام ہندوستان کے ہندوؤں کو اس وقت تک چین نہیں لینا چاہیئے جب تک کہ اس ہندو کی تکلیف دور نہ کر لی جائے۔ یہ کام پرچار۔ یہ کام سکولوں کی کتابوں کی معرفت جو ہمارے بچوں کو پڑھائی جاتی ہیں - یہ کام ریڈیو۔ یہ کام پبلک لیکچروں کی معرفت ہماری قومی گورنمنٹ اور کانگریس کو پایۂ تکمیل تک پہونچانا چاہیئے۔ برطانوی حکومت نے ہمیں کیڑے مکوڑوں کی کہانیاں پڑھانے تک اپنا فرض سمجھا۔ اور ہمارے بچوں کے دل و دماغ پر جاتی پریم۔ ویش بھگتی اور آپس کے خوشگوار تعلقات کی اہمیت پر کبھی کچھ نہیں سکھایا جس کا نتیجہ فرقہ دارانہ کشت وخون۔ ہندو مسلمانوں کا جنگ وجدل ہے جس سے خون کے دریا بہ گئے ہیں یعنی اب ہمیں وہ غلط اور گمراہ کن تعلیم جو ہمارے بچوں کو سکولوں میں دی جاتی تھی بند کر دینی چاہیئے اور فوجی تعلیم کا نصاب جاری کر کے قوم کی اصلاح کرنی چاہیئے۔

دوسری ضروری بات جو ہم اپنے ہم وطنوں کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہندوستان کی دو حصوں کی تقسیم نے ہندوؤں اور مسلمانوں کو تباہ کر دیا اس تقسیم نے ملک کو دو فریقوں یا دو مخالف گروہوں میں بانٹ دیا۔ جو اپنے کو ایک دوسرے کا حریف یا رقیب خیال کرتے ہیں۔ اور مسلم لیگ نے ہندوستان کی گورنمنٹ کی رعایا اور ہندوؤں کے خلاف جو بدکرداریاں اور وحشیانہ حرکات کی ہیں اور

اپنے قول واقرار اور معاہدوں کی خلاف ورزی کی ہے کہ وہ اقلیتوں کے حقوق کی نگہداشت اور حفاظت کرے گی اور وہ ان معاہدوں پر قائم نہیں رہی بلکہ ہندوستان کے خلاف اس نے گذشتہ چار ماہ سے جنگ شروع کر دی ہے جس سے قریباً پچاس لاکھ ہندو اپنا آبائی وطن ترک کر کے مشرقی پنجاب۔ دہلی۔ اور یو۔ پی میں پناہ لینے کے لئے مجبور ہوئے ہیں۔ اس کے بعد اس نے جموں اور کشمیر میں جنگ شروع کر دی ہے۔ کیا ایسی گورنمنٹ سے اب جنگ کرنا ہمارا دھرم نہیں ہے؟ کیا ایسی مکار۔ ریاکار اور بے ایمان گورنمنٹ کا استیصال کرنا ہر ایک ہندوستانی کا مقدس فرض نہیں ہونا چاہیئے؟ لیکن یہ کام نہایت مشکل ہے۔ مشکل کام کی تکمیل کے لئے بڑی بھاری تیاری ہونی چاہیئے۔ سر صاحب جی مہاراج فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں ایک مکھی کا شکار کرنے کے لئے اس قدر تیاری کرنی چاہیئے۔ گویا ہم شیر کا شکار کرنے لگے ہیں۔ جب تک ایسی عظیم تیاری نہیں کی جائے گی کامیابی نہیں ہو سکتی۔ پاکستانی حکومت کے فتنہ و فساد۔ اس کے کشت و خون اور قتل عام اور تباہی و بربادی کی سرگرمیوں کا قلع قمع کرنے کے لئے دو باتیں نہایت ضروری ہیں:۔

(۱) ہر ایک ہندوستانی کو گورنمنٹ ہند کا سپاہی سمجھ کر گورنمنٹ ہند کی ہر طرح خوشی اور دل وجان سے امداد کرنے کا اپنے دل میں عہد کر لینا چاہیئے۔ اور اپنی خدمات غیر مشروط اس کے احکام کی تعمیل میں وقف کر دینی چاہئیں۔

(۲) گورنمنٹ ہند کے ساتھ اس کے ہر فعل اور معاملہ میں دل وجان سے ہر شہری کو شرکت عمل یا تعاون کرنا چاہیئے۔ مثلاً کسی ہندوستانی یا ہندو کو انتقام کے جذبہ کے تحت قانون کو اپنے ہاتھ میں نہیں لینا چاہیئے تاکہ گورنمنٹ اطمینان اور شانتی سے اپنی ملک داری کے متعلق اپنی تمام تجاویز اور منصوبوں پر عمل کر سکے۔

اس سلسلہ میں سب سے ضروری کام یہ ہوگا کہ تمام ملک دوبارہ ایک گورنمنٹ کے ماتحت ہو اور جو ہمالیہ جیسی غلطی ملکی تقسیم کی ہوئی ہے اس کو ہمیشہ کے لئے دور

کیا جائے کیونکہ گذشتہ چار ماہ کے تجربہ نے بتلا دیا ہے کہ ملک میں دو حکومتوں کا وجود ملکی امن اور شانتی کے منافی ثابت ہوا ہے۔ ملک میں دو حکومتوں کے قائم ہونے سے ملک سے امن۔ امان۔ صلح و مصالحت ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گئے ہیں اس لئے اس ملک میں تمام لوگوں کی جس میں ہندو مسلمان۔ عیسائی۔ پارسی شامل ہوں واحد گورنمنٹ کا ہونا لازمی ہے۔

ہندوستان کے ساڑھے چار کروڑ بسنے والے مسلمانوں کو اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ پاکستان کے مسلمان اور پاکستان کی گورنمنٹ ان کی رتی بھر امداد نہیں کر سکتی۔ اگر انھوں نے عزّت اور وقار سے زندگی بسر کرنی ہے تو انھیں ہندوستان کی گورنمنٹ کی وفادار رعیت بن کر رہنا ہو گا جیسا کہ ہندو۔ سکھ۔ عیسائی اور پارسی قوموں کے باشندے رہتے ہیں اور ہر شخص کو خواہ اس کا تعلق کسی مذہب سے ہو اپنے وطن کی آزادی کے تحفظ کے لئے اپنی جان و مال نثار کر دینے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔

تیسری بات ہم ہندوستان کے راجاؤں اور مہاراجاؤں کے فرض کے متعلق جو ان کا اپنی مادرِ وطن کی جانب ہے عرض کر دینا ضروری سمجھتے ہیں اور وہ یہ ہے آج سے قریباً ۸۲ سال پیشتر کرنل پیری کے تحت امریکہ نے ایک مہم جاپان بھیجی۔ اس وقت تمام جاپان چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم تھا اور وہاں کوئی مرکزی حکومت نہ تھی یعنی ٹھیک وہی حالت جو وسطی زمانہ میں ہندوستان کی تھی یعنی ہندوستان۔ دہلی۔ قنوج۔ جے پور۔ جودھپور۔ میواڑ وغیرہ علیحدہ علیحدہ ریاستوں میں منقسم تھا اور یہ راجہ ایک دوسرے کے رقیب یا دشمن تھے اور ان کا آپس میں اتحاد نہ تھا۔ یہی ان کی بدبختی غلامی کا سبب بنا کیونکہ وہ مشترکہ دشمن کے خلاف مل کر مقابلہ نہیں کرتے تھے اور یہی حالت انیسویں صدی کے جاپان کی تھی۔ لیکن ان سرداروں اور راجاؤں کو اس وقت ہوش آیا جب امریکہ کی تلوار ان کے سر پہ آ گئی۔ اس وقت مالک نے انھیں سمت دان دی اور انھوں نے

اتفاق رائے سے سمجھوتہ کیا کہ تمام جاپان کے سردار اور راجہ اپنے جملہ حقوق اور
آراضیات اپنے شہنشاہ میکاڈو کے حوالہ کر دیں اور یہ تمام امراء سینٹرل گورنمنٹ
کے نظام میں شامل ہو کر اپنے شخصی اختیارات اور حقوق سے دست بردار ہو جائیں
ان کے اس ایثار اور قربانی کا نتیجہ تھا کہ جاپان جیسے چھوٹے سے ملک نے کوریا، چین
اور روس جیسی عظیم الشان سلطنتوں کو شکست پر شکست دے کر دنیا میں اپنی
طاقت کا سکہ جما لیا۔ اور ۱۹۴۱ء میں جاپان دنیا کی سب سے بڑی طاقتوں میں
شمار ہونے لگا اور اس نے دوسری جنگ عظیم کے دوران میں چند ماہ کے عرصہ میں
ایشیا کے متعدد ممالک پر اپنا قبضہ کر لیا۔

اگر ہندوستان کے راجہ اور نواب اسی قسم کی دیش بھگتی کے جذبات سے
متاثر ہو کر جیسا کہ جاپان کے امراء اور سرداروں نے اسی طرح سے اسی سال پیشتر ظاہر
کی تھی۔ اپنے اختیارات اور حقوق سینٹرل گورنمنٹ کے سامنے بھینٹ کر دیں
تاکہ ان کا ملک دنیا کی اوّل درجہ کی طاقتوں میں شمار کیا جائے۔ بالکم از کم وہ
سینٹرل گورنمنٹ کی خدمت میں ملک کی آزادی کی تحفظ کی خاطر اپنے تمام مالی
اور فوجی ذرائع پیش کر دیں تو ان کے اس ایثار۔ قربانی۔ دور اندیشی اور تدبر کا
یہ نتیجہ ہو گا کہ دنیا کی کوئی طاقت ترچھی نگاہوں سے ہندوستان کی جانب دیکھ
نہیں سکے گی اور پاکستانی گورنمنٹ کو اپنے کشت و خون اور لوٹ مار کے منصوبوں
کو عمل میں لانے کا حوصلہ نہ ہو گا۔ ان کا یہ دانشمندانہ فعل تواریخ میں سنہرے حروف
میں لکھا جائے گا اور انکے ملک۔ اور ان کی قوم کا ستارہ ترقی کے آسمان پر درخشاں
نظر آئے گا۔

اُنیسویں صدی کے درمیان ملک جرمنی بھی کئی ریاستوں میں منقسم تھا اور جرمنی کی
حالت ایک تیسرے درجہ کی طاقت سے بہتر نہ تھی۔ پرشیا کا وزیر اعظم بسمارک تھا اس نے
دیکھا کہ جرمنی کی مختلف ریاستوں کے حکمران ایک دوسرے کے حاسد اور رقیب تھے
اس نے بہت کوشش کی کہ تمام جرمنی کو متحد سلطنت میں تبدیل کیا جائے تاکہ تمام

سلطنت کے ذرائع مرکزی گورنمنٹ کو مضبوط اور مستحکم کرنے میں استعمال کئے جائیں لیکن جرمنی کے مختلف امراء اور سرداروں نے بسمارک کا مشورہ منظور نہ کیا۔ آخر بسمارک نے شمشیر کے زور سے سب سرداروں اور امراء کا مزاج درست کر دیا اور سب نے پرشیا کے آگے ہتھیار ڈال دیئے اور جرمنی متحد سلطنت میں تبدیل ہو گئی اس کے بعد جرمنی کو جو طاقت نصیب ہوئی اس کے سامنے فرانس اور انگلستان جیسے ملک لرزتے تھے۔

چند سال کے عرصہ میں ہندوستان دنیا میں فرسٹ کلاس طاقت ہو سکتا ہے بشرطیکہ ہندوستان کے راجہ اور نواب جاپانی امراء کے نقش پا پر گامزن ہوں یا بسمارک سا جنگی وزیر اعظم انھیں صحیح راستہ دکھا دے۔ لیکن پھر ہم اہل ہند کے باشندوں سے اپیل کریں گے کہ وہ محب الوطن شہریوں کی طرح مادر ہند کی خدمات کے لئے کمربستہ ہو جائیں اور اپنے ملک کی آزادی برقرار رکھنے کے لئے بڑی سے بڑی قربانی کرنے کے لئے تیار ہو جائیں تاکہ پاکستانی لعنت کو جلد از جلد ختم کر دیا جائے جس نے چار ماہ کے قلیل عرصہ میں لاکھوں ہندوؤں مسلمانوں اور سکھوں کو قتل کر دیا ہے اور جس کی تبلیغ اور پروپیگنڈے نے ہندو اور مسلمانوں کو بھائیوں اور ہمسایوں سے بیریوں و دشمنوں میں تبدیل کر دیا ہے اور ملک میں ایسی عالمگیر تباہی اور بربادی برپا کر دی ہے کہ اس کے سامنے تیمور اور نادر کا قتل عام ہیچ تھا۔ اور سلطان محمود اور محمد غوری کی لوٹ کھسوٹ کچھ وقعت نہیں رکھتی تھی۔ کیا ہندو اور مسلمان بھائی ہمارے مخلصانہ مشورہ پر عمل کریںگے کیا ہندوستان کے راجہ مہاراجہ اور نواب اپنے حقیقی نفع اور بہتری کے خیالات سے متاثر ہو کر اور مادر وطن کی عظمت و شان کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایسی بلند حوصلگی۔ ایثار اور قربانی سے کام لیں گے جس سے انکا نام تاقیامت آسمان پر چمکتا رہے۔ کیونکہ ان کے اس نیک فعل اور عمل سے ہندوستان کو وہ عروج۔ اقبال اور اتحاد نصیب ہوگا جس پر دنیا کی تمام معزز اور طاقتور اقوام رشک کرنے لگینگی

پریم و محبّت کا تحفہ

پیارے ہموطنو! میری عمر اس وقت تقریباً پینسٹھ سال کی ہے معلوم نہیں کہ مجھے کتنے دن اور دنیا میں زندہ رہنا ہے مگر میں نے مہا پرشوں سے سُنا ہے کہ انسان کو ہمیشہ مرنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ اور جو کچھ اُسے کسی کا دینا لینا ہو وہ فوراً چکا دینا چاہیئے تاکہ وہ اپنے قرض سے سبکدوش ہو جائے۔

مجھے اپنے باپ اور دادا سے ایک نعمتِ عظمیٰ حاصل ہوئی تھی جس کا میری زندگی پر گہرا اثر ہوا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میں اس انمول وستو کو مرتے وقت ساتھ نہ لے جاؤں بلکہ اپنے ہموطنوں میں تقسیم کر دوں تاکہ وہ بھی اس سے فیض اور فائدہ حاصل کریں۔

میرے دادا صاحب (والد صاحب کے والد) نہایت شریف۔ ایثار نفس اور ایشور پرست تھے۔ بچپن میں انھوں نے مولوی غلام محمد صاحب سے مسجد میں عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ وہ پڑھنے لکھنے میں بڑے محنتی۔ ہوشیار اور نہایت ہی مودب اور فرمانبردار شاگرد تھے اس لئے مولوی غلام محمد صاحب ان سے اپنے بچوں کی طرح محبت کرتے تھے۔ انھوں نے گھر پر ہندی اور سنسکرت کی بھی اعلیٰ تعلیم حاصل کی تھی۔ تحصیل علم کے بعد وہ جلد ہی سرکاری ملازم ہو گئے لیکن ملازمت چھوڑ کر وہ کاروبار میں مصروف ہو گئے۔ میں نے سُنا ہے کہ انھوں نے اپنے گھر کے تمام زیورات اور فالتو جائداد فروخت کر دی اور اپنا تمام سرمایہ زمینداری اور ساہوکارہ میں لگا دیا۔ اس کے علاوہ وہ اور بیوپار بھی کرتے تھے جن سے انھوں نے کافی روپیہ پیدا کیا۔ لیکن جو امر میں ان کے متعلق اپنے ہموطنوں کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں وہ ان کا پوتّر جیون اور سادہ زندگی

تھی جو انھوں نے پرماتما کی بھگتی میں وقت کی ہوئی تھی۔ وہ پرانے خیال کے سناتن دھرمی تھے۔ وہ ہمیشہ دونوں وقت باقاعدہ سندھیا اور پوجا پاٹھ کرتے تھے انھوں نے دھرم شالہ بنوائی۔ مندر تعمیر کرایا۔ سدا برت جاری کئے۔ مندر کے نام ہزار ہا ایکڑ اراضی وقت کردی...... القصہ ان کا سارا جیون دھرم کا جیون تھا لیکن ان کے ذاتی اخراجات تب پچیس روپیہ ماہوار سے تجاوز نہیں کرتے تھے۔ وہ لاکھوں روپیہ کی آراضیات اور شاہکارہ اور مکانات اپنے پیچھے اپنی اولاد کے لئے چھوڑ گئے۔

میرے والد صاحب لالہ بولاکی رام صاحب شاستری بیرسٹر ایٹ لا نے جو پنجاب نیشنل بنک کے فونڈرز Founders میں تھے پنجاب میں سب سے پہلے دیا سلائی کا کارخانہ جاری کیا جس کو گورنمنٹ نے میری سیاسی سرگرمیوں کے باعث Explosive Factory قرار دیکر بند کر دیا۔ اس سے انھیں بڑا بھاری مالی نقصان پہونچا۔ چنانچہ جب ہمیں پنجاب اور یو۔ پی میں سیاسی سرگرمیوں کی وجہ سے دس سال کی قید ہوئی۔ میرے والد صاحب کو اس سے ایسا صدمہ ہوا کہ وہ پنجاب میں اپنی کل زمینداری اور قرضہ جات برائے نام قیمت پر فروخت کر کے دہرہ دون چلے آئے اور یہاں پر مستقل رہائش اختیار کرلی لیکن آخری وقت تک وہ سیاسی سرگرمیوں میں برابر حصہ لیتے رہے۔ وہ دہرہ دون کانگریس کمیٹی کے پریذیڈنٹ تھے۔ عدم تعاون کے ایام میں کانگریس کا جلسہ ہو رہا تھا اور وہ اس جلسہ کے صدر تھے۔ پولیس نے آکر لوگوں کو لاٹھیوں سے پیٹنا شروع کیا (ہمیں ایک دہرہ دون نواسی بھائی نے بتایا) کہ شاستری جی آگے بڑھے اور پولیس افسر کو کہا کہ "اس جلسہ کا ذمہ دار میں ہوں۔ اگر لاٹھی کا وار کرنا ہے تو مجھ پر کرو۔ حاضرین پر لاٹھی چلانا رائیگاں ہے۔" اس قسم کی اخلاقی جرأت اور مردانگی ان میں پائی جاتی تھی۔ وہ ہمیشہ غریبوں اور مصیبت زدوں کے دوست اور محسن تھے۔ پلیگ کے ایام میں انھوں نے صدہا روپیہ کی ادویات عوام میں تقسیم کیں

ساری عمر یتیموں اور بیواؤں کی امداد فرماتے رہے۔ لیکن ان کی اپنی زندگی ایسی سادہ تھی کہ وہ اپنے کپڑے خود ہی سیتے اور خود دھو لیتے تھے اور خود اپنا کھانا پکا لیتے اور برتن صاف کر لیتے تھے۔ چنانچہ اپنے سبکدوش ہونے سے دو سال پیشتر آپ نے اپنا بنگلہ فروخت کر دیا۔ اس میں سے مبلغ ۴ ہزار روپیہ لوکل ہسپتال میں میٹرنٹی روم تعمیر کرنے کے لئے عطا کیا۔ چنانچہ میری ماتا جی کی یاد میں وہاں ایک کمرہ اس مطلب کے لئے تعمیر کیا گیا۔

وہ ایسے فیاض۔ عالی حوصلہ اور خدا ترس تھے کہ انھوں نے صدہا ایکڑ آراضی اُن زمینداروں کو واپس کر دی جو چالیس پچاس سال پیشتر انھوں نے رہن کی تھی۔ ہیں شیر محمد خاں نمبردار چک سجادہ تحصیل حافظ آباد[1] اور ایک دو مسلمان زمینداروں نے بتایا کہ انھوں نے خود انھیں راستہ دکھایا کہ وہ کیونکر اپنے باپ دادا کی آراضیات واگذار کرا سکتے ہیں۔

عدم تعاون کے ایام میں انھوں نے وکالت چھوڑ دی اور ۱۹۴۶ء تک اپنی موروث پر گذر بسر کرتے رہے۔

ان کا کیرکٹر۔ سبھاؤ یا فطرت کس قسم کی تھی حسب ذیل واقعات سے معلوم ہوتی ہے۔ اول مرتبہ جب وہ بیرسٹری کا امتحان پاس کرنے گئے انھوں نے یورپ کے متعدد ممالک کی سیر کی۔ غالباً وہ ناروے اور سویڈن کی سیاحت کے لئے جا رہے تھے اسی جہاز میں ایک شریف کوپن ہیگن کے شہری جو سٹیٹ پوسٹ ماسٹر کے عہدہ پر ممتاز تھے اپنی اہلیہ اور دختر کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ اتفاق سے ان کی لڑکی ہیضہ میں بُری طرح مبتلا ہو گئی۔ اپنے ہمراہی مسافر کو مصیبت میں دیکھ کر انھوں نے اس کی بیماری میں ایسی تیمارداری اور خدمت کی کہ تمام خاندان ان کی رحمدلی شرافت اور خدا ترسی کے علوی جذبات سے متاثر ہوا۔ گویا خدا اور مسیح ان کی خدمت کر رہا ہے کیونکہ کون سمجھدار شخص ہیضہ سے متعدی مرض میں مبتلا مریض کے

---

[1] حافظ آباد۔

نزدیک جانا پسند کرے گا اور یہ امداد اور سیوا ان حالات میں کرنا جبکہ دونوں مسافر ایک دوسرے سے قطعی اجنبی اور روشناس نہ تھے۔ دنیا میں ایسے شریف انسان موجود ہیں جو دوسروں کی بیماری، مصیبت اور دُکھ میں ایسی ہمدردی۔ رحمدلی سے پیش آتے ہیں گویا وہ ان کے زرخرید غلام ہیں۔ یہی سچّی انسانیت اور شرافت ہے اور انسان کو اسی بلندی پر پہونچنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

موسم سرما تھا۔ آدھی رات کے بعد غالباً دو تین بجے ہوں گے۔ میری اہلیہ کھانسی سے مسلسل تکلیف اُٹھا رہی تھی۔ میرے والد صاحب بنگلہ کے دوسرے کمرے میں سو رہے تھے۔ اُٹھے۔ آگ جلائی۔ چائے یا جوشاندہ تیار کیا اور پیالہ میں لے کر آئے اور کہا۔ بیٹی! دوا پی لو۔ اس سے تمہاری کھانسی کو آرام ہوگا اور نیند آجائے گی۔" چنانچہ انھوں نے دوا پی لی۔ دوا پینے کے بعد وہ ساری رات آرام سے سوتی رہیں۔ القصّہ نیک آدمی دوسروں کا دکھ برداشت نہیں کر سکتے۔ ادنیٰ سے ادنیٰ ملازمین سے ان کا ایسا ہی برتاؤ تھا۔

ہندوستان کے پچاسوں آدمیوں نے یورپین لیڈیز سے شادی کی ہوگی ان میں سے ایک میرے والد صاحب بھی تھے لیکن جن جذبات کے تحت ایک انسان کسی عورت سے شادی کرتا ہے اس سے اس کے کیریکٹر اور چال چلن پر پر روشنی پڑتی ہے۔ اکثر لوگ ظاہرا حُسن سے فریفتہ ہو کر مسلمان یا عیسائی لڑکیوں سے شادیاں کر لیتے ہیں۔ وہ خود عورت کی خاطر مسلمان یا عیسائی ہو جاتے ہیں لیکن میرے والد صاحب کی حالت قطعی مختلف تھی۔ اور جن حالات میں انھوں نے پہلی بیوی کی موجودگی میں شادی کی۔ ان کا دوسری بیوی سے شادی کرنے کا فعل قابلِ معافی قرار دیا جا سکتا ہے۔

جب میری والدہ محترمہ کا انتقال ہوا اُس وقت میرے والد صاحب کی چٹھی میرے پاس پہونچی جس میں انھوں نے تحریر فرمایا" مجھے بڑا افسوس ہوا ہے کہ میری دوسری شادی کرنے سے آپ کی والدہ کو بڑا دُکھ ہوا لیکن مالک کو حاضر ناظر جان کر

کہتا ہوں کہ میرا دوسری شادی کرنے کا کبھی خیال یا ارادہ نہ تھا۔"

یہ واقعہ کیسے ظہور میں آیا ہم آگے چل کر بیان کرتے ہیں :۔ مالک کی رحمت سے سٹیٹ پوسٹ ماسٹر صاحب کی دختر نیک اختر جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے بالکل تندرست ہو گئی۔ یہ ڈینش لیڈی تھی اور کوپن ہیگن یونیورسٹی کی فلاسفی کی گریجویٹ تھی۔ جب میرے والد صاحب بندر آنے پر جہاز سے رخصت ہونے لگے لیڈی مذکور نے والد صاحب سے دریافت کیا "آپ کب آئیں گے۔" والد صاحب نے سمجھا کہ انھوں نے دریافت کیا ہے "آپ یورپ کب آئے تھے"۔ والد صاحب نے جواب دیا "تین سال ہوئے ہیں"۔ انھوں نے سمجھا تین سال[1] میں آئیں گے۔

چنانچہ جب تین سال کا عرصہ گذر گیا۔ والد صاحب کے پاس ہندوستان میں ان کا مکتوب پہونچا کہ "آپ نے وعدہ کیا تھا کہ تین سال میں آپ آئیں گے۔ آپ ابھی تک نہیں آئے۔ میں آپ کے انتظار میں تڑپ رہی ہوں۔ اگر آپ نہ آئے تو میں زندہ نہیں رہ سکتی"۔

یہ حالات تھے جن کے تحت وہ ڈنمارک پہونچے اور اس خاتون سے شادی کی۔ لیکن شادی کی شرط یہ تھی کہ وہ ہندو دھرم اختیار کر لے۔ وہ مان گئیں اور شادی انگلستان میں آنند میرج کی ریت سے طے پائی اور اس لڑکی نے ہندو دھرم گرہن کر لیا۔ چنانچہ وہ ساری عمر اپنشدوں اور گورو گرنتھ صاحب کا پاٹھ کرتی رہیں۔

میرے والد صاحب ایسے بے دھڑک۔ صاف گو اور نڈر تھے کہ وہ حق کی بات کہنے سے کبھی نہیں رکتے تھے اس لئے جو کچھ آپ نے اپنی چٹھی میں دوسری شادی کے متعلق تحریر فرمایا وہ سولہ آنہ صحیح تھا۔ جب ۱۹۰۸ء میں چیف جسٹس

---

[1] اہل ڈنمارک کے لوگوں کی قومی زبان ڈینش ہے۔ وہ انگریزی نہیں سمجھ سکتے۔ اس لئے گفتگو میں یہ غلط فہمی واقع ہوئی۔

پنجاب نے ان سے کہا کہ وہ اپنے لڑکے کو (ہماری طرف اشارہ تھا) سمجھائیں کہ وہ اپنی انقلابی سرگرمیوں سے باز آئیں۔ والد صاحب نے جواب دیا۔ "وہ بالغ ہے میں اس کو نہیں روک سکتا۔" وہ دہرہ دون سے ایک انگریزی اخبار کا سموپا لٹین نکالتے تھے۔ اس میں گورنمنٹ کی پالیسی پر جیسی نکتہ چینی کی جاتی تھی۔ اس سے ایڈیٹر کی بلا لاگ اور بلا رورعایت پالیسی کا انکشاف ہوتا تھا کہ وہ ہندوستانیوں کے کیسے خیر خواہ۔ ہمدرد اور بیوروکریسی کے کیسے نکتہ چین تھے۔

قریباً چار سال ہوئے وہ سخت بیمار ہو گئے۔ انھوں نے کسی رشتہ دار بیٹے بیٹی کو اپنی بیماری کی اطلاع نہیں دی "تاکہ ان کی تیمارداری کرنے میں کسی کو تکلیف نہ ہو۔ میرے ایک عزیز نے مجھے تار دیا کہ چچا صاحب سخت بیمار ہیں میں اور میری اہلیہ فوراً ان کے پاس پہونچ گئے۔ وہاں جانے پر بعد میں معلوم ہوا کہ انھوں نے ارادتاً فاقہ کشی اس لئے اختیار کر رکھی تھی تاکہ وہ کسی پر بار نہ ہوں وہ شہر سے نصف میل کے فاصلہ پر اکیلے اپنے بنگلہ میں رہتے تھے۔ ان کی خدمت کے لئے ایک ملازم تھا۔ قریباً دو ہفتہ یا زیادہ ایام فاقہ کشی میں گذر گئے۔ لیکن ان کی خواہش پوری نہیں ہوئی۔ وہ کوئی دوا استعمال نہیں کرتے تھے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ یہ کیوں۔ میں، یا میری اہلیہ یا میرا ملازم آٹھوں پہر ان کی خدمت میں جاگتے رہتے تھے۔ ایک روز آدھی رات کا وقت تھا آپ نے مجھ سے فرمایا۔" میں آپ کو سعادتمند بیٹا سمجھ کر ایک بات کہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ میں نے زندگی بھر کبھی کسی کو اپنے لئے تکلیف نہیں دی۔ اب آخری وقت میں بھی میں کسی کو تکلیف دینا نہیں چاہتا اسی لئے میں نے اُپاس دھارن کیا ہے کہ میری زندگی کا خاتمہ ہو جائے لیکن ابھی تک میری خواہش پوری نہیں ہوئی۔ آپ میری شاہ رگ دبا دیں تاکہ میں اس دُکھ سے چھوٹ جاؤں۔" میں نے عرض کیا کہ" میں کروڑ روپیہ کے عوض بھی یہ فعل کرنے کو تیار نہیں ہوں۔ میں آپ سے دست بستہ عرض کروں گا کہ آپ چوبیس گھنٹہ اس طرح پر مالک کا سمرن دھیان

کریں۔ اگر آپ کے خیالات میں پریورتن (تبدیلی) نہ ہو تو جیسا آپ حکم دیں گے ویسا کیا جاوے گا۔" والد صاحب نے میری درخواست مان لی۔ دوسرے روز ٹھیک چوبیس گھنٹہ کے بعد آپ نے فرمایا کہ ان کے خیالات میں عظیم تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ چنانچہ اُس دن بیس روز کی متواتر فاقہ کشی کے بعد آپ نے چوتھا حصہ بسکٹ اور چائے کی ایک پیالی پی اور پھر آہستہ آہستہ غذا میں اضافہ کرتے گئے اور قریباً تین سال تک اس بیماری کے بعد زندہ رہے۔ نفس کشی یا آتم تیاگ کی یہ انتہا ہے کہ کسی سے خدمت نہیں کرائی۔ حالانکہ وہ اپنے ادنیٰ سے ادنیٰ ملازم کی بھی اُس کی بیماری میں ہر قسم کی خدمت خوشی سے کرتے تھے۔

آپ تعلیم۔ سیر و سیاحت کے لئے تین مرتبہ یورپ تشریف لے گئے اور یورپ کے متعدد ممالک کی سیر کی۔ آپ نے لاکھوں روپیہ کی جائداد ورثہ میں حاصل کی لیکن آخر عمر میں ان کے اخراجات بیس روپیہ ماہوار سے زیادہ نہ تھے ان کے بیٹے صدہا روپیہ ماہوار کماتے تھے لیکن وہ ایک دن بھی اُن پر بار ہونا پسند نہیں کرتے تھے۔ اس قسم کی تپسیا کا جیون آپ نے اس دنیا میں بسر کیا۔

اس دُنیا کا دستور یا رواج یہ ہے کہ جس کے پاس روپیہ پیسہ ہے وہ دنیا میں عیش و آرام کی زندگی بسر کرتا ہے لیکن دنیا کی افضل ترین ہستیاں وہ تھیں جنھوں نے روپیہ پیسہ پر لات مار کر اپنی زندگی کا آدرش سنسار کے وشے بھوگ نہیں بنایا بلکہ مالک کی بھگتی اور مالک کے بچوں کی سیوا بنایا اور انھوں نے اپنا تمام جیون اس مقصد کی تکمیل میں صرف کر دیا۔ ان کی نگاہ میں من اور اندریوں کے بھوگ، تچھ اور ہیچ تھے اس لئے وہ ان سے بالا تھے۔ یہی آدرش ہمارے قدیم بزرگوں اور راج رشیوں کا تھا جو راجہ مہاراجہ ہوتے ہوئے تپ اور بھگتی کا جیون بسر کرتے تھے اور اسی آدرش کے باعث آریہ ورت تمام ملکوں میں افضل اور سرشٹ تھا۔

اندریوں کے بھوگ منش اور حیوان کے لئے یکساں سکھدائک ہیں لیکن حیوان ان سے بالا نہیں ہو سکتا لیکن حیوانِ ناطق چند روزہ اور ناشمان سکھوں اور

امر اور ہمیشہ قائم رہنے والے سکھ میں تمیز کر سکتا ہے یعنی وہ سوارتھ پر پرمارتھ کو ترجیح دیتا ہے۔ وہ دنیا کو چھوڑ کر عاقبت پر توجہ یکسو کرتا ہے۔ وہ پرماتما کی خوشنودی کو دنیا کی بادشاہت پر ہزار درجہ افضل قرار دیتا ہے۔ جب ہمارے مدبران۔ جب ہماری قوم کے لیڈران کا کیرکٹر ایسا اعلیٰ اور افضل ہو گا تو وہ زر۔ زن اور زمین کے لالچ اور ہوس کا شکار نہ ہوں گے۔ اس وقت ہماری قوم کے سیوک اور دیش بھگت سولی۔ پھانسی۔ عذاب۔ قید خانوں کی پرواہ نہ کریں گے بلکہ اپنے منصبی فرائض نہایت صدق دلی اور ایمانداری سے سرانجام دیں گے۔ کوئی شخص ایسے لوگوں کو رشوت دے کر۔ ڈرا کر یا دھمکی دے کر راہِ راست سے متزلزل نہیں کر سکے گا۔ چنانچہ جب ہماری قوم میں اس قسم کے مردِ خدا تھے اس وقت ہندوستان کا ستارہ آسمان پر چمکتا تھا۔

میری والدہ صاحبہ نہایت شریف۔ دھرماتما۔ پاکدامن اور ستی کی طرح پوتر تھیں۔ وہ ساری عمر نہایت ایثار و کفایت شعاری سے اپنا جیون بسر کرتی رہیں۔ چنانچہ جو کچھ مجھے ورثہ میں ملا وہ مجھے میری ماتا جی کی عنایت سے ملا۔ جس کی بدولت میں اور میرے بچے اب تک فارغ البالی کی زندگی بسر کر رہے تھے اور جس کو اب پاکستان کی گورنمنٹ نے غصب کر لیا ہے۔

والدین کے اوتم سنسکاروں کا اثر اولاد پر

ہر ایک ہندو شری رام چندر جی۔ کرشن مہاراج۔ گوتم بدھ۔ گورو نانک دیو اور گورو گوبند سنگھ صاحب کو اپنا روحانی باپ تصور کرتا ہے اور وہ فی الحقیقت ہمارے باپ تھے اور جو موروث ہم نے ان بزرگوں سے حاصل کی وہ اس سرمایہ سے ہزار گنا زیادہ قیمتی ہے جو ہمیں ہمارے والدین سے ملا ہے۔ نیک اور دھرماتما بزرگ تمام قوم کے بزرگ اور ماں باپ ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کی پاکیزہ تعلیم و تلقین سے آنے والی نسلیں نیک دھرماتما۔ اولوالعزم اور دیش بھگت و جاں نثار بنتی ہیں۔ اب ہم اس

سنسکار کا ذکر کریں گے جس نے اوائل عمر میں ہمارے جیون کو بنانے یا ڈھالنے میں بڑا اثر ڈالا اور جس سے میری قوم کے بچّے اور نوجوان اپنے لیے سبق اور سکشا حاصل کر سکتے ہیں
ہمارے گھر پر روزانہ کتھا ہوتی تھی جس میں شہر کی دھرماتما عورتیں شریک ہوتی تھیں۔ اکثر اوقات میں اپنی ماتا جی یا دادی صاحبہ کے پاس بیٹھ کر کتھا سنا کرتا تھا۔ اس وقت میری عمر سات آٹھ سال سے زیادہ نہ تھی۔ ہمارے مندر میں روزانہ کتھا ہوتی تھی جہاں سننے کے لئے شہر کے مرد شریک ہوتے تھے۔ رامائن مہابھارت۔ شریمد بھاگوت۔ گورونانک دیوجی کی جنم ساکھی پستکوں سے پاٹھ کیا جاتا تھا۔ عورتوں میں کتھا کرنے والی ایک برہمنی تھی اور مردوں میں کتھا گوسوامی جی کرتے تھے جو ہمارے مندر کے پجاری بھی تھے اور برہمن ودیارتھیوں کو مندر میں سنسکرت بھی پڑھاتے تھے۔
میری عمر مشکل سے آٹھ دس سال ہوگی جبکہ میری سب سے بڑی خواہش یا اُمنگ یہ تھی کہ میں سادھو ہوں اور لوگوں کو دھرم کا پرچار کروں۔ مجھے کھیل کود سے نفرت تھی اور میں باقاعدہ شام کے وقت کتھا سنا کرتا تھا اور کتھا سننے سے مجھے خوشی و راحت ہوتی تھی۔ بُرے لڑکوں کی صحبت سے مجھے ایسا خوف معلوم ہوتا تھا جیسے انسان سانپ سے ڈرتا ہے۔
میری عمر قریب قریب اٹھارہ سال کی ہوگی جبکہ میں نے اپنے دل میں عہد کیا کہ میں کم از کم تیس سال سے پیشتر شادی نہیں کروں گا۔ میٹرکولیشن امتحان پاس کرنے کے بعد میں ڈی۔ اے۔ وی کالج میں داخل ہوگیا۔ کالج میں داخل ہونے پر بار بار مجھے یہی خیال آتا کہ ہزاروں آدمی بی۔ اے اور ایم۔ اے پاس ہیں۔ تم بھی کالج کے امتحان پاس کرکے ایک گریجویٹ بن جاؤ گے۔ کیا ایسا کرنے سے تم ملک کی کوئی نمایاں خدمت کر سکو گے۔ میں نے اپنا یہ خیال مہاتما ہنس راج جی سے جو ڈی۔ اے۔ وی کالج کے پرنسپل تھے ظاہر کیا اور خواہش کی کہ میرے لیے فقط سنسکرت پڑھنے کے لیے کالج میں انتظام کیا جائے۔ مہاتما جی نے مجھے سمجھایا کہ مجھے کیا کرنا

چاہیے۔ آخر انھوں نے میری خواہش کے مطابق پنڈت راجہ رام جی سنسکرت پرفیسر ڈی۔اے۔وی کالج کو حکم دیا کہ وہ مجھے جو کچھ میں پڑھنا چاہتا ہوں پڑھایا کریں۔ کچھ عرصہ بعد مجھے خیال آیا کہ محض سنسکرت ودیا کا مطالعہ کافی نہیں۔ اس ملک میں لاکھوں سنسکرت کے عالم ہیں اور میرے والد صاحب ہی پنجاب یونیورسٹی کا سنسکرت کا سب سے اعلیٰ امتحان پاس ہیں۔ مجھے کوئی ایسا کام سیکھنا چاہیے جس سے میں اپنی جاتی کی سیوا کر سکوں۔ چنانچہ کچھ عرصہ اسی جدوجہد میں گذر گیا......

ان ہی دنوں مجھے مہرشی شیوبرت لال جی کے سنگ وصحبت کا موقع ملا۔ ان سے معلوم ہوا کہ رادھاسوامی مت کے تیسرے آچاریہ مہاراج صاحب ادھیاتمک ودّیا (علم روحانیت) کے اُستاد کامل ہیں۔ میرے دل میں مہاراج صاحب جنب کے فیض صحبت کا شوق پیدا ہوا۔ ناظرین کو واقعی حیرانی ہوگی کہ بیس بائیس سال کی عمر کے لڑکے کو ان امور (مذہبی امور) سے کیوں ایسی دلچسپی ہو۔ اس کی وجہ ہم بیان کرتے ہیں۔

ابتدائی عمر سے ہمارے دل میں پرمارتھ کی اہمیت کا جذبہ موجود تھا۔ ہمیں دنیوی چند روزہ زندگی کے مقابلہ پر مارتھی جیون بدرجہا زیادہ اہم اور قیمتی معلوم ہوتا تھا۔ ہمیں اچھی طرح معلوم تھا یا ہمارے دل پر اس صداقت کا قوی و گہرا احساس تھا کہ پرماتما ہمارا پرم پتا ہے۔ وہ سرد سمرتھ اور سرو گنوں اور شکتیوں کا بھنڈار ہے اس کی رحمت سے مشکل سے مشکل مسائل اور سخت سے سخت امور بڑی آسانی سے طے پا جاتے ہیں۔ تقسیم بنگال کی ایجی ٹیشن اور برطانوی گورنمنٹ کے تشدد اور ظلم وستم کی پالیسی کا گہرا اثر ہمارے دل پر ہوا۔ مشرقی بنگال میں ہندوؤں پر ان ایام میں جس قسم کے وحشیانہ ظلم وستم کیے گئے وہ ہمیں ایسے معلوم ہوتے تھے کہ وہ ظلم و ستم ہماری گردن پر ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ پنجاب گورنمنٹ نے ایکٹ انتقال آراضی اور پنجاب کولونیسزیشن ایکٹ پاس کیے اور لوگوں نے ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی مگر گورنمنٹ نے ان کی شنوائی نہیں کی بلکہ انھیں کچل دیا۔ یہ سب

حالات تھے جس میں ہم نے اپنی جاتی کو بالکل بے بس اور بے کس محسوس کیا اور ہمیں کوئی راستہ دکھائی نہ دیتا تھا کہ ہم کس طرح برطانوی تشدد اور سختیوں سے اپنے آپ کو بچا سکیں۔ اس وقت بار بار ہمیں خیال آتا تھا کہ ہمیں کسی برہم درشٹی پرش سے ملنا چاہیئے جو ہمیں ایسا بے خطا اور درست راستہ دکھلائے جس پر چل کر ہم بدیشی غلامی کے جوے سے اپنے آپ کو آزاد کرا سکیں۔ چنانچہ ان خیالات کے زیر اثر ہم نے اپنا گھر ترک کر دیا تا کہ کسی برہم درشٹی پرش سے مل کر اپنے منورتھ کو پورا کرنے کا بھید معلوم کر سکیں۔ اس لئے ہم نے ارادہ کیا کہ ہم یوگ سادھن کر کے پرماتما کا ساکشات کریں تا کہ ہمیں صحیح اور درست راستہ معلوم ہو جائے۔ چنانچہ اس مقصد کو مدنظر رکھکر ہم ۱۹۰۶ء میں الہ آباد پہونچے جہاں ان ایام میں مہاراج صاحب تشریف رکھتے تھے اور ہم نے فیصلہ کیا کہ جب تک ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو جائیں الہ آباد سے واپس نہیں جائیں گے۔ چنانچہ چھ ماہ ہم الہ آباد رہے۔ پھر مہاراج صاحب کراچی تشریف لے گئے۔ ہم نے ان کے ساتھ کراچی جانے کی درخواست کی لیکن ہمیں اجازت نہیں ملی۔ ہم نے خیال کیا کہ مہاراج صاحب کی غیر حاضری میں الہ آباد رہنے کا کیا فائدہ اس لئے ہم واپس پنجاب چلے گئے۔

ان ایام میں مہرشی شیوبرت لال جی آریہ گزٹ جو آریہ پرتیندھی سبھا کا ہفتہ وار اخبار ہے ایڈیٹر تھے۔ مہرشی جی رخصت لے کر یو۔ پی چلے گئے۔ ان کی جگہ مہاتما ہنسراج جی نے ہمیں آریہ گزٹ کا آنریری ایڈیٹر مقرر کر دیا۔ ہم چند ماہ تک آریہ گزٹ کو ایڈٹ کرتے رہے۔ اس کے بعد کچھ عرصہ تک شریمتی چودھرانی سرلا دیوی جی کا ہندوستان اخبار ایڈٹ کیا۔ اس کے بعد اپنا اخبار انقلاب جاری کر دیا۔

پرماتما کا پریم اور خوف سروگنوں کا بھنڈار ہے

ہم اپنے بچوں۔ لڑکوں اور نوجوان دوستوں اور ہموطنوں کو جو سب سے قیمتی رتن یا خزانہ ورثہ میں دے سکتے ہیں یعنی جو انمول رتن ہمیں اپنے بزرگوں اور سادھ سنتوں کے چرنوں میں حاضری دینے سے پراپت ہوا ہے

وہ یہ ہے کہ انہیں اپنے دل میں پرماتما کا اگادھ اغاہ پریم پیدا کرنا چاہیئے اور انہیں ہر وقت مالک کے خوف سے ڈرنا چاہیئے تاکہ زندگی میں ان سے کوئی بُرا فعل نہ بن پڑے جس کے باعث ان کا دامن گناہ سے ناپاک ہو جائے۔ مالک کا خوف انسان کو اوّل درجہ کا نفس کش بنا دیتا ہے اور اس کی نفس پرستی چھوٹ جاتی ہے۔ مالک کا خوف انسان کو بدی۔ گناہ اور پاپ سے بچاتا ہے۔ مالک کا خوف اس کو بدکلامی زبان درازی۔ دشنام دہی سے روکتا ہے۔ مالک کا خوف اس کو ان افعال سے روکتا ہے جبکہ غصہ یا انتقام سے مغلوب ہو کر وہ وحشی اور درندہ بن جاتا ہے۔ مالک کا خوف انسان کو ایسے خیالات نہیں سوچنے دیتا جو ناپاک اپوتر ہیں کیونکہ سروانتریامی مالک انسان کے دل کے سبھی خیالات کو جانتا ہے اور انسان تنہائی اور علیحدگی میں کوئی بد یا بُرا فعل کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا کیونکہ پرماتما وہاں بھی موجود ہوتا ہے۔

جب انسان اپنے حاکم۔ استاد یا ماں باپ کی موجودگی میں بُرا فعل کرنا پسند نہیں کرتا پھر کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ انسان پرماتما کے روبرو جو تمام حاکموں کا اعلیٰ حاکم ہے اور سب سے بڑا اُستاد اور سب سے عظیم بزرگ ہے اسکے سامنے بُرا فعل یا بُری حرکت کر سکے۔

حضرت سلیمان کا قول ہے:-

"The fear of God is the beginning of wisdom".

یعنی دانشمندی کی ابتدا مالک کے خوف سے ہوتی ہے۔ جس انسان کے دل میں مالک کا خوف نہیں وہ چالاک۔ ہوشیار۔ تیز طرار ہو سکتا ہے مگر اس کی تمام چالاکی اور ہوشیاری اس کی تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہو گی اور حقیقی دانشمند وہی شخص ہے جو مالک کے خوف سے بدی۔ گناہ اور پاپ سے باز آتا ہے۔ اس لئے ہماری رائے ہے کہ مہاتما گاندھی جی ہندوؤں اور سکھوں کے سب سے بڑے دوست اور ہتکاری ہیں۔

خواہ ہندو اور سکھ ان کو اپنا دشمن ہی تصور کریں اور کانگریس کی تحریک اور کانگریس کی سرگرمیاں جو خوف خدا کے تحت کام کرتی ہیں۔ بہترین دانشمندی دور اندیشی اور تدبر پر مبنی ہیں اور ان میں ہندوؤں سکھوں اور مسلمانوں کا سب سے زیادہ فیض اور فائدہ ہے۔

جو شخص مالک سے ڈرتا ہے وہ جھوٹ۔ فریب۔ دھوکا دہی۔ مکاری اور ریاکاری کے کبھی نزدیک نہیں آئے گا۔ یہ شخص کبھی بداخلاقی۔ بدچلنی اور حرامکاری کا مرتکب نہیں ہوگا۔ یہ شخص کبھی دوسرے کا روپیہ پیسہ۔ لوٹ۔ کھسوٹ۔ دھوکا و فریب دہی سے حاصل نہیں کرے گا۔ ایسا شخص۔ چوری۔ مفت خوری اور بے ایمانی سے پرہیز کرے گا۔ یہ شخص چنے اور جو کی روٹی کھانا منظور کرے گا لیکن مکھن اور بالائی کو جو بے ایمانی سے حاصل ہوتی ہے کبھی منظور نہیں کرے گا۔

یہ شخص دوسروں کی ماں بہن کو اپنی ماں بہن تصور کر کے ان کی مناسب عزّت و تعظیم کرے گا۔ یہ شخص ہر کسی کو آرام پہونچائے گا اور کسی حالت میں انکو دکھ و تکلیف نہیں دیگا۔ ہندو اور مسلمان کا خیال ہی اس کے دل میں پیدا نہیں ہوتا۔ وہ سب کو مالک کے بچّے تصور کر کے سب سے پریم و محبت سے پیش آتا ہے اس لئے وہ تعصب اور ہٹ دھرمی سے بالاتر ہوتا ہے۔

ہم عرصہ گیارہ سال تک ڈاکوؤں۔ چوروں۔ ٹھگوں۔ گانٹھ کتروں قاتلوں زہر سے ہلاک کرنے والوں اور گھروں کو جلانے والے مجرموں میں رہے ہیں لیکن مالک کی رحمت اور پرماتما کے خوف سے ہم پر ان کا رتی بھر خراب اثر نہیں ہوا بلکہ یہ تمام لوگ ہمارے دوست اور ممبر بن گئے اور آخری وقت تک ان کے تعلقات ہمارے ساتھ نہایت میٹھے اور خوشگوار رہے۔

پرماتما کا پریم۔ اس کے چرنوں میں اٹل وشواس اور اس کی سچّی پریت اور پرتیت ایسی انمول وستو ہیں کہ جس کا وار پار نہیں۔ پرماتما کے پریم سے متاثر ہوکر انسان لاکھوں روپیہ اس آسانی سے خلاح عام بہبودی کے کاموں میں لگا دیتا ہے جیسے دنیادار ایک فقیر کو ایک پیسہ عطا کرتا ہے۔ پرماتما کا پریم انسان کو ایسا پوتر اور

نربل کر دیتا ہے کہ وہ بڑے سے بڑا کشٹ اٹھا کر دوسروں کی مدد اور سہائتا کرتا ہے۔ یہ ماتما کا پریم انسان کو ایسی قوت ارادی عطا کرتا ہے کہ وہ مالک کے بچوں کو سکھ و آرام پہونچانے کی خاطر خوشی سے پھانسی پر چڑھ جاتا ہے۔ دس پندرہ یا بیس سال تک اگر اسے جیل کی کوٹھریوں میں رہنا پڑے تو گذار دیتا ہے۔ الغرض پریم کے جذبہ کے تحت انسان فولاد سے زیادہ مضبوط۔ برف سے زیادہ شیتل اور کنول اور گلاب سے زیادہ سگندھت بن جاتا ہے۔

جیل کے افسران نے انتہا درجہ کے عذاب۔ سختیاں ہم پر نازل کیں کیونکہ ہم پہلے شخص تھے جنھوں نے جیل کی ہلاک کرنے والی مشقت سے انکار کر دیا تھا۔ اس قصور کے لئے جیل افسران نے وہ تمام سزائیں اور عذاب جو ان کے اختیارات میں تھے ہم پر نازل کئے لیکن ہماری جد و جہد کا یہ نتیجہ ہوا کہ پورٹ بلیر کے تمام سیاسی قیدیوں کی سخت مشقت منسوخ ہو گئی۔ جس شخص کے دل میں پرماتما کا پریم ہے وہ کسی عذاب سے جو اس پر توڑا جاتا ہے نہیں گھبراتا نہ اس سے خوف کھاتا ہے۔ اور ہم نے جیل سے جس قدر چٹھیاں اپنی والدہ صاحبہ کو تحریر کیں ان سب میں یہ لکھا کہ ہم جیل میں اسی قدر خوش و خرّم ہیں جس قدر گھر پر تھے چنانچہ دس سال گذارنے کے بعد جب ہم اپنے پتا جی کے پاس آئے۔ انھوں نے دریافت کیا کہ اب کیا کام کرنے کا ارادہ ہے۔ ہم نے جواب دیا وہی کام جو جیل جانے سے پیشتر کیا کرتے تھے یعنی اخبارات کا ایڈٹ کرنا اور عوام میں سچائی۔ راستی۔ حب الوطنی کے خیالات کا پرچار۔ اور آج تک یہی کام انجام دے رہے ہیں۔

ہم نے اوپر لکھا ہے کہ پرماتما کا پریم سرو گنوں کا بھنڈار ہے۔ پرماتما کے پریم اور پرماتما کے خوف سے عرب سی وحشی قوم سے حضرت محمدؐ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ اور صدہا نیک دل اور نفس کش مسلمان پیدا ہوئے جو اپنی راستبازی۔ خدا ترسی اور انصاف پسندی کے لئے

شہرۂ آفاق تھے۔

پرماتما کے پریم کے جذبہ سے متحرک ہو کر کبیر صاحب۔ نانک صاحب۔ چیتن مہا پربھو۔ سمرتھ رام داس۔ تکارام جی و دیگر سادھ سنتوں نے زمانہ وسطیٰ میں ہندوستان میں روحانیت کا سیلاب بہا دیا۔ یہ پرماتما کا پریم ہی تھا جس نے شری رام کرشن۔ سوامی دیانند۔ سوامی ویویکانند۔ سوامی رام تیرتھ و دیگر مہا پرشوں کو نوع انسان کی خدمت پر مامور کیا۔ اور یہ پرماتما کا پریم ہی ہے جو ان کے ہزارہا شردھالوؤں اور پیروؤں کو نوع انسان اور اپنے ہموطنوں کی سیوا کے کاموں میں لگایا ہوا ہے۔

پریم کا یہ انمول پدارتھ ہے جو معمولی انسان کو دیوتا یا فرشتہ بنا دیتا ہے اس لئے میرے ہموطنوں کو اپنے اندر اس پریم کو پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

ہمارا وطن اس وقت انقلاب کے دور میں ہے۔ ہمارے ہزاروں اور لاکھوں ہموطن سخت مصیبت کا شکار ہو گئے ہیں لیکن ہمارے کروڑوں ہموطن ایسے ہیں جو مالک کی رحمت سے زمانہ حال کے مصائب سے بچے ہوئے ہیں ان لوگوں کا فرض ہے کہ وہ مصیبت زدہ لوگوں کی جہاں تک ممکن ہو مدد اور دستگیری کریں۔ انھیں سمجھنا چاہیئے کہ ہم تمام مادرِ ہند کے بچے ہیں اور اپنے عزیز بھائیوں کی مدد اور سہائتا کرنا ہمارا فرض ہے۔ جو شخص جس شکل میں مظلوم بھائی کی مدد کر سکتا ہے اس کو اسی شکل میں اس کی مدد اور سہائتا کرنی چاہیئے۔ ریفیوجیوں اور شرنارتھیوں کو برا بھلا کہنا بہادری نہیں بلکہ سنگدلی کی علامت ہے۔ ان لوگوں سے نفرت اور نخوت سے پیش آنا غرور و تکبر کی علامت ہے جو کہ پرماتما کو ناپسند ہے۔ جس کو مالک نے روپیہ دیا ہے اسے ریفیوجیوں کی روپیہ سے امداد کرنی چاہیئے۔ جس کو مالک نے رسوخ دیا ہے اسے اپنے رسوخ سے انکی مدد کرنی چاہیئے۔ الغرض جو شخص جو خدمت سرانجام دے سکتا ہے اسے دل و جان سے اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی وہی سیوا اور خدمت کرنی چاہیئے۔

ایسا کرنا مالک کی دات بخششوں اور رحمتوں کا بہترین شکرانہ ہے اور جو کوئی مالک
کے نام پر دوسروں کو دیگا مالک اپنے اتھاہ خزانہ سے اس کو اور بھی دے گا اور
اس کا گھاٹا پورا کر دے گا۔

مہاپرشوں کے جیون سے سبق پاسکتا

ہم نے اوپر لکھا ہے کہ ہمیں اپنے ہردے میں پرماتما کا پریم پیدا
کرنا چاہیئے۔ پرماتما کے پریم سے پریرت ہو کر گورو تیغ بہادر جی نے دہلی میں سیس
دیا۔ یہ پرماتما کا پریم اور دھرم پریم تھا جس نے بھائی تارو سنگھ۔ بیگ سنگھ اور
منی سنگھ اور صدہا سکھوں کو دہلی اور پنجاب میں شہادت کا جام پینے کے لئے
تیار کیا۔ اسی طرح ہندو دھرم اور ہندو جاتی کی رکشا کرنے کے لئے چھترپتی سیوا
جی نے تلوار ہاتھ میں لی۔ اور جب تک پرماتما نے انھیں زندگی بخشی وہ دھرم یدھ
میں آخری دم تک لڑتے رہے۔ ان ہی خیالات اور جذبات سے متاثر ہو کر
مہارانا پرتاپ نے دھرم یدھ میں حصّہ لیا۔ انھوں نے کیا کیا تکالیف اور مصائب
کو برداشت کیا بیان نہیں ہو سکتا لیکن انھوں نے جس مردانگی سے اپنا دھرم
پورن کیا اس کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے۔

گورو گوبند سنگھ صاحب جنم سے سورما و سپاہی تھے۔ ان کا تیاگ۔ ان کی قربانی
ان کی عالی حوصلگی اور جرأت و شجاعت سبھی بے نظیر ہیں تاریخ میں ایسی نظیر
ڈھونڈنے سے نہیں ملے گی۔ وہ مسلمانوں کے دشمن نہ تھے بلکہ پاپ۔ ظلم و ستم کے
دشمن تھے۔ اگر وہ مسلمانوں کے دشمن ہوتے تو سید بدھو شاہ مع اپنے پیروؤں کے
ان کی مغلیہ سلطنت کے خلاف ان کی امداد نہ کرتے۔ ٹھیک اسی قسم کا وقت اب
اہل ہند پر گذر رہا ہے۔ ایک طرف مہاتما گاندھی جی ہیں جو عدم تشدد۔ تحمل۔
بردباری۔ صبر۔ شانتی سے مسلمانوں کے دلوں کو فتح کرنے کا ارادہ کئے ہوئے
ہیں دوسری طرف مسٹر جناح ہیں جو فوجی طاقت کے زور سے ہندوستان پر
قبضہ کرنا چاہتے ہیں اور اپنے اس مقصد کے حصول کے لئے اوّل ان کے

اشارہ اور ایما سے مغربی پنجاب میں ہندوؤں اور سکھوں کا قتل عام کیا گیا اور جو ہندو اور سکھ بچ گئے انھوں نے ہندوستان میں آکر سانس لیا۔ اس کے بعد مسلم لیگی گورنمنٹ نے صوبۂ سرحد کے ہندوؤں اور سکھوں کا خاتمہ کر دیا اور ان کا تمام مال و زر لوٹ لیا اب وہ یہی کام سندھ میں کر رہے ہیں۔ ہم نے سنا ہے کہ سندھ میں ۹۹ فی صدی ہندوؤں کی جائداد پر مسلم لیگیوں نے قبضہ کر لیا ہے اور ہزارہا ہندوؤں اور سکھوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ چنانچہ جو ہندو ریفوجی صوبہ سرحد سے مشرقی پنجاب آرہے تھے ان کو گجرات میں پٹھانوں نے قتل کر دیا۔ بیان کرتے ہیں کہ ان ریفیوجیوں کی تعداد صدہا یا ہزارہا انسانوں پر مشتمل تھی۔ یہ لیگی پروگرام ہے جس کو پاکستانی حکومت باقاعدہ پایۂ تکمیل تک پہونچا رہی ہے۔

مالک کی دیا سے ہی ہمارا زندہ رہنا ممکن ہے

پرماتما سرد سمرتھ ہے اگر وہ ہماری رکشا کرے تو ہم لیگیوں کے ظلم و ستم سے بچ سکتے ہیں ورنہ ہمارے بچاؤ اور تحفظ کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

ہم نے اوپر لکھا ہے کہ پرماتما کا پریم سروگنوں کا بھنڈار ہے۔ پرماتما کے پریم سے ہم بہادر۔ جاں نثار۔ جفاکش اور نفس کش بن سکتے ہیں۔ اور پرماتما کے پریم سے ہماری تمام نفسانی کمزوریاں دور ہو سکتی ہیں اور ہم دھرم یدھ میں پاپ اور بدی۔ ظلم و ستم کا قلع قمع کر سکتے ہیں۔

ہم نے پہلے بھی لکھا تھا اور اب بھی لکھتے ہیں کہ ہم ملک گیری یا زر و زمین کی خاطر کبھی کسی سے لڑائی جھگڑا نہیں کریں گے اور ہمیں کلیتہً امید ہے کہ گورنمنٹ ہند اس اصول پر چل رہی ہے اور اس اصول پر عمل کرتی رہے گی۔ ہم دوسروں پر کبھی حملہ نہیں کریں گے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر دوسرے لوگ ہم کو ہمارے وطن میں زندہ نہ رہنے دیں اور ہمارا قتل عام کریں۔ ہمارا مال و متاع لوٹ لیں۔ ہم کو ہماری آراضیات سے بیدخل کر کے ان پر اپنا قبضہ کر لیں ایسی صورت

میں ہم کو کیا کرنا ہوگا۔ کیا ایسی صورت میں ہمیں مہاتما گاندھی جی کا عدم تشدد اختیار کرنا ہوگا یا اپنی رکشا کے لئے کچھ کارروائی کرنی ہوگی۔ اس سوال کا نیچے جواب دیا جاتا ہے۔

کرشن بھگوان نے دشٹ دریودھن کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے ارجن کو اپدیش کیا تھا۔ اور اسی اصول کو نگاہ میں رکھتے ہوئے شری راجندر جی نے راکششوں کا قلع قمع کیا تھا۔ یہی اپدیش اس وقت ہم اپنے ہموطنوں کے سامنے پیش کرتے ہیں یعنی انھیں بہادر سورماؤں کی طرح دشٹوں اور پاپیوں کی بیخکنی کے لئے تیار ہو جانا چاہیئے کیونکہ انھوں نے اپنے گذشتہ عمل اور برتاؤ سے ثابت کر دیا ہے کہ وہ اس وقت تک ہمیں چین نہ لینے دیں گے جب تک ان کا ہندوستان پر قبضہ نہیں ہو جاتا۔ اور وہ اس مقصد کی کامیابی کے لئے ہر ذریعہ کو درست اور جائز تصور کرتے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے جو کچھ مشرقی بنگال۔ مغربی پنجاب۔ صوبہ سرحد۔ صوبہ سندھ میں کیا وہ ہمارے دعوی کا ثبوت ہے۔

ہمارے یہ دشمن ہم کو چین نہیں لینے دیں گے۔ ان کو نہ خوف خدا ہے نہ انھیں مہذب اقوام کی لعنت اور پھٹکار کا ڈر ہے کہ وہ خونریزی۔ لوٹ کھسوٹ۔ غارتگری اور قتل عام سے پرہیز کریں۔ اس لئے ہمارے لئے لازمی ہے۔ ہماری مراد تمام ہندوؤں۔ سکھوں اور مسلمانوں سے ہے جنھوں نے ہندوستان کو اپنا وطن بنایا ہے کہ وہ اپنے وطن کی آزادی اور ہندی قوم کے تحفظ کیلئے تیار ہو جائیں اور میدان میں نکل آئیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہر ایک ہندوستانی پرماتما کے پریم اور اپنے ہموطنوں کی محبت اور رکشا کی خاطر سپاہی اور سورما بن جائے اور جیسے گورو گوبند سنگھ صاحب نے دھرم کی بیدی پر اپنے پتا شری تیغ بہادر جی۔ اپنے آپ کو۔ اپنے پانچوں پیاروں کو اور اپنے چاروں بیٹوں کو قربان کر دیا تھا۔ ایسے ہی ہم اس مہاپرش کے نقش پا پر چلتے ہوئے ایسی عظیم قربانیوں کے لئے تیار ہو جائیں کیونکہ ہمارا دھرم۔ ہماری جاتی۔

اور ہمارا ملک بھاری خطرہ میں ہے۔ جیسے مہارانا پرتاپ نے تپسیا کی تھی اور وہ ساری عمر اپنے دشمنوں سے مخالف حالات میں لڑتے رہے تھے اسی طرح ہمیں اس دھرم یدھ میں جنگ کرنے کے لئے تپسیا کرنی چاہیئے۔ اسی طرح جیسے سیواجی نے اپنے دشمنوں کی سلطنت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا ہمیں بیگی ریشہ دوانیوں اور فتنہ پردازیوں کا قلع قمع کر دینا چاہیئے۔

اس مدعا کے حصول کے لئے ہمیں نہایت دُور اندیشی اور دانشمندی سے کام لینا ہوگا۔ انفرادی حیثیت سے کام کرنے سے یہ کام کبھی پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچے اس کام کو قانون سے قائم شدہ گورنمنٹ ہی سرانجام دے سکتی ہے۔ اس لئے ہم میں سے ہر ایک شہری کا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ ہم گورنمنٹ ہند کی جملہ سرگرمیوں خاص کر قانون اور ضابطہ کی پابندی میں سولہ آنہ تعاون کریں۔ اور جب ہماری گورنمنٹ دشمن سے لڑنے کے لئے ہماری امداد طلب کرے اس وقت ملک کے تمام نوجوانوں۔ تمام ان لوگوں کو جو بالواسطہ یا بلاواسطہ فوجی خدمات سرانجام دینے کے قابل ہیں میدان عمل میں آکر شجاعت اور بہادری کے جوہر دکھانے چاہئیں اور ایسی بہادری۔ مردانگی اور جرأت سے دشمن کا مقابلہ کرنا چاہیئے کہ اسے دوبارہ ہمارے وطن پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہو۔

اس لئے ہندوستان کے تمام نوجوانوں اور سورماؤں کو ابھی سے اپنی زندگی میں پریورتن (تبدیلی) کر دینا چاہیئے کہ وہ عیش پرستی۔ آرام طلبی سستی اور غفلت ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیں۔ وہ اپنے دل سے جنگ کا خوف و خطر قطعی دور کر دیں۔ وہ لڑنے اور مرنے کے لئے ہر وقت تیار اور آمادہ رہیں۔ سچے بہادر وہ ہیں جو اوّل اپنے نفس پر فتح حاصل کر لیتے ہیں یعنی جو لذّات نفسانی سے قطعی بالا ہو جاتے ہیں۔ اندریوں کے وشے بھوگ انھیں اپنی جانب کشش نہیں کر سکتے۔ وہ لذیذ کھانوں۔ خوبصورت کپڑوں۔ اور دوسرے عیش و آرام کے لوازموں کے غلام نہیں ہوتے بلکہ وہ بھیشم پتا ماکی طرح اندری جیت اور تپسوی ہوتے ہیں

سونا۔ چاندی اور مٹی ان کی نگاہ میں برابر ہوتے ہیں۔ وہ ہمیشہ دھرم۔ راستی اور راستبازی کو عزیز رکھتے ہیں اور اپنے فرائض کی ادائی سے کبھی غافل نہیں ہوتے۔ حواس خمسہ کی غلامی انسان کو تباہ کر دیتی ہے۔ عورت۔ شراب۔ زر کی غلامی انسان کی ہلاکت کا باعث ہوتے ہیں۔

Wealth, woman a wine. اور دیگر منشی اشیاء سے انھیں پرہیز کرنا چاہیئے۔ لیکن اس سے بھی ضروری بات یہ ہے کہ انھیں ضابطہ۔ قواعد۔ تربیت اطاعت اور فرمانبرداری کے اصول کی سختی سے پابندی کرنی چاہیئے۔ اور اپنے لیڈران اور افسران کے احکام کی دل و جان سے تعمیل کرنی چاہیئے۔ ہندو، سکھ مسلمان سب لوگ مادر وطن کے سپوت ہیں۔ اس لئے ہمیں سب سے محبت اور پریم رکھنا چاہیئے اور سب سے تحمل اور رواداری سے پیش آنا چاہیئے۔ ایسا کرنے سے ملک میں حقیقی امن اور شانتی ہو سکتی ہے۔

ہم نے جو کچھ مہاپرشوں کے چرنوں میں بیٹھنے۔ مہاپرشوں کی قدیم مذہبی کتابوں کے مطالعہ اور اپنی زندگی کے تجربات سے جس کو ہم نے عرصہ گیارہ سال تک جیل خانہ لاہور ڈسٹرکٹ جیل الہ آباد۔ سینٹرل جیل نینی۔ علی پور جیل (کلکتہ)۔ پریزیڈنسی جیل کلکتہ۔ کراچی اور انڈیمین جیل میں گذارا ہے سیکھا ہے اس کا لب لباب اوپر بیان کیا ہے اور یہی ہمارے پاس سب سے قیمتی شے ہے جو ہم بخوشی اپنے ہموطنوں کی خدمت میں پیش کرتے ہیں تاکہ وہ اس سے مستفیض ہو سکیں۔ ہم نے زندگی کے یہ سبق دُکھ و عذاب کی کوٹھریوں میں پڑھے ہیں اس لئے ہماری سکشا عملی تجربات پر مبنی ہے اور ہم نے حتی الامکان ان اصولوں پر عمل کیا ہے اور ہماری تمام عمر خوشی و شانتی سے بسر ہوئی ہے۔ جو بھائی ان ہدایتوں پر کاربند ہوں گے وہ یقیناً زندگی میں خوشی و شانتی کا لطف اٹھائینگے جیسا کہ ہم نے اٹھایا ہے۔

مطالبۂ حق

پاکستانی گورنمنٹ اور اس کی رعیت نے مغربی پنجاب. صوبۂ سرحد اور سندھ میں ہندوؤں کے قتلِ عام ۔ تباہی ۔ لوٹ مار اور بربادی کی جو کارروائی کی ہے وہ روزِ روشن کی طرح تمام اہلِ ہند کو معلوم ہے اور ہم اس کی تصدیق میں متعدد خدا دوست ۔ نیک ۔ ایماندار اور راستباز مسلمان لیڈران کی شہادت پیش کر سکتے ہیں ۔ ایک نہیں بلکہ لاکھوں ہندو اور سکھ ایسے ہیں جنھیں پاکستانی گورنمنٹ کی لوٹ مار اور تباہ کاریوں کے خلاف شکایت ہے یہ تمام لوگ متفقہ طور پر گورنمنٹ ہند کی خدمت میں اپنی عرضداشت پیش کرتے ہیں کہ گورنمنٹ وقت کا اولین فرض اپنی رعایا کی جان و مال کی حفاظت ہے ۔ گورنمنٹ کا اخلاقی فرض یا دھرم ہے کہ وہ اپنی رعایا کو قاتلوں ۔ ڈاکوؤں ۔ رہزنوں اور چوروں سے حفاظت کرے پاکستانی گورنمنٹ نے اب تک ہندوؤں اور سکھوں کے ساتھ ٹھیک وہی سلوک کیا جو قاتل ۔ ڈاکو ۔ راہزن اور چور اپنے مظلومین پر کرتے ہیں ۔ اگر گورنمنٹ وقت کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی رعایا کو قاتلوں ۔ ڈاکوؤں ۔ رہزنوں اور چوروں کے جبر استبداد ۔ قتل و لوٹ مار سے بچائے تو پاکستانی گورنمنٹ اور اس کی رعایا کی لوٹ مار سے ہندوؤں کو پناہ دینا گورنمنٹ ہند کا ویسا ہی فرض تھا ۔

یہ مسلمہ صداقت ہے کہ پاکستانی گورنمنٹ اور اس کی رعایا نے مغربی پنجاب صوبۂ سرحد اور سندھ میں اربوں روپیہ کی ہندوؤں کی منقولہ اور غیر منقولہ جائداد کو غصب کر لیا ہے اور ہندوؤں کو ان صوبوں سے مار مار کر نکال دیا ہے ۔ اس تمام جان و مال کی تباہی کا کون مجرم اور ذمہ دار ہے ۔ اس کا جواب بالکل صاف ہے پاکستانی گورنمنٹ ۔ اور گورنمنٹ ہند کو اس کا پورا علم ہے اس لئے گورنمنٹ

ہند کا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی رعیت کے جان و مال کے نقصان کی تلافی
کا مطالبہ پاکستانی گورنمنٹ سے کرے اور پاکستان گورنمنٹ کو مجبور کیا جائے
کہ وہ اس تمام نقصان کی "تلافی کرے۔ اگر پاکستانی گورنمنٹ گورنمنٹ ہند
کے اس مبنی بر حق مطالبہ کو منظور کرنے سے پس و پیش کرے تو پاکستانی
گورنمنٹ کے خلاف وہ تمام کارروائی عمل میں لائی جائے جو مہذب اقوام
ان حالات میں اپنے مطالبات کی تکمیل کے سلسلہ میں لاتی ہیں۔ گورنمنٹ
ہند کے لئے واجب تھا کہ وہ اس اہم معاملہ کو دنیا کی متحدہ اقوام کی کونسل
یا اسمبلی میں پیش کرتی۔ لیکن یہاں معاملہ ہی دگر گوں ہے۔ پاکستانی گورنمنٹ
کے وزیر خارجہ نے گورنمنٹ ہند کے خلاف اپنے الزامات کا دفتر یو۔ این۔ او
کے سامنے کھول دیا ہے۔ گویا تمام قصور اور جرم گورنمنٹ ہند کا ہے اور
پاکستانی حکومت بالکل معصوم اور بے گناہ ہے۔ اس میں وہ ضرب المثل
صادق آتی ہے "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے"۔ یا "چور اُچکا چودھری
اور لنڈی رن پر دھان"۔

گورنمنٹ ہند کے لئے لازم تھا کہ وہ پاکستانی حکومت کا اعمال نامہ
تمام دنیا کی مہذب اقوام کے سامنے فاش کر دیتی تا کہ دنیا کے لوگوں کو معلوم
ہو جاتا کہ پاکستانی حکومت ہندوستان کے ہندوؤں پر کیا کیا مظالم توڑ رہی
ہے لیکن گورنمنٹ ہند کی رواداری اور بردباری اور اس کی حد سے
زیادہ امن پسندی اور ایثار نفسی کے باعث کروڑوں ہندو اور سکھ اپنے
جگر کا خون پی پی کر دم توڑ رہے ہیں۔ آج صبح جب ہم سیر کے لئے گھر سے
نکلے۔ سڑک پر ایک پردیسی بھائی ملے۔ آپ نے ہم سے دریافت کیا۔

"بھائی صاحب! کب تک ہم اس مصیبت اور دکھ کی حالت میں
رہیں گے۔ ہماری زندگی کی تکلیفوں کا پیالہ لبریز ہو چکا ہے۔ کیا ہم کبھی اپنے
وطن میں واپس بھی جائیں گے یا اسی ملک میں دکھ و عذاب سہتے ہوئے

مر جائیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم جوار اور باجرہ کھاتے ہیں۔ زمین پر سوتے ہیں۔ ایک پیسہ کی آمدنی نہیں۔ کب تک اس حالت میں زندہ رہ سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہماری پندرہ ہزار روپیہ سالانہ زمینداری کی آمدنی تھی۔ ہماری بزازی کی دوکان تھی جس سے صدہا روپیہ ماہوار ہم کماتے تھے۔ میرے چچا صاحب کو مسلمانوں نے ہلاک کر دیا اور ہم وہاں سے بھاگ کر دیال باغ میں پناہ لے رہے ہیں۔ آپ ہمارے وسیع مکانات خود اپنی آنکھوں سے دیکھ آئے ہیں۔ اور آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ ہم کس آرام و راحت کی زندگی بسر کرتے تھے.......''

چند سال ہوئے سرصاحب جی مہاراج نے ہمیں ست سنگ کے کام کے لئے پنجاب، صوبہ سرحد، ملتان، ڈیرہ غازی خاں وغیرہ مقامات میں بھیجا تھا۔ ہم اس وقت ممعوری ڈیرہ غازی خاں میں بھی گئے تھے۔ یہ بھائی ممعوری کے باشندہ ہیں۔ مالک کی دیا سے وہاں انھیں دنیا کی تمام نعمتیں میسر تھیں اور وہ بڑے آرام و راحت سے زندگی بسر کرتے تھے۔ لیکن ان کی موجودہ زندگی کس قدر تکلیف دہ و پریشان کن ہے اس کا صحیح اندازہ وہی لگا سکتے ہیں۔

یہ ایک بھائی کی حالت نہیں۔ ان کے علاوہ لاکھوں ہندو سکھ مغربی پنجاب، سندھ اور صوبہ سرحد کے ہیں جن کی حالت ان سے بھی زیادہ پریشان کن ہے یعنی جنھوں نے مغربی پنجاب سے بھاگ کر امرتسر وغیرہ مقامات میں پناہ لی اور اب امرتسر سے ہمارے پاس چٹھیاں آئی ہیں۔ کیا آگرہ میں ان کے لئے کوئی انتظام رہائش کا ممکن ہے۔ ان کی چٹھیوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا پاکستانی گورنمنٹ یا پاکستانی رعایا یا سرحدی قبائل مشرقی پنجاب پر حملہ کرکے مشرقی پنجاب کو تباہ و برباد کر دیں گے جیسا کہ اس سے قبل انھوں نے مغربی پنجاب، صوبۂ سرحد، سندھ، ریاست جموں اور کشمیر کے ہندوؤں کو

تباہ کر دیا تھا۔ اس لئے مشرقی پنجاب کے ہندو سرحدی اضلاع چھوڑ کر یو۔ پی یا دہلی صوبہ کی جانب روانہ ہو رہے ہیں۔ ہماری رائے میں مشرقی پنجاب گورنمنٹ و گورنمنٹ ہند کے اوپر ہندوؤں اور سکھوں کی اس کارروائی سے حرف آتا ہے یعنی وہ گورنمنٹ ہند کو اس قابل نہیں سمجھتے کہ وہ ان کی پوری پوری حفاظت کر سکے ہندوستانی گورنمنٹ کے مالی ذرائع پاکستانی گورنمنٹ کے ذرائع سے پانچ گنا زیادہ ہیں۔ ہندوستان کی پاکستان کے مقابلہ قریباً پانچ گنا زیادہ آبادی ہے ہندوستان میں گورکھا، سکھ۔ ہندو۔ جاٹ۔ راجپوت۔ ڈوگرہ۔ مرہٹہ وغیرہ جنگجو اقوام آباد ہیں جنھوں نے عالمگیر جنگ میں وہ کارہائے نمایاں کئے کہ ہٹلر اور اس کے فوجی جرنیلوں کو ان کی بہادری کا لوہا ماننا پڑا۔ لیکن ان تمام بہادر سپاہیوں کے ہوتے ہوئے گورنمنٹ ہند مغربی پنجاب۔ سندھ و صوبہ سرحد میں ہندوؤں کی حفاظت کا خاطر خواہ انتظام نہ کر سکی اور جب ریاست جموں وکشمیر ہندوستان میں شامل ہو گئی گورنمنٹ کا فرض تھا کہ ریاست کے باشندوں کی جان و مال کی حفاظت کا ایسا خاطر خواہ و اعلیٰ انتظام کرتی اور حملہ آوروں کی بیخکنی اور گوشمالی اس مکمل طریق پر کی جاتی کہ تمام مشرقی پنجاب کی حدود پر رہنے والے ہندوؤں اور سکھوں کو اطمینان اور شانتی کا سانس نصیب ہوتا اور وہ بے خوف اور بے کھٹکے سرحد پر رہ سکتے اور کسی دشمن کو ان کی جانب نظر اٹھا کر دیکھنے کی ہمت نہ ہوتی۔ مگر گورنمنٹ ہند اس قدر بہادر فوج، اسقدر جنگی اسلحہ اور اس قدر مالی ذرائع پر قادر ہوتی ہوئی ملک کی حفاظت کا خاطر خواہ انتظام نہ کر سکی اور اب امرتسر۔ فیروز پور۔ گورداسپور۔ جالندھر اور لدھیانہ اضلاع کے ہندو اور سکھ دہلی اور یو۔ پی کی طرف بھاگے ہوئے چلے آ رہے ہیں۔ یہ کیوں؟ کیونکہ وہ گورنمنٹ ہند کو اس قدر قوی اور مضبوط تصور نہیں کرتے کہ وہ ان کی جان و مال کو پاکستانی گورنمنٹ کے حملوں سے بچا سکے گی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں پشاور۔ بنوں۔ کوہاٹ۔ ملتان میں ہندو اور سکھ

بے کھٹکے رہتے تھے۔ کابل کے بچے آج تک ہری سنگھ نلوہ کے خوف سے لرزتے ہیں۔ گورنمنٹ کو اس قدر مضبوط اور مستحکم ہونا چاہیئے جس سے امن پسند لوگ امن وامان سے زندگی بسر کر سکیں اور بدمعاشوں، مفسدوں، رہزنوں ڈاکوؤں اور چوروں کو امن شکنی اور شرارت کرنے کی ہمت اور جرأت نہو سکے۔

اس مضمون کا لب لباب یہ ہے۔ چونکہ گورنمنٹ ہند ہندستان کی تقسیم کی ذمہ دار ہے۔ ہندو اور سکھ اس تقسیم کے خلاف تھے۔ اس لئے اس تقسیم سے جو نقصان ہندوؤں اور سکھوں کو ہوا ہے اس کی ذمہ دار گورنمنٹ ہند ہے گورنمنٹ ہند کو لازم ہے کہ وہ اپنی رعیت کے نقصان کی تلافی ۔۔ کا مطالبہ پاکستانی گورنمنٹ سے کرے۔ اگر پاکستانی حکومت اس مطالبہ کو پورا کرنے اور ادا کرنے سے انکار کرے تو یہ معاملہ یو۔ این۔ او میں پیش کیا جائے یا پاکستانی گورنمنٹ کو مجبور کیا جائے کہ وہ جس طرح ممکن ہو اس نقصان کی تلافی کرے اگر پاکستانی گورنمنٹ دیوالیہ ہونے کا بہانہ کرے تو دریائے چناب کی حد تک پاکستانی علاقہ رہن رکھ کر ان ہندوؤں اور سکھوں کے حوالہ کیا جائے جن کی جائدادوں کو پاکستانی حکومت اور رعیت نے غصب کر لیا ہے۔ یہ انصاف ہے ڈاکو اور رہزن کی لوٹ کھسوٹ کا نوٹس نہ لینا اور اس کو اس کی بدکرداری کی قرار واقعی سزا نہ دینا ایسی بے انصافی ہے جس سے ڈاکوؤں کو مزید شرارت کرنے کا حوصلہ ہوتا ہے اور جس سے بے گناہ اور معصوم لوگ مارے جاتے ہیں۔ ان مظلومین کے دل میں گورنمنٹ وقت کے متعلق جو جذبات پیدا ہوتے ہیں اس کا قدرے اندازہ ان ریفوجیوں کے طرز عمل سے معلوم ہو جاتا ہے جو کہ انھوں نے دہلی میں دکھلایا ہے اس لئے ہم بڑے ادب سے گورنمنٹ ہند کی خدمت میں التجا کریں گے کہ وہ ان ریفیوجیوں کی حقیقی معنی میں دستگیری کرے۔ وہ ان کے ساتھ انصاف کرے وہ ان کی حق تلفی ہرگز نہ ہونے دے۔ وہ پاکستان گورنمنٹ کو مجبور کرے کہ جو مالِ غنیمت اس نے نگل لیا ہے اُسے قے کرے۔

گورنمنٹ ہند اور گورنمنٹ پاکستان میں شرکتِ عمل کی ضرورت

ہندو عام طور پر گوشت خور نہیں ہیں۔ وہ "اہنسا پرمو دھرما یعنی عدم تشدد پرم دھرم کے اصول" میں اعتقاد رکھتے ہیں۔ وہ ایک کیڑے پر پاؤں رکھنا بھی پاپ خیال کرتے ہیں۔ وہ سانپ، بچھو اور کھٹمل تک کو مارنا پسند نہیں کرتے دنیا میں شاید ہی ہندوؤں سے بڑھکر کوئی قوم امن پسند اور صلح کل ہوگی۔ اگر آپ گذشتہ ڈیڑھ سو سال کی تواریخ ہند کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ اس قدر عرصۂ دراز میں شاذو نادر ہی کسی ہندو نے کسی انگریز مرد یا عورت پر قاتلانہ حملہ کیا ہوگا۔ اگر آپ جیل خانوں میں جائیں تو وہاں بھی کل مجرموں کی مجموعی تعداد اور ان کے جرائم کے ریکارڈ کا مطالعہ کرلے کے بعد ہمارے الفاظ کی صداقت معلوم ہو جائے گی۔

گورنمنٹ ہند کی کیبنٹ یا وزارت کی جس میں کثرت ہندو وزرا کی ہے۔ ذہنیت بھی ہندو عوام الناس کی سی ہے یعنی وہ دوسروں کے خلاف ہر قسم کی جارحانہ سرگرمیوں اور کارروائیوں سے نافر ہیں۔ بس اتنا ہی نہیں بلکہ نہرو کابینہ کے متعلق جو الفاظ لارڈ ماونٹ بیٹن اور مسٹر نول بیکر نے انگلستان میں تقریر کرتے ہوئے فرمائے کہ نہرو وزارت کی انصاف و حق پسندی، میانہ روی اور بردباری کے خلاف کوئی ایماندار اور حق پسند شخص منہ کھولنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ لیکن سر ظفر اللہ خاں کا یو۔ این۔ او کے اجلاس میں پانچ گھنٹہ ۲۵ منٹ تک گورنمنٹ ہند کے خلاف زہر اگلنا اور دنیا کی اقوام کے سامنے گورنمنٹ ہند

کو بدنام اور رسوا کرنے کی کوشش کرنا ایسا فعل ہے جس کی جس قدر مذمت کی جائے کم ہے اس سے پاکستانی گورنمنٹ جس کے وہ وزیر خارجہ ہیں ذہنیت و نیت بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے۔ سر ظفر اللہ خاں ایک لائق بیرسٹر ہیں اور انھوں نے یو۔ این۔ او میں تقریر کرتے ہوئے ایک وکیل کا پارٹ ادا کیا۔ وکیل کا نقطۂ نگاہ اپنے ملزم کی صفائی اور بچاؤ ہوتا ہے۔ اگر ملزم نے سو قتل بھی کیے ہوں تو وکیل اس کو قانون کے پنجہ سے چھڑانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتا ہے۔ چنانچہ سر ظفر اللہ نے یہی کام پاکستانی گورنمنٹ کی صفائی کا بیان دیتے ہوئے کیا ہے۔ یعنی انھوں نے جو تقریر مجلس اقوام کے سامنے کی وہ آدھی سچی تھی۔ انھوں نے بالکل سچ کہا کہ مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا لیکن ان کو یہ جرأت اور حوصلہ نہ ہوا کہ وہ دنیا کی اقوام کی مجلس میں خدا کو حاضر ناظر جان کر کہتے کہ اول مسلمانوں نے کلکتہ و مشرقی بنگال میں معصوم و بے گناہ ہندوؤں کا قتل عام کیا تھا۔ انھوں نے خداوند تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر اس حقیقت کا اقبال نہیں کیا کہ اول تمام مغربی پنجاب میں مسلمانوں نے ہندوؤں کا قتل عام کیا اور ان کو بندوق۔ بھالہ۔ تلوار کے زور سے پنجاب چھوڑ جانے کے لئے مجبور کیا اور ان کی آراضیات۔ ان کے مکانات۔ دوکانات اور بنگلوں پر قبضہ کر لیا اور ان کا مال و زر چھین لیا اور بعد میں ہندوؤں نے اس کا انتقام لیا۔ ہندوستان ٹائمز میں لکھا ہے کہ ان کی تقریر کا مجلس اقوام پر اچھا اثر نہیں ہوا۔ اچھا اثر اس صورت میں ممکن ہے جب وکیل کا بیان راستی۔ حق پسندی اور انصاف پر مبنی ہو۔ لیکن جب وکیل خونی ملزم کو اپنی دلیل۔ جرح اور بحث کے زور سے چھڑانے کی کوشش کرتا ہے جج اور جیوری پر کیسے اس کا اچھا اثر ہو سکتا ہے۔ اگر گوپال سوامی صاحب۔ ڈاکٹر سید محمود۔ ڈاکٹر سیف الدین کچلو۔ میاں افتخار الدین صاحب صدر مسلم لیگ پنجاب۔ سید عطا اللہ شاہ بخاری وغیرہ اصحاب جو مسلمانوں کے حقیقی اور سچے دوست اور خیر خواہ ہیں بین الاقوامی عدالت کے روبرو بلا کر دریافت کرتے ۔ کیا مسلمانوں نے ہندوستان کے صوبوں میں قتل عام

اور تباہی اور غارتگری کی پہل کی یا ہندوؤں اور سکھوں نے۔ تو ان خدا پرست اور راستباز صاحبان کی گواہی سے دنیا کے لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ کون فریق حق پر ہے اور کون فریق مگرمچھ کے سے آنسو بہا کر دنیا کی اقوام کی ہمدردی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ مرزا بشیر الدین احمد صاحب خلیفہ احمدیہ جماعت قادیان سے بزرگ اور نیک آدمی بہ خوشی اس صداقت کا اقبال مجلس اقوام کے سامنے کرتے کہ شرارت اور فتنہ و فساد کی تحریک کی ابتدا مسلم لیگ کی جانب سے ہوئی ہے جس کا بعدہٗ ہندوؤں اور سکھوں نے انتقام لیا۔

بہادر انسان وہ ہے اور وہی خدا کا سچا عابد اور پجاری ہے جو سچی اور حق کی بات لاکھوں آدمیوں کے سامنے بلا رو رعایت کہہ دے۔ خواہ اس کے اس عمل سے اس کو۔ اس کے لواحقین اور اس کی قوم کو نقصان ہی پہونچے۔ یہ وصف نہ مسٹر جناح میں ہے اور نہ پاکستانی گورمنٹ کے دیگر وزرا میں۔ اپنا قصور مان لینا سچی بہادری ہے اور اس قصور کی تلافی کر دینا اس سے بھی زیادہ بہادری ہے۔ یہ فعل خدا کو مقبول اور پسندیدہ ہے۔ مگر خدا کی کون پروا کرتا ہے۔

دوسرا امر جس کی جانب ہم اپنے ناظرین کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں وہ مولانا ابوالکلام آزاد کی وہ تقریر ہے جو آپ نے جامع مسجد دہلی کے نزد تیس ہزار آدمیوں کے جلسہ میں کی ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ مہاتما گاندھی اپنا برت توڑنے کے لئے تیار ہیں بشرطیکہ دہلی کے ہندو اور سکھ مندرجۂ ذیل شرائط پوری کر دیں۔ وہ شرائط حسب ذیل ہیں:۔

(۱) خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مقبرہ پر مسلمانوں کو مذہبی مراسم ادا کرنے و عرس منانے میں پوری آزادی ہو۔ جس کی تاریخ اب قریب ہی ہے۔

(۲) شہر میں غیر مسلم تمام مساجد خالی کر دیں جہاں پر انھوں نے اپنی رہائش بنالی ہے یا جہاں پر انھوں نے اپنے مندر بنالئے ہیں۔

(۳) مسلمانوں کو شہر کے اس حصہ میں آمد و رفت کی اجازت ہو جہاں وہ فسادات

سے پیشتر سکونت رکھتے تھے۔

(۴) ریلوں میں سفر کرتے وقت مسلمان محفوظ رہیں۔

(۵) مسلمانوں کا اقتصادی بائیکاٹ نہ کیا جائے۔

(۶) مسلمانوں کو پوری آزادی ہو کہ وہ غیر مسلمانوں کو وہاں رہنے دیں جہاں وہ خود رہتے ہیں۔

(۷) دہلی کے مہاجرین اگر دہلی واپس آنا چاہیں تو انہیں واپس آنیکی پوری آزادی ہو۔

صلحنامہ پر دستخط دہلی کے دو لاکھ سے زائد شہریوں نے اس صلحنامہ پر دستخط کر دیئے ہیں جس میں درج ہے کہ وہ دہلی میں فرقہ دارانہ اتحاد اور مصالحت کو ترقی دینے میں پوری کوشش کریں گے۔ اس صلحنامہ کا مضمون حسب ذیل ہے :-

"ہم دہلی کے ہندو سکھ. عیسائی اور دوسرے شہری سچے دل سے حلف اٹھاتے ہیں کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو دہلی میں بود و باش کرنے کا ویسا ہی حق ہوگا جیسا ہندوستان کے دوسرے شہریوں کا ہے۔ وہ امن و امان اور شانتی سے یہاں پر زندگی گذار سکیں گے۔ اس لئے ہم انفرادی اور اجتماعی حیثیت سے اقرار کرتے ہیں کہ ہم فرقہ دارانہ اتحاد کو ترقی دینے اور امن قائم رکھنے میں سچے دل سے کوشاں ہوں گے کہ ہم ہندوستان کی بہبودی. بہتری اور آزادی کے تحفظ کی خاطر ایک دوسرے سے شرکت عمل کریں گے۔"

مذکورہ بالا شرائط ایسی ہیں جن کو منظور کرنے کے لئے کسی شہری کو ایک منٹ کے لئے تساہل نہیں کرنا چاہیئے۔ نیز صلحنامہ کی شرائط بھی ایسی ہیں جن پر کاربند ہونے سے تمام ہندوستان اور تمام ہندوستانیوں کا فائدہ ہے۔ مہاتما جی کی برت کی تپسیا یا دوسروں کی بھلائی کی خاطر اپنی زندگی کو عذاب و خطرہ میں ڈالنے کا فعل کوئی مرد خدا ہی کر سکتا ہے۔ اگر مسلمانوں اور ہندوؤں کی کشیدگی جس قدر ہو چکی ہے

اسی قدر رہے اور آگے نہ بڑھے تو مہاتما جی کا برت ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کیلئے
کلیان کاری ثابت ہو گا لیکن اگر مسلم لیگ یا پاکستانی گورنمنٹ نے اپنی سیاسی
سرگرمیوں اور پولیٹیکل پروگرام کی تکمیل میں مغربی پنجاب اور جموں وکشمیر کے بعد
مشرقی پنجاب میں اپنے قتل عام کا سلسلہ جاری کر دیا جیسا کہ فیروزپور۔ امرتسر اور
جالندھر و لدھیانہ کے ضلعوں میں دہشت پھیل رہی ہے اور اگر لیگی مسلمانوں یا پٹھانوں
نے ہندوؤں اور سکھوں کا قتل عام جیسا کہ انھوں نے صوبہ سرحد۔ سندھ۔ مغربی پنجاب
ریاست جموں وکشمیر میں کیا ہے شروع کر دیا اس کا نتیجہ ہندوستان کے مسلمانوں
کے حق میں اچھا نہیں ہو گا۔ اس وقت مہاتما جی اور نہرو گورنمنٹ کا ان کی مدد کرنا مشکل
ہو جائے گا جیسا کہ بہار اور مشرقی پنجاب کے گذشتہ واقعات سے ثابت ہوتا ہے۔
یہ ہندوؤں اور مسلمانوں کی سخت بدقسمتی ہے کہ پاکستانی گورنمنٹ نے ہندوؤں اور
سکھوں کی تباہی اور غارتگری پر کمر باندھ لی ہے۔ عام ہندو اور سکھ مہاتما گاندھی
اور نہرو سے فرشتہ نہیں ہو سکتے جو صبر اور شانتی سے اپنے گلے پر چھری چلانا منظور
کر لیں بلکہ وہ تنگ و مجبور ہو کر جنگ کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے اور جنگ کے بعد
ہندوستان میں مسلمانوں کا وہی حشر ہو گا جو مغربی پنجاب کے ہندوؤں کا ہوا ہے
اس آفت کو دور کرنے کا صحیح راستہ یہ ہے کہ خدا پرست مسلمان پاکستانی حکومت
پر مورچہ لگائیں کہ وہ کشت و خون و جنگ و جدل کا پروگرام ترک کر دے جیسا کہ
مہاتما جی نے دہلی میں کہا ہے۔

ترازو کے دو پلڑے

آپ نے ترازو دیکھا ہو گا اس کی ڈنڈی کو ہموار رکھنے
کے لئے لازمی ہے کہ دونوں پلڑوں پر برابر وزن
رکھا جائے۔ اگر کوئی ایسا شخص ہے جو ڈنڈی کا توازن رکھنے کے لئے دونوں پلڑوں
میں وزن برابر نہیں رکھتا تو ترازو کبھی سیدھا نہیں رہے گا۔ ترازو عدل کا نشان ہے
جہاں انصاف و عدل ہے وہاں رعیت کے لوگ امن و امان سے رہتے ہیں ہنود
اور مسلمانوں میں دائمی امن و امان قائم کرنے کے لئے یہ اصول لازمی ہے مسلم لیگیوں

نے مغربی پنجاب میں اتیا چار کیا۔ مغربی پنجاب کے لوگ جب مشرقی پنجاب میں آئے انھوں نے اوران کے بھائی ہندوؤں نے اس کا بدلہ لیا یعنی اول مسلمانوں نے مغربی پنجاب میں ہندوؤں کو تباہ کیا پھر ہندوؤں اور سکھوں نے مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کو۔ امید کی جاتی ہے کہ مہاتماجی کے برت سے ہندوستان میں دوبارہ شانتی قائم ہو جائے گی اور مسلمانوں کو ہندوستان میں بے خوف وخطر رہنے کا موقع مل جائیگا اور وہ ایسے ہی امن وامان سے زندگی گذار سکیں گے جیسا کہ اس سے پہلے گذارتے تھے۔

لیکن مستقل وحقیقی شانتی۔ امن وامان اس وقت تک ممکن دکھائی نہیں دیتا جب تک مغربی پنجاب کے جلاوطن باشندوں کو دوبارہ اپنے گھروں میں واپس جانے اور ان کو اپنے مکانات۔ دوکانات اور آراضیات حاصل کرنے کا موقع نہیں ملتا اور اسی طرح مشرقی پنجاب اور دہلی وغیرہ شہروں کے باشندوں کو اپنے وطن میں دوبارہ سکونت اختیار کرنے اور اپنی جائداد پر دوبارہ قابض نہیں کرایا جاتا۔ یہ کام ہے جو دونوں گورنمنٹوں کے اتحاد اور شرکت عمل سے پایۂ تکمیل کو پہونچ سکتا ہے اس کے لئے ہندوؤں اور مسلمانوں کو اچھی طرح اپنے دلوں کو صاف وپاک کرنے کی ضرورت ہے اور یہ کام دونوں گورنمنٹوں کے باہمی تعاون اور شرکت عمل سے طے ہو سکتا ہے۔

سر ظفر اللہ خاں نے یو۔ این۔ او میں گورنمنٹ ہند پر الزام لگایا ہے کہ وہ پاکستان گورنمنٹ کو معاہدہ شدہ ۵۵ کروڑ روپیہ دینے سے پس وپیش کر رہی ہے۔ سر ظفر اللہ خاں نے یہ بھی شکایت کی ہے کہ اُن کا گھر لُوٹ لیا گیا ہے لیکن آپ نے یہ نہیں بتایا کہ مغربی پنجاب میں قریبا ایک ارب روپیہ کی ہندوؤں کی جائداد۔ نقدی اور زیورات کو پاکستانی گورنمنٹ نے غصب کر لیا ہے۔ ہندو اور سکھ اب یہ رقم کس سے وصول کریں۔ ہندوستان کی گورنمنٹ سے یا پاکستان کی گورنمنٹ سے اور جن لوگوں کا اس قدر عظیم نقصان ہوا ہے کہ انھیں فقیر اور گداگر بنا کر ان کے وطن سے جلاوطن کیا گیا ہو

ان کے دلوں میں دُکھ۔ رنج۔ غصّہ اور انتقام کے جذبہ کا ہونا قدرتی امر ہے۔
شکر ہے کہ مہاتما جی کے برت سے دہلی کے ہندوؤں اور سکھوں نے حلف اٹھایا
ہے کہ اب وہ دہلی میں مسلمانوں سے برادرانہ سلوک کریں گے اور ان کے شہری
حقوق میں قطعی مزاحمت نہ کریں گے۔

لیکن اس قسم کا حلف اور معاہدہ ایسا ہے کہ جیسے ترازو کے ایک پلڑے میں
بٹّے ڈالے جائیں اور ترازو سے یہ اُمید رکھیں کہ دونوں پلڑے متوازی رہیں۔ ایسا
نہیں ہو سکتا۔ چاہیئے تو یہ تھا اور انصاف یہی کہتا ہے کہ مسلمانوں میں چند برگزیدہ
ہستیاں اور مردان خدا پیدا ہوں جو مسلمانوں کو پاکستان میں جس طرح بھی مجبور
کر سکتے ہوں مجبور کریں کہ وہ ہندوؤں کے ساتھ پاکستان کی زمین میں ایسا سلوک
کریں جیسا ہندو ہندوستان میں مسلمانوں سے کر رہے ہیں یا جیسا کہ اہلِ دہلی
نے حلف اٹھا کر وعدہ کیا ہے۔ اگر ایسی صورت چند مردان خدا کی قربانی نفس
کشی اور ریاضت سے پیدا ہو جائے تو ہندوستان اور پاکستان کا بیڑا پار ہو
جائے گا اور دونوں ممالک خوشی خوشی ایک دوسرے سے محبت اور پریم کے
شیرازہ میں منسلک ہو جائیں گے۔

اگر اس طریق عمل پر دونوں گورنمنٹیں رضامند نہ ہوں تو اس گتھی کو سلجھانے
کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ دونوں گورنمنٹیں اپنی اپنی رعیت کی جائداد کی قیمتوں
کا تخمینہ لگا لیں اور جس قدر قیمت کی جائداد مہاجرین اور شرنارتھیوں کی ہندوستان
اور پاکستان میں رہ گئی ہے اس کی قیمت ہر ایک گورنمنٹ دوسری گورنمنٹ
سے مہاجرین اور شرنارتھیوں کو وصول کر کے ادا کرے۔ ان کی اس کارروائی
سے مہاجرین اور شرنارتھیوں کی مصیبت اور دُکھ میں بہت کچھ افاقہ ہو گا اور
دونوں کے انتقامی جذبات میں بہت کچھ تخفیف اور کمی ہو جائے گی۔

لیکن اگر ہندوستان کی گورنمنٹ مسلمانوں کو ہندوستان رہنے کے جملہ
شہری حقوق عطا کر دے اور پاکستانی گورنمنٹ ہندوؤں اور سکھوں کے ساتھ

برابر ویسا ہی سلوک کرتی رہے جیسا کہ وہ گذشتہ چھ ماہ سے کر رہی ہے۔ ان حالات میں خوشگوار تبدیلی کا ہونا مشکل دکھائی دیتا ہے۔

شرنارتھیوں اور مہاجرین کا رتی بھر قصور نہیں تھا لیکن جیسا سلوک شرنارتھیوں کے ساتھ مغربی پنجاب گورنمنٹ نے کیا اور جیسا سلوک مشرقی پنجاب کے لوگوں نے مسلمانوں سے کیا وہ نہایت معیوب اور مکروہ تھا۔ دونوں گورنمنٹوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے اپنے دامن سے اس دھبہ کو صاف کر دیں۔

ہندوستان اور پاکستان کے مابین باہمی دوستانہ رابطہ اتحاد

جو کچھ ہم نے پاکستان میں دیکھا یا اُن تمام حالات کو سُنا یا اخبارات میں پڑھا ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اس سے ہمیں سخت تکلیف ہوئی۔ اسی طرح ہمیں اپنے گھر کے لٹ جانے اور تمام جائداد کے تلف ہو جانے کا صدمہ ہوا لیکن ہم اکیلے اس مصیبت کا شکار نہیں ہوئے بلکہ اسی قسم کا صدمہ ہمارے لاکھوں ہندو اور مسلمان بھائیوں کو ہوا ہے اور ہمارے لاکھوں ہندو اور مسلمان برادران ایک دوسرے کی وحشت اور درندگی سے ہلاک ہو گئے ہیں۔ ہم کہتے ہیں جو کچھ ہو گیا ہو گیا اس پر رونے سے کچھ حاصل نہ ہو گا اور نہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو انتقامی جذبات سے مغلوب ہو جانے سے کچھ ملے گا بلکہ دونوں کی عقلمندی۔ دور اندیشی اور دانشمندی کا تقاضا ہے کہ وہ خوشی سے ایک دوسرے کو معاف کر دیں اور جو

غلطی یا غلطیاں دونوں جانب سے ہوئی ہیں ان کی اصلاح کی جائے۔ اس بارے
میں ہماری پہلی تجویز یہ ہے کہ ہندوستان اور پاکستان کی گورنمنٹیں مالک
کو حاضر ناظر جان کر سچے دل سے توبہ کریں کہ وہ آئندہ کبھی اس قسم کے افعال اور
حرکات کی مرتکب نہ ہوں گی۔ سچا پچھتاوا اور جھرنا وہ ہے جس میں گناہگار اپنے
کفارہ سے اپنے پاپ کو دھوئے۔ اگر پاکستانی گورنمنٹ کی حکومت میں
ہندوؤں پر ظلم وستم کیے گئے اور پاکستانی حکومت ہندوؤں کو مسلم عوام سے پناہ
نہ دے سکی اور ان کی جان و مال کی حفاظت نہ کی یا نہ کر سکی تو اسے اب اپنی
ذمہ داری کو سمجھ کر اپنا فرض پورا کرنا چاہیئے جو فرض اس کا اپنی رعیت کی جانب
تھا۔ یعنی گورنمنٹ کا فرض اولین اپنی رعایا کی جان و مال کی حفاظت کرنا ہے
یعنی جس قدر نقصان اور صدمہ اس کی رعیت کو اس کے فرض کی عدم ادائی
کی وجہ سے ہوا ہے اس کی پوری پوری تلافی کی جانی چاہیئے۔ اسی طرح گورنمنٹ
ہند یا مشرقی پنجاب کی گورنمنٹ نے مشرقی پنجاب کے مغلوب الانتقام ہندوؤں
اور سکھوں سے مسلمانوں کو پناہ نہیں دی یا نہیں بچایا۔ لہٰذا گورنمنٹ ہند یا مشرقی
پنجاب کی گورنمنٹ کا فرض ہے کہ وہ اس تمام نقصان کی تلافی کا انتظام کرے
جو جان و مال کی شکل میں مشرقی پنجاب اور وہاں کے مسلمانوں کو برداشت کرنا
پڑا ہے۔

دونوں گورنمنٹوں کے اپنے اپنے گناہ کا کفارہ اور نقصان کی تلافی کرنے سے
ان کے دامنوں سے گناہ اور پاپ کے دھبے صاف ہو جائیں گے۔ اس سے ہندوؤں
اور مسلمانوں کے باہمی تعلقات ایسے شیریں اور میٹھے ہو جائیں گے کہ بیان نہیں ہو سکتا
اسی طرح دونوں گورنمنٹیں اقلیتوں کی حفاظت کا ایسا شدید اور سخت قانون
بنائیں کہ کسی فرد کو کسی ہندو اور مسلمان پر ظلم و تعدی کرنے کی ہمت اور حوصلہ نہ
ہو نیز اس قسم کی تدابیر اور وسائل اختیار کیے جائیں جن کی بدولت دن بدن
ہندوؤں اور مسلمانوں کے باہمی تعلقات زیادہ عمدہ اور خوشگوار ہو جائیں اور

ان میں کبھی لڑائی جھگڑے یا کشیدگی پیدا نہ ہونے پائے نیز دونوں گورنمنٹیں ایسے قوانین وضع کریں جن سے ہندو اور مسلمان اپنی قابلیت و اعلیٰ اخلاق کی بنا پر سلطنت میں اعلیٰ سے اعلیٰ عہدوں کو زینت دے سکیں۔ مذہبی تعصب یا نسلی تعصب یا کسی اور وجہ سے کسی ہندو اور مسلمان کو دونوں گورنمنٹوں میں کسی قسم کی حق تلفی کی شکایت نہ رہے بلکہ ہر شخص محسوس کرے کہ وہ بہ حیثیت ہندوستانی اپنے وطن کی جمہوریہ کا صدر بننے کا استحقاق رکھتا ہے۔ الغرض منصفانہ اور مساویانہ قوانین کے اجراء سے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان ایسا اتحاد اتفاق اور پریم پیدا ہو سکتا ہے اور ان میں باہمی رواداری اور بردباری کی سپرٹ پیدا ہو سکتی ہے کہ فریقین ایک دوسرے کو حقیقی بھائیوں کا سا سلوک کرنے میں خوشی و راحت محسوس کریں گے اور ایک دوسرے کی عزت و آبرو کے تحفظ کے لئے اپنی جانوں تک کو قربان کر دیں گے۔ اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہونچانے کے لئے ملک میں حقیقی مدبران اور ملک میں سچے بہی خواہوں کی ضرورت ہے۔ یہ ایسے خدا ترس اور دُور اندیش بزرگ ہوں کہ جن کے دلوں میں ہر وقت خوف خدا موجود ہو اور وہ کسی فعل و حرکت کے مرتکب نہ ہوں جس سے ہندوستانیوں کی متحدہ قومیت اور متحدہ وطنیت کے چہرہ پر دھبّہ لگے بلکہ تمام ہندوستان کے ہندو اور مسلمان حقیقی برادران کی طرح ملک میں زندگی گذار کر نوع انسان کے سامنے ایک چمکتی ہوئی مثال پیش کریں کہ واقعی ہندوستان کی زمین فرشتوں کی زمین ہے۔

خوشی و شانتی کا راستہ

تمام دنیا کی مخلوق جس میں انسان بھی شامل ہیں سکھ و شانتی کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ انسان اس سرشٹی میں اشرف المخلوقات ہے۔ انسان کو حیوان ناطق کہتے ہیں اس لئے انسان اپنی تمام طاقت۔ اپنی تمام سمجھ بوجھ۔ اپنے سکھ و راحت کے حاصل کرنے کے لئے صرف کرتا ہے۔ مگر پھر بھی انسان سب سے زیادہ دکھی دکھائی دیتا ہے۔ چرند پرند جو جنگل میں چرتے پھرتے اور ہوا میں اُڑتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں انسان کے مقابلہ ہزار گنا سکھی معلوم ہوتے ہیں۔ نہ وہ ہل چلاتے ہیں نہ وہ بیج بوتے ہیں نہ کپڑا بنتے ہیں نہ مکان تعمیر کرتے ہیں لیکن انسان سے زیادہ پُرلطف زندگی گذارتے ہیں۔ انسان اپنے کسب معاش کے سلسلہ میں کیا کیا جتن کرتا ہے۔ کس قدر جھوٹ۔ مکاری۔ دھوکہ بازی۔ لوٹ کھسوٹ اور جنگ و جدل خونریزی کا مرتکب ہوتا ہے بیان نہیں ہوسکتا۔ عالمگیر جنگ نمبر ۱ و نمبر ۲ مذکورہ بالا بیان کی شہادت ہیں۔ نہ معلوم ان عظیم جنگوں سے پیشتر نوع انسان نے سکھ اور آرام حاصل کرنے کی خاطر کتنی مرتبہ اپنے ہمجنسوں کو لوٹا پیٹا ہے اور کتنی مرتبہ انھیں تباہ و برباد کیا ہے اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ کب تک اپنے اس مقصد کے حصول کی خاطر اپنی پرانی عادت یا فطرت کے مطابق اپنے ہمجنسوں کا قتل عام اور غارتگری کرتا رہے گا۔ انسان اپنی ضروریات یا خواہشات کے پورا کرنے کی خاطر درندوں سے بڑھ کر ظالم اور سفاک بن جاتا ہے۔ نہ وہ اپنے عزیز و اقربا کا لحاظ کرتا ہے نہ بیگانوں اور بیگانوں پر ترس کھاتا ہے۔ عیسائیوں نے عیسائیوں پر اور مسلمانوں نے مسلمانوں پر جو جو مظالم توڑے ان کے بیان کرنے سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ہندوؤں نے ہندوؤں پر جو جو سختیاں کیں وہ ان سے کم نہیں ہیں۔ اب علم و روشنی کا زمانہ ہے۔ دنیا کے لوگ اپنے کو مہذب تصور کرتے

ہیں۔ لیکن عالمگیر جنگ نمبر۲ ختم ہوئے ابھی تین سال نہیں ہوئے اور تیسری عالمگیر جنگ کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ یعنی انسانی فطرت میں باوجود اس کے علم وہنر کی ترقی۔ اس کی ذہانت و فراست میں ارتقا کے ذرا بھی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ بلکہ جوں جوں عقل و ذہانت میں اضافہ ہوتا ہے وہ اپنے بھائیوں کو تباہ وہلاک کرنے کی نئی نئی ایجادیں کرتا ہے تاکہ کم از کم وقت میں وہ زیادہ سے زیادہ آدمیوں کو ہلاک کرنے میں کامیاب ہو جائے۔

لڑائی کا راستہ غلط اور نقصان دہ ہے

لڑنا یا جنگ وجدل کسی حالت میں بھی درست نہیں ہے خواہ یہ لڑائی افراد کے درمیان ہو یا قوموں کے درمیان۔ جب دو انسان آپس میں لڑتے ہیں ایک طاقتور ہوتا ہے اور دوسرا کمزور۔ طاقتور آدمی کمزور آدمی کی ہڈی پسلی توڑ دیگا اور اپنے حریف کو مردہ یا نیم مردہ بنا دیگا۔ اس لئے کمزور شخص کو اپنے سے طاقتور سے کسی صورت میں لڑنا مناسب نہیں۔ اگر دونوں شخص برابر طاقتور ہیں تو دونوں کچھ عرصہ کی لڑائی کے بعد نیم مردہ یا مردہ ہو جائیں گے اور جس شئے کی خاطر وہ لڑ رہے ہیں وہ دونوں کے کام نہیں آئے گی بلکہ کوئی تیسرا شخص لے جائیگا اس لئے ان کا آپس میں لڑنا بالکل فضول تھا بلکہ سخت بیوقوفی تھی۔ طاقتور آدمی جو واقعی بہادر ہے کمزور پر کبھی حملہ یا وار نہیں کریگا کیونکہ اس کے خیال میں یہ فعل بزدلی اور ظلم کی کارروائی ہے۔ لہذا تمام حالتوں میں لڑائی جھگڑا نقصان دہ اور مضر ہے جس سے افراد اور اقوام کو پرہیز کرنا چاہیئے۔

یہ تنبیہ ہندوستان اور پاکستان دونوں گورنمنٹوں کی جتاؤنی کے لئے ہے۔ دونوں کو مناسب وقت پر خبردار اور ہوشیار ہونا چاہیئے اور دونوں گورنمنٹوں کے سمجھدار۔ دور اندیش۔ خدا ترس اور حق پسند لوگوں کو اپنی اپنی گورنمنٹ پر اس قدر دباؤ ڈالنا چاہیئے کہ وہ جنگ وجدل میں مبتلا ہو کر تباہی

اور بربادی کا شکار نہ بنیں۔

ہندوؤں اور مسلمانوں کی بھلائی کیلئے صحیح مشورہ

ہندو اور مسلمان دونوں پرماتما کے بچے ہیں لہٰذا ہمارے بھائی ہیں اس لئے ہماری دونوں سے یکساں محبت و اُنس ہے۔ ہم دونوں کی دائمی اور ابدی بھلائی کے لئے چند ہدایتیں ذیل میں درج کرتے ہیں جن کے مطابق عمل کرنے سے دونوں نفع میں رہیں گے۔ اور ان کے باہمی تعلقات نہایت پسندیدہ اور خوشگوار ہو جائیں گے۔

سوارتھ اور پرمارتھ میں انسان کو راہ راست پر رکھنے اور چلانے کے لئے پرماتما کے خوف سے بڑھ کر کوئی منتر نہیں۔ جو شخص ہر وقت پرماتما سے ڈرتا ہے اور اپنے قول و فعل میں پرماتما کا ڈر مانتا ہے اس کا آدرش جیون ہوتا ہے۔ اس شخص کو مالک کی اور بھی قربت نصیب ہوگی اگر وہ خیال یا دل میں بھی بدی بُرائی اور پاپ کو نزدیک نہیں آنے دیگا یعنی اپنا دل بھی پاپ کے خیال سے میلا نہیں کریگا۔ اس اصول پر عمل کرنے سے انسان دنیا و دین کے جملہ مراحل کو باسانی طے کر لیتا ہے اور وہ گناہ یا پاپ میں مبتلا نہیں ہوتا۔ مالک کے خوف کا جو اصول اوپر بیان کیا گیا ہے اس کے معنی یہ ہیں۔

(۱) انسان کو حق و حلال کی کمائی کرنی چاہیئے اور کھانی چاہیئے یعنی اسکو کسی حالت میں بے ایمانی۔ دھوکا فریب اور ریاکاری سے پیسہ نہیں کمانا چاہیئے نہ دوسرے کے کمائے ہوئے پیسہ کو غصب کر لینا چاہیئے۔ اس کو یاد رکھنا چاہیئے پرماتما ہر جگہ موجود ہے۔ کوئی اس سے چھپ کر چوری۔ بے ایمانی۔ ڈاکہ۔ غبن اور امانت میں خیانت نہیں کر سکتا۔ اس لئے ہندوؤں اور مسلمانوں کو دوسرے کے روپیہ پیسہ کو حرام کا مال سمجھ کر قبول نہیں کرنا چاہیئے بلکہ چھوُنا تک نہیں چاہیئے۔

(۲) ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کو سوائے اپنی بیوی کے باقی تمام دنیا کی عورتوں کو اپنی بیٹی بہن۔ ماتا کے سمان سمجھنا چاہیئے اور ان کے ساتھ عزت و احترام

کا سلوک کرنا چاہیئے۔

(۳) ہندوؤں اور مسلمانوں کو من بچن اور کرم سے کوئی ایسا فعل نہیں کرنا چاہیئے جس سے دوسروں کو دکھ تکلیف یا ایذا پہونچے بلکہ سب کرم ایسے کرنے چاہئیں جن کے کرنے سے دوسروں کو آرام و سکھ پراپت ہو۔ دوسروں کو سکھ و آرام پہونچانا مالک کی بھجن بندگی ہے۔

(۴) انسان کو ہمیشہ سچ بولنا چاہیئے لیکن وہ سچ میٹھا اور پیارا ہو۔ وہ فتنہ و فساد کا موجب نہ ہو۔ ہندو اور مسلمان دونوں مالک کے بچے ہیں۔ اس لیئے دونوں کے ساتھ سچائی۔ دھرم۔ ایمانداری اور حق پرستی سے پیش آنا ہمارا دھرم اور ایمان ہونا چاہیئے۔

(۵) ہندوؤں اور مسلمانوں کو شراب۔ افیون۔ گانجا وغیرہ جملہ منشی اشیا کا قطعی استعمال نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ یہ اشیا عقل اور جسم کی دشمن ہیں۔ اگر ہو سکے تو تمباکو سگریٹ۔ حقہ۔ بیڑی سے بھی پرہیز کرنا چاہیئے۔

(۶) ہم ہندو ہوں یا مسلمان ہمیں کم از کم دونوں وقت مالک کے دربار میں حاضر ہوکر مالک کے چرنوں میں پرارتھنا کرنی چاہیئے کہ ہم دوسروں کو حتی المقدور آرام و سکھ پہونچائیں اور کسی حالت میں دوسرے کو دکھ نہ دیں۔

(۷) اپنے اخراجات کو اپنی آمدنی سے بڑھنے نہ دیں تاکہ مالی مشکلات میں مبتلا ہوکر ہم حرام خوری بے ایمانی۔ چوری۔ امانت میں خیانت وغیرہ پاپ کرنے پر مجبور نہ ہوں۔

(۸) صبر و قناعت کرنا سیکھیں۔ جس شخص کے دل میں سنتوش ہے وہ امیروں اور بادشاہوں سے بھی زیادہ دولتمند ہے۔ اس لیئے وہ عقلمند ہے جو سادہ زندگی گذارتا ہے جو جوار باجرے سے پیٹ بھر لیتا ہے لیکن دوسروں کی چپڑی روٹی کا لالچ نہیں کرتا۔

(۹) ہمیشہ نیک اور شریف آدمیوں کی صحبت میں بیٹھو۔ خواہ تمہیں فرش اور

زمین پر بیٹھنا پڑے اور چنے کی روٹی ملے۔ مگر بُرے اور خراب لوگوں کی سنگت ہرگز مت کرو خواہ وہاں پر بیٹھنے کے لئے تم کو کرسی اور پلنگ ملیں اور کھانے کے لئے حلوہ اور پوری پیش کیا جائے۔

(۱۰) مہاتما جی نے اپنا برت توڑ کر دہلی کے ہندوؤں اور مسلمانوں کو جو صلح بمصالحت محبت اور پریم کا پیغام دیا ہے جس پر دو لاکھ ہندوؤں اور مسلمانوں نے دستخط کئے ہیں وہ پیغام تمام ملک کے چالیس کروڑ لوگوں کے لئے ہے اس لئے ملک کے چالیس کروڑ لوگوں کو اس پیغام پر عمل پیرا ہو کر ملک میں قومی اتحاد۔ قومی اتفاق۔ ہندو اور مسلمانوں کو باہمی تعاون اور شرکت عمل سے ملک کی فضا کو درست کر دینا چاہیئے۔ تاکہ فرقہ دارانہ فسادات اور جنگ و جدل کی آتش ہندوستان کے ملک سے ہمیشہ کے لئے بجھ جائے اور اس ملک کی فضا کبھی مکدر نہ ہونے پائے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کا یہ کام بڑا آسان ہو جائے گا اگر وہ مل کر زندگی کی سرگرمیوں میں حصہ لیں گے یعنی انکو کاروبار۔ بیوپار اور زندگی کے دوسرے کاموں کو مل کر کرنا چاہیئے۔ اکٹھا کھانے پینے اکٹھا مل کر بیٹھنے۔ اکٹھا کھیلنے کودنے اور زندگی کی سرگرمیوں میں اکٹھا حصہ لینے سے محبت اور پریم بڑھتا ہے جس سے تعصب۔ غیریت۔ نفرت۔ شکوک اور غلط فہمی دور ہو جاتی ہے۔

یہ چند مشورے اس غرض سے پیش کئے گئے ہیں کہ ان پر کاربند ہو کر ہندو اور مسلمان باہمی اتحاد و اتفاق کے شیرازے میں منسلک ہو جائیں اور وہ زندگی کی سرگرمیوں میں تعاون اور شرکت عمل کرتے ہوئے راحت و لطف کی زندگی بسر کر سکیں۔ آمین!

مہاتما گاندھی جی کی راستبازی حق پسندی انکی شہادت کا باعث ہوئی

مسیح کا قول ہے۔ "مبارک ہیں وہ جو راستبازی کی خاطر ظلم وستم کا شکار بنتے ہیں" لیکن حق کی بات یہ ہے کہ دنیا میں جس قدر مہا پرش ہوئے جنھوں نے شہادت کا جام پیا۔ ان تمام کی شہادت کا سبب ان کا ستیہ پریم یا پربھو بھگتی تھی۔ اس ستیہ پریم یا دھرم پریم کی خاطر انھوں نے بڑے بڑے عذاب اور دکھ برداشت کئے۔ جو ظلم وستم ان پر نازل کئے گئے اگر ان سے پچاس گنا ظلم وستم ان پر نازل کئے جاتے تو بھی وہ برابر اپنے دھرم اور ایمان پر قائم رہتے۔ یہ ایک مسلمہ صداقت ہے۔ اگر دنیا میں مہا پرشوں کی عظمت کا معیار ان کی حیات میں عوام کی ان کے چرنوں میں شردھا بھگتی اور عقیدت ہو یا ان کے پیروؤں اور بھگتوں کی تعداد ہو تو غالباً مہاتما گاندھی جی دنیا میں سب سے بڑے مہا پرش تسلیم کئے جائیں گے۔

مہاتما جی کی حیات میں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں ہندوؤں اور مسلمانوں نے ان کے پیغام کو لبیک کہا اور ان کے حکم کی تعمیل میں ہزاروں ہندو مسلمان جیلوں میں چلے گئے اور ان کی رہنمائی میں اس قدر عظیم قربانیاں کیں کہ ان کی نظیر تواریخ میں نہیں ملتی۔

مہاتما جی کی زندگی ہر پہلو سے قابل تعریف تھی جس کی بدولت لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں ہندو اور مسلمان ان کے آگے ادب سے سر تسلیم خم کرتے تھے۔

ہم گذشتہ چالیس سال سے مہاتما گاندھی جی کی قومی اور ملکی خدمات سے اچھی طرح واقف ہیں۔ سنہ ۱۹۰۶ء میں جب ہم الہ آباد میں اخبار سوراجیہ کے ایڈیٹر

تھے۔ ہمارے پاس مہاتما گاندھی جی کا اخبار انڈین اوپینین آتا تھا جس سے ہم مہاتما گاندھی جی کی جنوبی افریقہ کی سرگرمیوں کی قدر کر سکتے تھے کہ وہ کس قسم کی قربانی کرنے والے مرد خدا تھے۔ آپ اپنے ہموطنوں کی امداد کرنے کی خاطر ہندوستان سے جنوبی افریقہ میں تشریف لے گئے۔ وہاں چند سال کی پریکٹس کے بعد وکالت ترک کر کے فقیری جامہ پہن لیا اور اس قسم کی عملی زندگی اختیار کی جو ایک غریب کسان اور تنگدست مزدور کے لئے ممکن تھی۔ انھوں نے ہندوستانی دیش بھگتوں کا ایک آشرم کھولا جس میں سب لوگ ایک ہی قسم کا کپڑا پہنتے تھے اور ایک ہی قسم کا کھانا کھاتے تھے۔ یعنی وہ آشرم حقیقی مساوات۔ برادرانہ اخوت۔ انصاف اور آزادی کا مندر تھا جس کے تمام پجاریوں کا درجہ برابر تھا۔ آپ نے اپنے ہموطنوں کے سامنے آدرش جیون پیش کر کے انھیں دھرم۔ راستبازی اور حق پسندی کا سبق پڑھایا ہم یہاں پر چند نکات مہاتما جی کے پوتر جیون کے متعلق پیش کرتے ہیں تاکہ ہمارے ہم وطن ان سے مستفیض ہو سکیں۔

عملی جیون سے سبق

مہاتما جی اُن مہاپرشوں میں سے ہیں جو عوام کو اپنے عملی جیون سے سکشا دیتے ہیں۔ مہاتما جی دودھ پینے والے مجنوں نہ تھے بلکہ وہ خون دینے والے عاشق تھے۔ وہ دوسروں کو کبھی کام کرنے کیلئے نہیں کہتے تھے جس پر وہ خود عمل نہ کرتے ہوں۔ سچی بات یہ ہے کہ وہ اپنی عملی زندگی سے لوگوں کو راہ راست پر چلنے کی رہنمائی کرتے تھے۔ وہ ان سورماؤں میں سے تھے جو تلوار پکڑ کر سب سے آگے لڑنے کے لئے میدان میں آتے تھے تاکہ اپنی جانبازی اور قربانی سے لوگوں کو بہادرانہ کارنامے کرنے کی تلقین کر سکیں۔

مہاتما جی ۱۸۹۳ء میں بیرسٹری کا امتحان پاس کر کے انگلستان سے ہندوستان تشریف لائے۔ اس ملک میں کچھ عرصہ تک وکالت کی۔ اس کے بعد قانونی کاروبار کے سلسلہ میں جنوبی افریقہ تشریف لے گئے اور پھر کچھ عرصہ بعد وہیں مقیم ہو گئے۔ آپ ایک کامیاب بیرسٹر تھے لیکن چند سال بعد انھیں یہ محسوس ہوا کہ انسانی زندگی

کا بہترین استعمال اپنے ہموطنوں کی خدمت ہے۔ اس لیئے اس آدرش کی تکمیل کی خاطر انھوں نے پانچ ہزار روپیہ ماہوار کی آمدنی پر لات ماردی اور جنوبی افریقہ میں اپنے مظلوم ہموطنوں کی دستگیری کرنا اپنی زندگی کا آئندہ پروگرام بنالیا چنانچہ جنوبی افریقہ میں اپنے مظلوم ہموطنوں کی جیسی اہم خدمات مہاتما جی نے کیں اس کو بیان کرنے کے لیئے ایک بڑی کتاب کی ضرورت ہے۔

جنوبی افریقہ کی گورہ گورنمنٹ نے ہندوستانیوں کو غلام اور قلی کے درجہ پر رکھنے کی خاطر جیسے جیسے ظلم وستم کیئے وہ بیان سے باہر ہیں۔ مہاتما جی نے وہاں ستیہ گرہ اور عدم تعاون (Non Cooperation.) اور دھیمی مخالفت (Passive Resistance.) کی سرگرمیوں سے جنوبی افریقہ کی گورنمنٹ کا ناک میں دم کر دیا جس سے جنوبی افریقہ کا وزیر اعظم جنرل سمٹس مہاتما جی کے ساتھ سمجھوتہ یا معاہدہ کرنے کیلئے مجبور ہو گیا۔

مہاتما جی اپنی ان سرگرمیوں کے سلسلہ میں بارہا جیل خانہ میں بھیجے گئے انھوں نے جیل میں جاکر سیلا اُٹھایا اور ہر قسم کی سخت وکڑی مشقت کو خوشی سے کیا اور جیل کی بیسیوں سزاؤں کو خوشی سے برداشت کیا لیکن اپنے نصب العین یا مشن اور ارادہ کی پختگی میں رتی بھر فرق نہ آنے دیا۔

مہاتما جی نے معمولی آدمیوں کو بہادروں اور سورماؤں (Heroes.) میں تبدیل کر دیا اور یہی ان کی کامیابی کا راز تھا۔ انھوں نے ہندوستانیوں میں ایسی (.Dicipline) ضابطہ کی پابندی۔ تربیت اور شرکت عمل کی سپرٹ۔ باہمی اتحاد اور مل ورتن کی سپرٹ کا بیج بو دیا کہ تمام ہندوستانی بلا امتیاز مذہب یعنی مختلف مذاہب۔ مختلف صوبوں اور مختلف ملک کے حصوں کے ہوتے ہوئے ایک دل ایک جان ہو گئے اگرچہ ان کی روحیں ہزاروں قالبوں میں نواس کرتی تھیں۔ مہاتما جی نے افریقہ میں ہندوؤں مسلمانوں۔ پارسیوں کو سکھایا کہ تم سب ہندوستانی ہو۔ اس لیئے

اپنی قوم اور اپنے ملک کے مطالبات کو منظور اور تسلیم کرانے کی خاطر اس طرح ملکر اور اکٹھے ہو کر کام کرو۔ جیسے شہد کی مکھیاں مل کر کام کرتی ہیں۔ اگر آپ اس اصول پر عمل کریں گے تو تھوڑے عرصہ کی جد وجہد اور کشمکش کے بعد جنوبی افریقہ کی گورنمنٹ تمہارے مبنی برحق مطالبات تسلیم کرنے کے لئے مجبور ہو جائے گی اور تم اس ملک میں قلیوں کی زندگی گذارنے کے بجائے خود دار شہریوں کی زندگی گذارنا شروع کر دو گے۔ چنانچہ آخرکار مہاتما جی کی مبنی بر حق سرگرمیاں اپنا پھل لائیں اور جنوبی افریقہ کی گورنمنٹ کے وزیر اعظم اور مہاتما جی کے درمیان سمجھوتہ ہو گیا جس میں ہندوستانیوں کے کثیر تعداد مطالبات کو منظور کیا گیا اور وہ جنوبی افریقہ میں امن سے زندگی گذارنے کے قابل ہو گئے۔

اس سلسلہ میں ایک واقعہ بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ جنوبی افریقہ کی گورنمنٹ کے خلاف ہندوستانیوں کی Passive Resistance تحریک جاری تھی۔ مہاتما جی نے کسی ایک معاملہ کے متعلق سرکاری افسران کے ساتھ سمجھوتہ کر لیا۔ اس پر ایک پٹھان ایسا بگڑا کہ اس نے مہاتما جی پر قاتلانہ حملہ کیا اور انھیں مردہ خیال کر کے چھوڑ گیا۔ لوگوں نے اس واقعہ کو دیکھا اور مہاتما جی کو اٹھا کر ہسپتال میں لے گئے۔ پرماتما کی دیا سے ان کی جان بچ گئی۔ جب مہاتما جی کو ہوش آیا لوگوں نے خواہش کی کہ اس معاملہ کی رپورٹ تھانہ میں کی جائے اور پٹھان کے خلاف عدالت میں مقدمہ چلایا جائے۔ مہاتما جی نے فرمایا۔ پٹھان کی نیت درست تھی۔ یہ محض غلط فہمی تھی جس کی وجہ سے اس نے طیش میں آ کر مجھ پر حملہ کر دیا۔ غلطی سب سے ہو جاتی ہے۔ یعنی مہاتما جی ایسے فیاض اور فرشتہ سیرت شخص تھے کہ انھوں نے اس پٹھان کو قطعی معاف کر دیا اور اس کو اس سزا سے بچا دیا جو قانوناً اس پر نافذ ہوتی تھی۔ اس سے پٹھان کے دل پر ایسا گہرا اثر ہوا کہ وہ مہاتما جی کا عمر بھر کے لئے زرخرید غلام

بن گیا اور وہ مہاتما جی کی Passive Resistance تحریک میں سب سے بڑے کارکنوں میں ایک تھا۔

واقعی اسی قسم کے انسان ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں انسانوں کے دلوں پر حکمرانی کر سکتے ہیں۔ ان مہاپرشوں کی حکمرانی بزور شمشیر نہیں ہوتی بلکہ وہ محبت کے ذریعہ لوگوں کے دلوں کو تسخیر کر لیتے ہیں۔

یہ مہاتما جی کے ایثار نفس کشی۔ خود انکاری کی ادنیٰ سی مثال ہے اور وہ ساری عمر اسی اصول پر عمل کرتے رہے ہیں اور اسی اصول پر عمل کرنے کی ہدایت اپنے دوستوں۔ اپنے ساتھیوں اور اپنے قوم کے بچوں کو کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ اسی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کا برتاؤ مسلمانوں کی جانب رہا ہے۔

مہاتما جی کی اخلاقی دلیری بے مثل تھی۔ وہ برطانیہ گورنمنٹ سے خوفزدہ ہو کر خودی رام بوس سے انارکسٹ وہ مسٹر ڈھینگرہ جس نے سر کرزن ولی کو انگلستان میں گولی مار دی تھی دشمن ملک یا غدار نہیں خیال کرتے تھے بلکہ وہ انہیں گمراہ دیش بھگت خیال کرتے تھے اور یہی رائے وہ اپنے قاتل کے متعلق قائم کرتے۔

مہاتما جی کی تپسیا۔ قربانی۔ ایثار نفسی۔ دور اندیشی۔ دانشمندی کے پرتاپ سے ہندوستان انگلستان کی ڈیڑھ سو سال کی غلامی کے بعد بلا جنگ کے آزاد ہو گیا اگر مسلم لیگ صلح و مصالحت اور دور اندیشی سے کام لیتی تو ہندوستان اور پاکستان دونوں گورنمنٹیں اس دنیا میں بہشت کا نمونہ بن جاتیں جس سے ہندو اور مسلمان امن۔ شانتی اور فارغ البالی سے زندگی گذار سکتے۔

گورنمنٹ ہند کی خدمت میں عرضداشت

مہاتما جی جیسی نایاب اور پاکیزہ ہستی کا ہمارے درمیان سے یکایک اٹھ جانا جبکہ ملک کو ان کی رہنمائی کی از حد ضرورت تھی ہماری انتہائی بدقسمتی کی علامت ہے۔ لیکن اب کیا کیا جائے۔ مہاتما جی کا شریر واپس نہیں آسکتا اور ان کی آتما امر ہے۔ وہ اب بھی ہمارے درمیان کارکن ہیں۔

بشرطیکہ ہم سعادتمند بچوں کی طرح ان کے نقش پا پر چلیں۔
ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ مہاتما جی نے ایک پٹھان کو جس نے ان پر قاتلانہ حملہ کیا تھا معاف کر دیا تھا۔ اگر ہماری خوش قسمتی سے مہاتما جی اس حملہ سے بچ جاتے تو مہاتما گاندھی جی اس قاتل کو بھی ضرور معاف کر دیتے کیونکہ وہ ڈھینگرہ کی طرح اُسے بھی گمراہ دیش بھگت تصور کرتے۔ ہم نے ہندو مہاسبھا کے صدر کا بیان پڑھا ہے۔ ہم نے راشٹر سویم سیوک کے ذمہ دار افسران کے بیان کا مطالعہ کیا ہے۔ دونوں جانب سے قاتل کو مردود اور جاتی کا دشمن قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے ہماری رائے میں ایک فرد کی غلطی یا گمراہی کے لئے ساری سنستھا کو جس نے قاتل کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی ہے قصور وار ٹھہرانا درست نہیں۔ ہمیں خوف ہے کہ کانگریس کے نوجوان اور جوشیلے پیروان اور مہا سبھا کے رضا کاران میں کھلی جنگ نہ چھڑ جائے۔ اس کا نتیجہ ہندو جاتی کی تباہی ہوگا۔ پرتھی راج اور جے چند کی رقابت نے ہندو جاتی کو غلامی میں جکڑ دیا تھا۔ کہیں اب ہندوؤں کی نا اتفاقی اور لڑائی کا نتیجہ ہماری قوم کی تباہی اور بربادی نہ ہو اور پاکستانی گورنمنٹ کو ہندوستان پر یورش کرنے کا مزید موقع نہ مل جائے۔

کانگریس اور ہندو مہاسبھا میں مکمّل اتحادؔ اور تعاون کی ضرورت

پنڈت نہرو جی تین مرتبہ کانگریس کے سبھاپتی رہ چکے ہیں اور اس وقت کانگریس گورنمنٹ کے وزیر اعظم ہیں اس لئے اگر ہم انھیں کانگریس کا نمائندہ کہیں تو نامناسب نہ ہوگا کیونکہ پنڈت جی کا نکتہ نگاہ کانگریس کا نکتہ نگاہ ہے۔ پنڈت جی اپنی ذات میں کانگریسی خیالات اور جذبات کی بہترین ترجمانی کرتے ہیں۔ اسی طرح ویر ونایک دامودر ساورکر کئی سال تک ہندو مہاسبھا کے پردھان رہ چکے ہیں یعنی اگر کوئی ہندو مہاسبھا کا بہترین نمائندہ ہونے کا دعوی کر سکتا ہے یا دعوی کرنے کا مستحق ہے تو وہ ویر ونایک دامودر ساورکر ہیں۔ ہم نے اس کتاب کے ایک مضمون میں مہاتما گاندھی جی اور قائد اعظم مسٹر جناح صاحب کا مقابلہ کیا ہے۔ ہم اس مضمون میں چند خیالات پنڈت نہرو جی اور ویر ساورکر کے متعلق بیان کرتے ہیں تاکہ کانگریس اور ہندو مہاسبھا کا زاویہ نگاہ عام لوگوں کی سمجھ میں آجائے اور کانگریس اور ہندو مہاسبھا کے پیرووں میں جو تھوڑی بہت غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے دور ہو جائے تاکہ ہندو جاتی میں پورن سنگٹھن اور سہیوگ (اتحاد اور تعاون) قائم ہو جائے۔ کیونکہ ہماری رائے ہے کہ اس سنگٹھن اور تعاون کے بغیر ہندوستان میں آزادی یا جمہور کا قائم رہنا ممکن نہیں۔

پنڈت نہرو جی پنڈت موتی لال جی کے خلف الرشید ہیں۔ پنڈت موتی لال جی نے اپنی عمر کے دوسرے حصہ میں جو خدمات مادر ہند کی کی ہیں ان کا پایہ بڑا بلند ہے اور اس پر ہر ہندوستانی فخر کر سکتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ پنڈت موتی لال جی

جواہرلال جی کو اپنا سیاسی باپ کہا کرتے تھے۔ لیکن اس میں کوئی کلام نہیں کہ پنڈت جواہرلال جی نے اپنے پتا جی کے جیون میں مہا پریورتن (انقلاب عظیم) پیدا کر دیا تھا۔

ہمارے دل میں پنڈت جواہرلال جی کے لئے جو عزت یا سنمان موجود ہے وہ مہاتما گاندھی جی کے سنمان اور شردھا سے دوسرے درجہ پر ہے۔ ہماری رائے ہے کہ آپ ہندوستان کے محبان وطن کے سرتاج اور مادر ہند کے بہترین سپوت ہیں اور آپ نے ہندوستان کی جیسی عظیم الشان خدمات سرانجام دی ہیں وہ دنیا کے کسی محب الوطن سے کم نہیں۔ آپ نے ہندوستان کی آزادی کے حصول میں جو قربانیاں کی ہیں اور اپنے آدرشوں اور مقصد کے حصول کی خاطر جس قدر مشکلات۔ تکالیف اور مصائب کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا وہ آپ کا ہی حصہ ہے اور وہ ہر ہندوستانی سے خراج تحسین حاصل کرتا ہے اور ہر ایک ہندوستانی اس کا مرہون منت ہے۔

پنڈت جی ہندوستان میں جمہوری حکومت قائم کرنے کے مؤید اور مدعی ہیں آپ ملک میں ہر مذہب۔ ہر نسل و رنگ کے ہندوستانی کے لئے مکمل مساوات۔ انصاف آزادی اور برادرانہ اخوت کے دعویدار ہیں اور آپ کی خواہش ہے کہ تمام ہندوستانی خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان۔ عیسائی ہوں یا سکھ آزادی۔ امن۔ شانتی۔ سکھ اور آرام سے زندگی بسر کر سکیں اور سب کے شہری حقوق مساوی ہوں اور یہ تمام لوگ ہندوستان کو اپنی ماتری بھومی تصور کریں اور اس کی آزادی کے تحفظ کے لئے اپنی جان و مال قربان کر دینے کے لئے تیار رہیں اور اس ملک میں کوئی غدار۔ دشمن وطن۔ باغی اور جاسوس نہ ہو۔ شہری زندگی کا یہ آدرش بالکل صحیح اور درست ہے۔ اور کوئی سنجیدہ شخص اس کو منظور کرتے اور اس کے آگے سر تسلیم خم کرنے سے انکار نہیں کر سکتا۔

ہم ویر ساورکر کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ ہم عرصہ چار سال تک دن رات ویر ساورکر کے ساتھ کالے پانی (جزائر انڈمان) کی کال کوٹھری میں رہے ہیں۔ جہاں ہمیں ہزاروں مرتبہ باہمی تبادلۂ خیالات کا موقع ملا اور ہم کسی قیمت پر

ان کے متعلق صحیح رائے کے اظہار میں ایک لمحہ کے لئے تامل نہیں کریں گے۔ اگر آج سے چالیس سال پیشتر ہم نے انقلاب اور سوراج کے لئے آواز بلند کرنا اپنا فرض اور دھرم سمجھا اور برطانوی گورنمنٹ کی جبر و تشدد کی حکمت عملی ہمیں آزادی اور بے خوفی کے ساتھ اپنے خیالات کے ظاہر کرنے سے روک نہ سکی اور جب پنجاب اور یو۔ پی کی گورنمنٹوں نے ہمارے خلاف تمام مقدمات اس شرط پر واپس لینے کے لئے کہا کہ ہم اظہار معذرت کریں لیکن ہمارے ضمیر نے گورنمنٹ کی پیشکش منظور نہ کی اور ہم نے خوشی سے گیارہ سال جیل میں گذارے اب بھی ہم ویسی ہی آزادی اور بے خوفی سے ویر ساورکر اور ہندو مہاسبھا کا نکتہ خیال پیش کرنے کی جرأت کریں گے اور یہ جذبات کروڑوں ہندوؤں کے جذبات و احساسات ہیں۔ وہ نہ صرف اس حقیقت کو محسوس کرتے ہیں بلکہ ان کا خون جوش و غصہ سے اُبل رہا ہے اس لئے ہندو پریس کانگریس کی پالیسی کے متعلق دبی اور کھلی زبان سے نکتہ چینی کرتا ہے جس کو پڑھکر ہمارے دل پر چوٹ لگتی ہے۔ ہم یہ بات صاف الفاظ میں کہہ دیتے ہیں کہ ہم تمام عمر ہندو مہاسبھا کے ممبر نہیں رہے اور نہ اب ممبر ہیں۔ برعکس اس کے ہم تمام عمر کانگریس کے سیوک رہے ہیں اور اب بھی کانگریس کے سیوک ہیں اور ہم کانگریس کا وقار۔ کانگریس کی عزت ذاتی عزت اور نیکنامی سمجھتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مسلم لیگ نے جو مظالم ہندو جاتی پر کئے ہیں اس نے مہاسبھا کو فرقہ دارانہ جماعت میں تبدیل کر دیا۔ ویر ساورکر نے ہمیں بتایا کہ مسٹر محمد علی جناح ان کے بڑے دوست تھے لیکن ان دونوں کی دوستی مبنی بر حق یا انصاف تھی مسٹر ساورکر اس شرط پر مسلمانوں سے دوستی کرنے کو تیار ہیں کہ مسلمان بھی انھیں اپنا دوست تسلیم کریں۔ اگر ہندو مسلمانوں کی جانب دوستانہ ہاتھ پھیلاتے ہیں اور مسلمان اس ہاتھ کو چھری سے کاٹ ڈالیں تو وہ ایسی دوستی کے حق میں نہیں ہیں۔ مسٹر ساورکر اور دوسرے مہاسبھائی دوستوں اور لیڈروں کی گفتگو سے ہمیں

معلوم ہوا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ برادرانہ محبت اور مساوات کا برتاؤ کرنے کو بالکل تیار ہیں لیکن مسلمان ان سے ایسا سلوک کرتے ہیں جیسے چاقو گاجر سے۔ ایسی صورت میں دوستی کیسے ممکن ہوسکتی ہے۔ وہ مسلم شیر سے اس صورت میں دوستی کرنے کو تیار ہیں بشرطیکہ شیر کے پنجوں اور دانتوں کو کاٹ ڈالا جائے۔ اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ مسلم شیر انسان بن جائے اور وہ انسانیت کا برتاؤ کرنا سیکھ جائے۔ اگر مسلمان ان کی یہ شرط نہیں مانتے تو وہ مسلمانوں کو اپنا دوست تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ ناظرین خود فیصلہ کریں کہ مذکورہ بالا بیان میں نامناسب بات کیا ہے۔

ویر ساورکر نے گرنتھ صاحب اور گورو گوبند سنگھ صاحب کے دشم گرنتھ کا مطالعہ کیا ہے۔ ہم نے آجتک کسی ہندو اور سکھ کو نہیں دیکھا جو مسٹر ساورکر سے بڑھ کر دشم گورو کا بھگت اور پجاری ہو۔ آپ کے دل میں گورو گوبند سنگھ صاحب کے لئے ایسی اگادھ شردھا بھگتی۔ پریم۔ پریت کے جذبات تھے جو بیان میں نہیں آسکتے۔ ہمارا خیال ہے کہ کبھی کسی نوجوان نے اپنی معشوقہ سے ایسی محبت نہ کی ہوگی۔ کبھی کسی عورت نے ایسے خلوص۔ ایسی پاکدامنی اور ایسی عقیدت سے اپنے خاوند کو پیار نہ کیا ہوگا جیسا مسٹر ساورکر گورو گوبند سنگھ صاحب سے پیار کرتے ہیں۔ وہ گورو گوبند صاحب کو ہندو جاتی کا سب سے بڑا۔ سب سے سچا اور سب سے افضل سیوک سمجھتے تھے اس لئے وہ اس مہاپرش پر ہزار جان سے قربان ہیں۔ وہ گورو گوبند سنگھ صاحب کو ہندو جاتی کا رکشک۔ محافظ اور سب سے بڑا ہِتا خیال کرتے ہیں نیز مسٹر ساورکر کے دل میں چھتر پتی سیوا جی اور مہارانا پرتاپ کے لئے کمال درجہ کی شردھا پائی جاتی ہے۔ ہم نے مسٹر ساورکر کی ذہنیت کا نوٹ پیش کر دیا ہے۔ ہماری ذاتی رائے یہ ہے کہ جس ہندو کے دل میں ان مشاہیر کے لئے ادب۔ تعظیم و پیار کے جذبات موجود نہیں ہیں وہ ہندو کہلانے کے مستحق نہیں۔

کانگریس اور مہاسبھا دونوں کا نکتۂ خیال پیش کیا گیا۔ دونوں قوم پرست جماعتیں ہیں۔ برطانوی بیوروکریسی بدقسمتی گورنمنٹ تھی۔ اس نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان

حسد۔ کینہ اور نفرت کا جذبہ پیدا کرنے کی خاطر ان میں روٹیوں کی تقسیم کا قضیہ رکھ دیا تاکہ ہندو مسلمان اس ٹکڑے کے لئے آپس میں لڑتے رہیں۔ مثلاً یو۔ پی میں جہاں ۱۴ فیصدی مسلمان تھے انھیں ۳۲ فی صدی نیابت کے حقوق دینا کہاں کا انصاف تھا اور انھیں ۵۰ فی صدی کے قریب پولیس میں ملازمتیں دینا کس طرح درست تھا۔ ہندو سبھا اس طریق عمل کو درست خیال نہیں کرتی۔ اس لئے موجودہ گورنمنٹ کا فرض ہے کہ وہ برطانوی بیوروکریسی کی جملہ بدعتوں اور بدعنوانیوں جس سے ملک کے لوگوں کے درمیان حسد۔ رقابت۔ عناد اور غیریت کے خیالات پیدا ہوتے ہوں دُور کر دے اور ملک کی خود مختار حکومت میں اس قسم کے انتظامات اور اصلاحات کی جائیں جس سے کثرت کے حقوق پامال نہ کئے جائیں اور انھیں شکایت کرنے کا کوئی موقع نہ ملے۔

دوسری عام شکایت جو عام ہندوؤں کو کانگریس کے خلاف ہے وہ یہ ہے کہ کانگریس نے ہندوؤں کے جان و مال کے تحفظ کا مغربی پنجاب۔ صوبہ سرحد اور سندھ میں خاطر خواہ انتظام نہیں کیا جس کی وجہ سے لاکھوں ہندوؤں کی زندگیاں تلف ہو گئیں اور ان کی اربوں روپیہ کی جائداد غصب کر لی گئی جس کے باعث اس وقت لاکھوں ہندو جلا وطنی میں ہندوستان کے اکثر صوبوں میں فقیروں کی طرح ٹھوکریں کھا رہے ہیں اور ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ ہندو مہا سبھا والے کہتے ہیں کہ کانگریس نے مسلم لیگیوں کے قبضہ سے لاکھوں کی تعداد میں کارتوس۔ بندوقیں۔ چھرے۔ تلواریں۔ بلم برآمد کئے لیکن مسلم لیگ کو آج تک خلاف قانون جماعت نہیں قرار دیا گیا۔ لیکن راشٹریہ سیویم سیوک سنگھ پر ناجائز پابندیاں عائد کی گئی ہیں۔

اسی طرح وہ شکایت کرتے ہیں کہ ہندوستان کے باغیوں۔ غداروں۔ گورنمنٹ کے دشمنوں اور جاسوسوں اور قانون شکنوں سے امن پسند وفادار شہریوں کے مقابلہ بہتر سلوک کیا جاتا ہے اول الذکر کی گوشمالی اور آخر الذکر کی

حوصلہ افزائی کے لئے کوئی کارروائی نہیں کی جاتی ہم یہ نہیں کہتے کہ ان لوگوں کی جملہ شکایات درست ہیں لیکن جو ٹھیک ہوں ان کا انسداد کرنا گورنمنٹ وقت کا فرض ہے۔

ہندو سکھ ہیں اور سکھ ہندو ہیں

ہند کی برطانوی گورنمنٹ بدیشی گورنمنٹ تھی۔ اس نے ہندوستان پر حکمرانی کرنے کے لئے نہ صرف ہندوؤں اور مسلمانوں میں باہمی پھوٹ اور نااتفاقی ڈال دی بلکہ اس نے ہندوؤں اور سکھوں کے درمیان بھی پھوٹ و نااتفاقی ڈالنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ وہ عرصہ ڈیڑھ سو سال تک "تقسیم کرو اور حکومت کرو" کی پالیسی پر عمل کرتی رہی۔ اس کے اس ملک میں استحکام کا باعث ہندوستانیوں کی باہمی پھوٹ اور نااتفاقی تھا۔ اس نے یہ چال نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیا کے تمام ملکوں میں جہاں اس کی بدیشی اقوام پر حکمرانی تھی۔ چلی۔ مصر۔ عرب۔ عراق۔ سیریا۔ فلسطین وغیرہ ممالک میں جہاں انھیں حکومت کرنے کا موقع ملا۔ انھوں نے اس حکمت عملی سے کام لیا۔ انھوں نے مسلمانوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا۔ انھوں نے مسلمانوں اور یہودیوں کو ایک دوسرے کے خون کا دشمن بنا دیا۔ مصر اور سوڈان کا معاملہ آپ کے سامنے ہے اور فلسطین میں جو کشت و خون ہو رہا ہے اور جو خون کے دریا بہنے والے ہیں اس سب میں برطانوی حکمت عملی کا ہاتھ ہے۔ ہمارے دوست سر گیانشی سردار اجیت سنگھ جی نے مسٹر ہورنڈ کی کتاب کا ترجمہ کیا تھا جس کا نام انھوں نے "بندربانٹ" رکھا تھا اس میں خدا پرست انگریز نے برطانوی قوم کے مدبران کی سیاسی حکمت عملی کی قلعی کھول دی تھی کہ کس طرح انگریز اپنی ذاتی خودغرضی اور ملک گیری کی خاطر دنیا کی

مختلف اقوام کے درمیان پھوٹ اور تقسیم کا بیج بو کر انھیں تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔ امریکہ اور آسٹریلیا کے بر اعظم اصلی باشندوں سے صاف کئے گئے وہاں اب زیادہ تر اینگلو سیکسن نسل حکمراں ہے۔ کس طرح عیسائی پادریوں نے آسٹریلیا میں اصلی باشندوں کو شراب پینا سکھایا اور انھیں آتشی اسلحہ مہیا کئے اور ان سادہ لوحوں نے آپس کی خانہ جنگیوں سے اپنی نسل کا خاتمہ کر دیا۔ امریکہ میں ریڈ انڈین کی تباہی کیسے کی گئی۔ یہ تمام واقعات اس کتاب میں درج ہیں۔ یہ کتاب پنجاب گورنمنٹ نے ۱۹۰۶ء یا ۱۹۰۸ء میں ضبط کر لی۔ حالانکہ یہ کتاب ایک انگریز مصنف کی تصنیف کا ترجمہ تھی۔

مہاتما گاندھی جی ہندوستان کے بہترین سیاست داں تھے۔ وہ انگریزوں کی رگ رگ سے واقف تھے اس لئے انھوں نے ہندوستان کو تباہی سے بچانے کے لئے ان کے اتحاد و اتفاق پر کمال درجہ کا زور دیا۔ وہ ہندوستان کی تقسیم کے سب سے زبردست مخالف تھے انھوں نے انگلستان کی گول میز کانفرنس کے بعد جس میں دس کروڑ اچھوتوں کو ہندوؤں سے الگ کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا فاقہ کشی کا برت رکھا۔ ان کی تپسیا کے پرتاپ سے اچھوت آج ہندو قوم کا جزو ہیں ورنہ وہ ہندو قوم سے علیحدہ ہو جاتے۔ اسی طرح انھوں نے ہندوؤں اور مسلمانوں میں باہمی محبت اور پریم پیدا کرنے کی خاطر اپنی شہادت کے چند روز پیشتر فاقہ کشی کی تاکہ ہندو اور مسلمان دودھ اور شکر کی طرح آپس میں مل جائیں۔

یہ واقعات ہم نے اپنے دعویٰ کی تصدیق میں بیان کئے ہیں کہ انگریز کس طرح اپنے محکوموں اور دشمنوں میں پھوٹ اور نا اتفاقی پیدا کر کے انھیں تباہ و برباد کر دیتے ہیں تاکہ وہ ان پر بے کھٹکے حکومت کر سکیں۔ چنانچہ اسی مقصد کے حصول کی خاطر انیسویں صدی میں ایک انگریز مسٹر میکالف انگلستان سے ہندوستان پہونچا جس نے شری گرنتھ صاحب کا ترجمہ انگریزی زبان میں

کیا۔ اور جس نے اول مرتبہ سکھوں کو یہ سبق پڑھایا کہ وہ ہندو نہیں ہیں اور اس نے سکھوں کے ایک فرقہ کی جس کو تت خالصہ کہتے ہیں بنیاد رکھی۔ سکھوں نے انگریزوں کی یہ چال نہیں سمجھی اور وہ ان کے پھندے میں پھنس گئے۔

گورو نانک دیو جی بیدی کھتری تھے۔ انھوں نے دیکھا کہ ہندو جاتی متعدد توہمات کا شکار ہو گئی ہے انھوں نے اس کے سدھار کے لئے ستیہ دھرم کا راستہ بتایا جس پر چل کر ہندو جاتی سچے پرمارتھ پر گامزن ہو سکے اور اس کے لوک اور پرلوک دونوں سدھر جائیں۔ چنانچہ وقتاً فوقتاً ہندو جاتی میں سادھ سنت۔ رشی۔ منی پیدا ہوتے رہے ہیں جنھوں نے اپنے اپنے زمانہ میں ہندو جاتی میں اصلاح و سُدھار کا کام کیا جیسے کبیر صاحب۔ دادو صاحب تلسی صاحب۔ جگجیون صاحب اور جنوبی ہندوستان میں شنکر آچاریہ رامانو چاریہ۔ مادھواچاریہ۔ اور زمانہ حال میں رادھا سوامی صاحب۔ رام کرشن پرم ہنس۔ سوامی دیانند سرسوتی۔ راجہ رام موہن رائے۔

ہمارے اس مضمون کا عنوان ہے۔ "ہندو سکھ ہیں اور سکھ ہندو ہیں" گذشتہ ماہ ستمبر میں ضلع شیخوپورہ سے ایک بھائی ہمیں ملنے کے لئے آئے دورانِ گفتگو میں انھوں نے کہا "مجھے خوف ہے کہ مشرقی پنجاب میں پھر وہی کشت و خون شروع نہ ہو جائے جیسا کہ مغربی پنجاب میں ہوا ہے"۔ ہم نے دریافت کیا "آپ کی اس سے کیا مراد ہے؟" انھوں نے فرمایا کہ "سکھ کہیں کہیں امیر ہندوؤں کو لوٹ رہے ہیں"۔ اسی طرح ہم نے چند اخبارات میں سکھوں کی زیادتیوں کے متعلق حالات پڑھے ہیں۔ ہم نے مہاراجہ پٹیالہ کی ایک تقریر پڑھی ہے۔ جس میں آپ نے ان لوگوں کو تنبیہ کی ہے جو سکھوں اور ہندوؤں کے درمیان خلیج پیدا کر کے انھیں ایک دوسرے سے الگ کر رہے ہیں۔ مہاراجہ صاحب کی تقریر دور اندیشی اور دانشمندی پر مبنی ہے اور اس پر عمل کرنے سے سکھوں اور ہندوؤں دونوں کی بھلائی اور بہتری ہے

ان خیالات سے مجبور ہو کر ہم مندرجۂ ذیل مضمون لکھنے کے لئے مجبور ہوئے تاکہ ہندو اور سکھ گمراہ نہ ہوں اور وہ اپنا حقیقی نفع و نقصان سمجھ کر ایسی چال چلیں کہ ان کی باہمی پھوٹ ان کی تباہی کا پیش خیمہ ثابت نہ ہو۔

ہم کہتے ہیں کہ "ہندو سکھ ہیں اور سکھ ہندو ہیں"۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ ہمارے دو سگے بھائی سکھ ہیں۔ ہم کیش دھاری نہیں ہیں لیکن ہمارے دل میں جو عزت گورو نانک دیو جی سے لے کر گورو گوبند سنگھ صاحب کے لئے ہے وہ شاید ہی کسی کیش دھاری سکھ کے دل میں ہو گی۔ ہم شراب۔ مانس۔ حقہ۔ تمباکو۔ سگریٹ۔ سگار کو نہیں چھوتے جن کا استعمال گورو صاحبان نے نشیدھ کیا ہے۔ ہمارے والد صاحب نے آنند میرج سے شادی کی۔ ہمارے بہنوئی کیش دھاری نہیں ہیں۔ ان کے لڑکے کیش دھاری ہیں۔ ہمارے ماموں زاد بھائی کیش دھاری نہیں ہیں لیکن ان کے لڑکے کیش دھاری ہیں۔ میری سب بہنوں کی شادی آنند میرج ایکٹ سے ہوئی اور ان کے تمام بچے سکھ ہیں۔ سکھوں کی لڑکیاں ہمارے گھروں میں ہیں اور ہماری لڑکیاں سکھوں کے گھروں میں۔ اور یہ رشتہ داری کی رسوم آج سے نہیں بلکہ صدہا سال سے جاری ہیں۔ سکھ برہمن۔ کھتری۔ اروڑے۔ جاٹ اگروال ہیں اور تمام ہندو ان ہی ذاتوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک زمانہ آیا جب برہمو سماجی اور آریہ سماجی کہتے تھے کہ ہم ہندو نہیں ہیں لیکن یہ ان کی غلطی تھی۔ ایک شخص ہندو ہو کر گورو نانک دیو۔ رادھا سوامی صاحب۔ رام کرشن پرم ہنس۔ راجہ رام موہن رائے۔ ستیانند اگنی ہوتری (دیو سماج کے بانی) کے نقش پا پر چل سکتا ہے۔ اس میں کوئی ہرج نہیں بلکہ ہم اس سے ایک قدم آگے جانا چاہتے ہیں یعنی ہم تمام لوگ ہندوستانی ہیں۔ خواہ ہم ہندو ہوں یا مسلمان۔ بدھ ہوں یا عیسائی۔ ہم سب کا برابر حق ہے کہ ہم اپنے اپنے طریق سے عبادت کریں اور مذہبی رسوم کو اپنی حسب منشا بجا لائیں۔

جیسے ایک شخص کا پورا اختیار ہے کہ وہ گا جر کھائے یا مولی۔ وہ پالک کھائے یا دال۔ ایسے ہی عبادت اور مذہبی اور مجلسی رسوم کی ادائی کا ہر شخص کو پورا اختیار و حق حاصل ہے۔ سچے ہندو دھرم۔ سچے اسلام اور عیسائیت اور سکھ دھرم کے اصولوں میں قطعی فرق نہیں۔ انسانی زندگی کا آدرش پرماتما کی پراپتی یا وصل خدا ہے جس طرح کوئی شخص یہ مدعا حاصل کر سکتا ہے اسے پورا اختیار ہے کہ وہ اپنے اپنے طریق پر اسے حاصل کرے۔

یہ امر مسلمہ ہے کہ سکھ دھرم کی نرسری

بھرتی کی زمین یا ذخیرہ جس سے پودے

لیئے جاتے ہیں ہندو جاتی ہے۔ اگر سکھوں نے اپنے کو اس بھرتی کے مخزن سے محروم کر دیا تو ان کی نشو و نما و بالیدگی میں عظیم ضعف پہونچے گا۔

تت خالصہ تحریک سے پیشتر امرتسر کے ہر مندر کے چڑھاوے کا نوے فیصدی ہندوؤں کی جیب سے آتا تھا۔ جوشیلے سکھوں کے غلط یا صحیح افعال کا نتیجہ تھا کہ امرتسر میں درگیانہ مندر تعمیر کیا گیا اور ہندوؤں نے اس جانب رُخ کر لیا ورنہ تمام امرتسر کی ہندو آبادی ہر مندر میں صبح کے وقت متھا ٹیکنے جایا کرتی تھی۔ یہ وہ صداقت ہے جس کو تسلیم کرنے سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ درگیانہ مندر کی تعمیر کا باعث یہ تھا کہ جوشیلے سکھوں نے اپنی تنگدلی اور غیر رواداری سے ہندوؤں کے جذبات کو ٹھیس لگائی تھی۔ دنیا میں زندہ رہنے کے لیئے سوسائیٹی میں باہمی اتحاد و اتفاق کی ضرورت ہے۔ اس مصلحت سے بھی پچاس لاکھ سکھوں کو ہندوؤں کی ایسی ہی ضرورت ہے جیسی ہندوؤں کو برہمنوں۔ کھشتریوں۔ ویشوں اور شودروں کے تعاون کی۔ مسلم لیگ کی قاتلانہ اور سفاکانہ سرگرمیاں سکھوں کے لیئے مہلک ثابت ہوتیں اگر مشرقی پنجاب اور ہندوستان کے ہندو انکی پشت پناہ نہ ہوتے۔ ان جملہ امور کو سامنے رکھتے ہوئے ہندوؤں اور سکھوں نہیں نہیں تمام ہندوستانیوں کے درمیان اتحاد اور شرکت عمل کی از حد ضرورت ہے جس کو

ایک لمحہ کے لئے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

ایک اور صداقت ہم پیش کئے دیتے ہیں۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ اصلی سکھی آچرن (اخلاق) کی شدھتا اور پوترتا میں ہے نہ کہ فقط کیش دھارن کرنے میں کیونکہ اول نو گورو صاحبان جو کیش دھاری نہ تھے دوسرے معیار کے مطابق سکھ نہیں قرار دیئے جاسکتے۔ دوسرے الفاظ میں سنگھ بننے کے لئے کیشوں کا ہونا ضروری ہے لیکن سکھ ہونے کے لئے نہیں۔ اس لئے ہم تمام ہندو جو گورو صاحبان میں اعتقاد رکھتے ہیں اور گورو گرنتھ صاحب کو پرماتما کا گیان مانتے ہیں سکھ ہیں یعنی تمام ہندو سکھ ہیں اب سنگھ صاحبان اپنے لئے خود فیصلہ کرلیں کہ وہ ہندو ہیں یا نہیں ہم اس مضمون پر کچھ لکھنا نہیں چاہتے لیکن ہمارا وشواس ہے کہ دنیا نے شری گورو گوبند سنگھ صاحب سے بڑھ کر سچا ہندو پیدا نہیں کیا جنھوں نے ہندو دھرم کی رکشا کے لئے اپنے پتا۔ اپنے آپ کو۔ اپنے چاروں بیٹوں۔ پانچ پیاروں اور چالیس مکتاؤں کو قربان کردیا۔

ہمارے بہنوئی باوامولراج صاحب بیدی ایل۔ ایم۔ ایس جو کیش دھاری نہیں ہیں لیکن جو اپنی رہت کے لحاظ سے سچے و پکے سکھ ہیں۔ دوسرے معیار کے مطابق سکھ نہیں کہلاسکتے۔ ان کے بیٹے کیش دھاری ہیں۔ انھوں نے آنند بیرج رہت سے شادی کرائی۔ آپ ہر روز باقاعدہ سکھ منی صاحب رہوراس کا پاٹھ کرتے ہیں۔ سیالکوٹ میں ان کے صاحبزادہ کے پیٹ میں سکھ ہونے کی وجہ سے ان کے پیٹ میں خنجر گھونپ دیا گیا۔ کیا وہ اس چیرہ بازی کی دہشت سے مغلوب ہوکر اپنے بچوں کو کیش کٹانے کی اجازت دیں گے۔ ایسا کبھی نہیں ہوسکتا۔ وہ گورو صاحبان کے سچے سیوک اور خادم ہیں۔ اس لئے وہ آخری دم تک سکھی پر قائم رہیں گے۔ اگر ایسے گورمکھ سکھ کہلانے کے مستحق نہیں تو دوسرا کون سکھی کا مستحق قرار دیا جائے گا؟

اس مضمون میں ہم ہندوؤں اور سکھوں کو نہایت ضروری اور قیمتی نصیحت کرتے ہیں جس پر عمل کرنے سے ہندوؤں اور سکھوں دونوں کی سلامتی بہتری اور بھلائی

ہے۔ اور وہ یہ کہ ہندوؤں کو لازم ہے کہ وہ سنگھوں کو گورو گوبند سنگھ صاحب کے پتر تسلیم کریں اور ان کو گورو مہاراج کے پتر سمجھ کر ان سے محبت اور پیار کریں اور ان کی ہر طرح سے مدد اور سہائتا کریں کیونکہ ہم گورو صاحبان اور گورو گوبند سنگھ صاحب کے رنی مقروض ہیں۔ ہم ان کی قربانیوں۔ ان کی مہربانیوں کا شکرانہ ادا نہیں کر سکتے وہ ہمارے رکشک۔ پتیا اور گورو تھے۔ ہم ان کا قرض اور شکرانہ فقط اسی صورت میں ادا کر سکتے ہیں کہ ہم سکھوں کو اپنے گوشت کا گوشت اور خون کا خون سمجھیں اور ان کو اپنا لیں۔ ان کو بیگانہ نہیں بلکہ یگانہ سمجھیں اور انھیں پیار کریں۔

سکھوں یا سنگھوں کو ہماری یہ نصیحت ہے کہ جس طرح گورو تیغ بہادر صاحب گورو گوبند سنگھ صاحب ہندو جاتی سے محبت و پیار کرتے تھے انھیں بھی ہندو جاتی سے ایسی محبت و پیار کرنا چاہیئے۔ وہ شش (سکھ) یا چیلا کیسا جو اپنے گورو مہاراج کے نقش پا پر نہیں چلتا اور وہ کیسے ان کا سکھ ہو سکتا ہے جو ان کے احکام اور ان کی عملی زندگی کے خلاف عمل کرتا ہے۔ انھوں نے ہندو جاتی اور ہندو قوم کے بچوں کی خاطر جیسے جیسے کشٹ برداشت کئے ہیں وہ ہم سب کو معلوم ہیں۔ اسلئے گورو گوبند سنگھ صاحب کا سچا اور پکا سکھ یا سنگھ وہ ہے جو گورو گوبند سنگھ صاحب کی طرح اپنے آپ کو اور اپنے بچوں اور اپنے سرد سیہ کو اپنی جاتی کی بیدی پہ قربان کر دیتا ہے۔ جس میں اپنی جاتی کا پیار و محبت نہیں وہ سکھ اور سنگھ نہیں ہے۔

مگر یہ کافی نہیں جیسے ہم نے ہندوؤں اور سکھوں کو نصیحت کی ہے کہ وہ ایک دوسرے سے حقیقی بھائیوں کی طرح محبت کریں۔ ہماری ہندوؤں۔ سکھوں اور مسلمانوں کو نصیحت ہے کیونکہ وہ تمام ہمارے پرم پتا کے بچے ہیں ان سب کو ایک دوسرے سے دل و جان سے محبت کرنی چاہیئے اور کسی صورت میں دوسرے کو دکھ و تکلیف نہیں دینی چاہیئے۔ مالک کے بچوں سے محبت کرنا مالک سے محبت کرنا ہے۔ اگر ہمارے دلوں میں مالک کے بچوں کے لئے محبت نہیں ہے تو ہماری تمام عبادت اور ریاضت دو کوڑی کی ہو جاتی ہے۔ سچی عبادت اور بھجن بندگی وہ ہے جب

ہم ہر شخص سے خواہ وہ ہندو یا مسلمان۔ سکھ ہو یا عیسائی بلا غرض اور بلا مطلب محبت کریں اور انھیں زیادہ سے زیادہ آرام و سکھ پہونچائیں۔ اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو ہم نہ سچے ہندو ہیں نہ سچے مسلمان اور ہم پرماتما اور خدا کو نہیں مانتے بلکہ اس سے منکر ہیں۔ سچا مذہب محبت کرنا سکھاتا ہے اور سچا پرماتما اور سچا رب محبت یا پریم ہے۔ پریم کرنے سے ہم پریم بن جاتے ہیں اور پریم میں سما جاتے ہیں۔

حق و حلال کی کمائی لوک پرلوک میں سکھدائی ہے

مفت خوری بے ایمانی۔ چوری۔ لوٹ مار اور غارتگری سے حاصل کیا ہوا روپیہ انسان کی تباہی کا باعث بنتا ہے۔ اسی طرح وہ روپیہ جو خیرات میں دیا جاتا ہے یا مالک کے نام پر وقف کیا جاتا ہے یا کسی دوسرے پوتر کام کے لئے دیا جاتا ہے اس روپیہ کو چرانے والا۔ غبن کرنے والا یا ذاتی ضروریات پر صرف کرنے والا شخص سکھ نہیں پا سکتا چنانچہ اسی اصول کے تحت جب گورو گوبند سنگھ صاحب آخری مرتبہ حالات کی نزاکت کے باعث آنندپور سے روانہ ہونے لگے انھوں نے اپنا تمام خزانہ دریائے ستلج میں پھینکدیا۔ وہ اپنے سکھوں کو دل و جان سے پیار کرتے تھے مگر انھوں نے وہ روپیہ اپنے سکھوں میں نہیں بانٹا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ جو بھینٹ یا چڑھاوے کا روپیہ کھائے گا وہ تباہ ہو جائیگا۔ اس کی دین و دنیا دونوں برباد ہو جائیں گے۔ یہ اصول بالکل صحیح ہے۔ چنانچہ مسلمانوں میں ان کے جو بہترین خلفا ہوئے ہیں وہ اس اصول کو نہ صرف

سمجھتے تھے بلکہ اس پہ عمل پیرا تھے۔ حضرت ابو بکرؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت علی علیہ السلام نہایت نفس کشی۔ سادگی اور ایمانداری کی زندگی بسر کرتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی سوانح حیات میں درج ہے کہ بعض اوقات وہ معمولی دنیوی ضروریات کے بھی محتاج تھے حالانکہ وہ ساری اسلامی دنیا کے شاہنشاہ تھے۔ ان کی بیوی کئی مرتبہ ان پر طعن کرتی تھیں کہ آپ بادشاہ ہوتے ہوئے معمولی اشیاء کے لئے محتاج کیوں ہوں؟ ان کا جواب تھا کہ میں عاقبت کی آگ سے ڈرتا ہوں لیکن میں دنیوی تکلیفوں کو جو تنگدستی کے باعث ہوتی ہیں خوشی سے برداشت کرسکتا ہوں ....

چنانچہ اسی اصول پر رادھاسوامی مت کے مقدّس آچاریوں نے پرم گورو سوامی جی مہاراج کے زمانہ سے لے کر حضور مہتہ جی مہاراج کے زمانہ تک ست سنگ کی بھینٹ میں سے ذاتی ضروریات کے لئے ایک پیسہ منظور نہیں کیا۔ صاحب جی مہاراج کے زمانہ میں ست سنگ کی سالانہ بھینٹ لاکھ ڈیڑھ لاکھ روپیہ تھی۔ رائے صاحب حضور مہتہ جی مہاراج نے قریباً ڈیڑھ لاکھ روپیہ سالانہ کی بھینٹ جو رادھاسوامی ست سنگ سبھا کی آمدنی کا بڑا جزو تھی کئی سالوں سے بند کر دی ہے۔ ہمیں کئی مرتبہ خیال گذرا کہ ست سنگی بھائی جن کی بھینٹ منظور نہیں کی جاتی اور جن کو اس وجہ سے بڑی مایوسی ہوتی ہے۔ اگر یہ بھینٹ منظور کر لی جائے اور یہ بھینٹ اُن لوگوں کے وظیفوں کیلئے عطا کی جائے جنھوں نے اپنی زندگی کا اودیش رفاہ عام کی خدمت بنایا ہے یا اس رقم سے ست سنگی بھائیوں کو غیر ممالک میں حصول تعلیم کے لئے بھیجا جائے تاکہ یہ نوجوان ملک میں واپس آکر قوم کی خدمت انجام دے سکیں یا اس رقم سے موجودہ ٹیکنکل کالج کو اور بہتر بنایا جائے تاکہ زیادہ تعداد میں لڑکے اس کی تعلیم سے مستفیض ہوسکیں۔

ہم نے مذکورہ بالا مضمون میں ایک مسلمہ صداقت پر روشنی ڈالی ہے یعنی بھینٹ کا روپیہ ذاتی ضروریات کے لئے صرف کرنا پاپ ہے یعنی کسی شریف انسان کو بھینٹ

کا پیسہ غبن۔ چوری۔ بے ایمانی یا امانت میں خیانت کرکے نہیں کھانا چاہیئے۔

ہم نے اس کتاب میں یہ مضمون کیوں درج کیا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے دل میں سکھ و ہندو بھائیوں کی محبت ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ ہندو مہنتوں۔ پجاریوں اُداسیوں اور دوسرے سمپرداؤں اور سکھ بھائیوں کے قبضہ میں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں روپیہ کی جائداد ہے جن سے ہر سال لاکھوں روپیہ کی آمدنی ہوتی ہے اور اس آمدنی کا جیسا چاہیئے ویسا استعمال نہیں کیا جاتا یعنی یہ آمدنی پبلک کے بہترین مفاد میں صرف نہیں کی جاتی۔ مثلاً پنجاب میں گوردوارہ تحریک کی ایجی ٹیشن سے پیشتر گوردواروں کی آراضیات۔ مکانات۔ دوکانات اور بھینٹ کے چڑھاوے پر لوکل مہنتوں یا گرنتھیوں کا قبضہ تھا اور وہ اس آمدنی کا صحیح استعمال نہیں کرتے تھے بلکہ ان پر الزام لگایا جاتا تھا کہ وہ اس آمدنی کو اپنی عیش پرستی اور آرام طلبی میں ضائع کر دیتے ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ ہندو اور سکھ دونوں اپنی اس وقف یا دھرم آرتھ کی آمدنی کو اس طرح صرف کریں کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے مستفیض ہو سکیں۔ مثلاً اس آمدنی سے بڑے ہسپتال یا سکول کالج کھولے جائیں۔ یہ آمدنی عوام میں حفظ صحت کے قواعد کی اشاعت و دیگر مجلسی اصلاح کے کاموں میں صرف کی جائے یا اس سے ان لوگوں کی امداد کی جائے جن کے مالی ذرائع بڑے پست ہیں اور وہ ریاست کی امداد کے مستحق ہیں۔ اس سے دو فائدے حاصل ہونگے اوّل روپیہ کے صحیح و بہترین استعمال سے مستحق غریبوں کی امداد کی جائے گی۔ دوسرے جس قدر لوگ اس سرمایہ کے باعث سستی۔ غفلت۔ بیکاری اور بدکاری کی زندگی بسر کرتے ہیں وہ ان لعنتوں سے محفوظ ہو جائیں گے اور حق و حلال کی کمائی پر گذارہ کرنا سیکھیں گے۔

شکر ہے پنجاب میں مہنتوں اور گرنتھیوں کے بجائے گوردواروں کا انتظام اب گوردوارہ پربندھک کمیٹی کے ماتحت ہے اور اس کمیٹی کی لاکھوں روپیہ سالانہ آمدنی ہے

ہمیں ایک سکھ بھائی سے معلوم ہوا کہ اکیلے ننکانہ صاحب کی سالانہ آمدنی ساٹھ لاکھ روپیہ ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ اس میں کہاں تک سچائی ہے لیکن ننکانہ صاحب کے علاوہ امرتسر کا ہرمندر۔ پنجہ صاحب کا گوردوارہ۔ بیری صاحب سیالکوٹ کا گوردوارہ اور بیسوں اور گوردوارے ہیں جن کی لاکھوں روپیہ سالانہ آمدنی ہے۔ اس آمدنی کا اس وقت کس طرح استعمال ہو رہا ہے اور اس سے سکھ جاتی کہاں تک مستفیض ہو رہی ہے ہم نہیں جانتے۔ مگر لوگوں کا خیال ہے کہ مہنتوں کی جگہ اکالیوں نے لے لی ہے۔

آج سے تیئیس سال پیشتر جب صاحب جی مہاراج نے دیال باغ کالونی کی بنیاد رکھی تھی اُن کی خدمت میں کالونی کی تعمیر کے لئے کل سرمایہ جو سنگت نے پیش کیا وہ فقط پانچ ہزار روپیہ کی قلیل رقم تھی اس مہاپرش نے اس پانچ ہزار روپیہ کی معمولی رقم سے دیال باغ کالونی کی تعمیر کی جس کے انسٹی ٹیوشنز۔ آراضیات۔ مکانات۔ دوکانات۔ کارخانہ جات۔ سکول اور کالجوں پر ایک کروڑ روپیہ سے زائد رقم صرف ہو چکی ہے۔ یہ کرشمہ صاحب جی مہاراج کی بیدار مغزی۔ روشن ضمیری۔ راستبازی۔ ایمانداری اور کفایت شعاری کا تھا کہ وہ ست سنگ کے روپیہ کو حضور رادھاسوامی دیال کی امانت تصوّر کرتے تھے اور اسے بہترین طریق پر عوام الناس کی بہتری اور فلاح میں صرف کرتے تھے۔ کاش ہمارے اکالی بھائی رادھاسوامی ست سنگ کے آچاریوں سے سبق اور سکشا گرہن کریں اور گوردواروں کی لاکھوں کی آمدنی کا بہترین طریق پر صرف کر کے قوم و ملک کی حالت بہتر بنانے میں نمایاں خدمات انجام دیں۔

ہم جانتے ہیں اکالیوں میں بابا کھڑک سنگھ جیسی نامور اور برگزیدہ ہستیاں ہیں جو بھینٹ اور گوردواروں کی ایک کوڑی کو ذاتی ضروریات کے لئے چھونا پسند نہ کرینگی ایسے نیک اور دھرماتما صاحبان کو گوردواروں کا انتظام ہاتھ میں لینا چاہیئے اور اکالیوں کو لازم ہے کہ وہ گوردواروں کا انتظام ایسے صاحبان کے سپرد کریں جو واہگورو کی امانت میں خیانت کے مرتکب نہ ہوں۔

اگر سکھ بھائیوں نے ہمارے مشورہ پر عمل کیا تو چند سال کے عرصہ میں وہ دیال باغ

ہی بیسیوں کالونیز کو پنجاب میں قائم کر سکیں گے کیونکہ ان کے پاس روپیہ ہے۔
ان کے پاس بڑے بڑے انجینیئر۔ ٹھیکیدار۔ لائق کاریگر اور میکینک ہیں۔ فقط
انھیں ایک نیک۔ دھرماتما اور روشن ضمیر اور بیدار مغز معمار کی ضرورت ہے جو
ریت۔ چونہ۔ سیمنٹ۔ اینٹوں اور پتھروں سے عالیشان عمارت تعمیر کر دے۔
سکھ بھائیوں کو دیال باغ ہی کالونیز تعمیر کرنے میں یقیناً کامیابی ہوگی کیونکہ
ان کے ذرائع رادھاسوامی کمیونٹی کے ذرائع سے بدرجہا زیادہ ہیں۔ بشرطیکہ انھیں
رائے صاحب جہتہ گورچرنداس صاحب سابق چیف انجینیر پنجاب گورنمنٹ سا
قربانی مجسم لیڈر مل جائے جو ایک پیسہ لیئے بغیر سولہ سترہ گھنٹہ روزانہ سنگت
کی ہر قسم کی خدمات انجام دیتے ہیں اور جن کی تقلید کرتے ہوئے ست سنگی
ادنیٰ سے ادنیٰ کام نہایت خوشی اور شوق سے کرتے ہیں۔ کیونکہ ست سنگیوں
کا درڑھ وشواس ہے کہ مالک کے بچوں کی سیوا کرنے سے مالک کی خوشنودی اور
پرسنتا حاصل ہوتی ہے اور چونکہ مالک کی پرسنتا انسان کے لئے سب سے
بڑا معاوضہ اور انعام ہے اس لئے وہ بلا معاوضہ اس کی خدمت اور سیوا کرنے
کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دیتے ہیں۔ یہی دیال باغ کالونی کی ترقی اور کامیابی
کا راز ہے۔ دیگر جو جماعت یا جو لوگ اس اصول پر عمل کریں گے کامیابی یقیناً
ان کے قدم چومیگی۔

شرنارتھی بھائیوں کیلئے ضروری مشورہ

دنیا میں مصائب اور آفات سب پہ نازل ہوتی ہیں۔ مصائب سے انسان کے کیریکٹر کی پرکھ و پہچان ہوتی ہے۔ بہادر اور سورما مصیبت کے ایام میں بھی راہ راست ترک نہیں کرتے اور وہ برابر اپنے دھرم پہ قائم رہتے ہیں۔ شری رامچندر جی۔ راجہ ہریشچندر۔ رانا پرتاب۔ گوروگوبند سنگھ صاحب و دیگر مہاپرشوں پر بھی مصائب اور تکالیف نازل ہوئیں لیکن ان مہاپرشوں کے قدم میں کبھی لغزش نہیں آئی اور انھوں نے آخری وقت تک اپنے دھرم کو پالن کیا۔ مصیبت سے ڈر کر نہ انھوں نے اپنا دھرم چھوڑا نہ کسی دوسری کمزوری کے مرتکب ہوئے۔ تکلیف اور دکھ کی گھڑیاں ضرور ایک دن ختم ہو جائیں گی۔ جب انسانی زندگی کا ہی بھروسہ نہیں تو باقی تمام حوادث عارضی ہیں وہ ایک میعاد کے بعد خود بخود دفع ہو جائینگے لیکن ان حالتوں میں انسانی کیریکٹر۔ اس کے سبھاؤ یا فطرت کا نمونہ دنیا کو معلوم ہو جاتا ہے۔

شری رامچندر جی کے چودہ سال کے بن باس کا زمانہ جیسے تیسے گذر گیا اور وہ صحیح سلامت اجودھیا میں واپس تشریف لے آئے لیکن رامچندر جی کا آدرش کیریکٹر کہ وہ راج و حکومت کے لوبھ و لالچ سے قطعی بالا تھے اور ان کے دل میں اپنے پتا جی کے لئے ایسی عزت اور محبت تھی کہ وہ ان کی خوشنودی کی خاطر ہزار مرتبہ سولی پر چڑھ جاتے۔ اب ہم اصل مضمون کی طرف واپس آتے ہیں۔

ہم خوب جانتے ہیں کہ ہمارے مغربی پنجاب کے بھائیوں کے اوپر ناقابل بیان مصائب کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے۔ لیکن کیا اس مصیبت کے نازل ہونے

انھیں اپنی ہمت، حوصلہ، جوانمردی اور شجاعت چھوڑ دینا چاہیئے؟ یہ سچ ہے کہ انکے مکانات، آراضیات ان سے چھین لی گئیں۔ ان کی نقدی پنجاب میں رہ گئی لیکن مالک کی رحمت سے ان کی جان بچ گئی اور ان کی زندگی سلامت ہے اور جب زندگی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ اپنے کیرکٹر سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔ آپ دریافت کریں گے کہ ہماری اس کیرکٹر سے کیا مراد ہے؟

کیرکٹر سے ہماری مراد یہ ہے کہ ہمارے پنجابی بھائی ایسے شریف۔ ایماندار نیک چلن، محنتی اور جفاکش ہوں کہ ہر شخص ان کی عزّت و تعظیم کرنے پہ مجبور ہو اگر وہ غریب ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ وہ کسی صورت میں دوسرے کی ایک کوڑی کے روادار نہ ہوں۔ وہ دن رات محنت و مشقت کریں اور اپنی محنت کی کمائی کا کھانا کھائیں خواہ یہ کھانا دودھ ملائی ہو خواہ یہ کھانا چنے اور جو کی روٹی ہو لیکن وہ کسی صورت میں بے ایمانی یا حرام کا پیسہ نہ کھائیں اور وہ ہرگز کسی پہ بار ثابت نہ ہوں۔ ان کا کیرکٹر ایسا اچھا۔ بلند اور اعلیٰ ہو کہ ہر شخص انھیں اپنی آنکھوں پر بٹھائے اور ان کی عزت کرے۔

بعض بھائی مغربی پنجاب سے دہلی۔ یو پی یا مشرقی پنجاب میں پہونچے ہیں۔ جو اپنے ساتھ ہزارہا روپیہ کا سرمایہ لے کر آئے ہیں۔ یہ لوگ اپنا وطن چھوڑ کر دوسرے صوبہ کے لوگوں کے درمیان سکونت اختیار کر رہے ہیں۔ ان لوگوں کا جیسا کیرکٹر ہوگا اسی کے مطابق لوگ ان کی عزّت و قدر کریں گے۔ جو لوگ سونا ہیں انھیں لوگ سونا سمجھ کر سر آنکھوں پہ جگہ دیں گے لیکن جو لوگ کھوٹی دھات کے مسالہ کے بنے ہیں انھیں ادنیٰ جگہ ملے گی۔ ہمارے اپنے پنجابی بھائیوں کو پہلی نصیحت یہ ہوگی کہ وہ کسی قسم کی منشی اشیاء کا قطعی استعمال نہ کریں۔ وہ شراب۔ گانجا۔ افیون۔ چرس کو زہر ہلاہل سمجھیں اور اگر ہو سکے تو تمباکو نوشی اور سگریٹ سے بھی پرہیز کریں۔ سگریٹ نہایت ہی مضر اور نقصان دہ نشہ ہے۔

دوسری ہماری نصیحت اپنے بھائیوں کو یہ ہوگی کہ وہ دوسروں کی عورتوں۔

لڑکیوں کو اپنی ماں بہن کی طرح تعظیم کریں تاکہ غیروں کی نظروں میں پنجابی نیک چلن اور شریف متصور ہوں۔ وہ ایک پیسہ فضول خرچی میں ضائع نہ کریں اور صبح سے شام تک محنت و مشقت کرکے اپنا کسب معاش کریں اور اپنے اخراجات اپنی آمدنی سے بڑھنے نہ دیں تاکہ انھیں دوسروں کے آگے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے۔ اسی میں انسان کی خودداری اور عزت ہے۔ جو لوگ محنت و مشقت کرتے ہیں اور جن کو مالک نے سوچنے کے لئے دماغ اور محبت و ہمدردی کے لیئے دل دیا ہے وہ بھوکے نہیں مر سکتے۔ پنجابی بھائیوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ انگلستان۔ ہالینڈ فرانس وغیرہ ممالک سے جو مظلوم پروٹسٹنٹ امریکہ کے براعظم میں گئے تھے انکے پاس کوئی سرمایہ یا اثاثہ نہ تھا لیکن یہ لوگ نیک نیت۔ محنتی اور جفاکش تھے۔ انھوں نے تھوڑے سالوں کی محنت سے امریکہ کو جنستان یا بوستان میں تبدیل کردیا اور یہ لوگ چند سال کے عرصہ میں بڑے خوش حال اور فارغ البال ہوگئے یہاں تک کہ انگلستان۔ ہالینڈ۔ فرانس کے لوگ ان کی خوشحالی کو حاسدانہ نگاہوں سے دیکھتے تھے اور انگریزی حکومت کی بھی یہی خواہش رہتی تھی کہ ان آباد کاروں پر نئے نئے ٹیکس لگاکر ان سے جس قدر محاصل وصول ہوسکے کیا جاوے۔

دور جانے کی کیا ضرورت ہے آج سے قریباً ۳۵ سال پیشتر جب دہلی کو ہندوستان کا دارالخلافہ بنایا گیا اور نئی دہلی تعمیر کرنیکا پلین تیار کیا گیا جس کی تکمیل پر کروڑہا روپیہ گورنمنٹ اور کروڑہا روپیہ لوگوں نے صرف کیا۔ اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہونچانے والے جن کی جیبوں میں لاکھوں اور کروڑوں روپیہ پہونچا کون لوگ تھے۔ یہ زیادہ تر پنجابی ٹھیکیدار۔ پنجابی انجینیر۔ پنجابی اوورسیر پنجابی مستری اور پنجابی راج مزدور تھے۔ انسان کو محنتی۔ جفاکش۔ اولوالعزم بلند حوصلہ اور ایماندار ہونے کی ضرورت ہے پھر قدرت اس کی خود بخود امداد کرے گی۔ اگر پنجابیوں میں قابلیت۔ ایثار۔ خوش خلقی۔ ملنساری۔ سلیقہ اور شعور موجود ہے تو وہ کبھی فاقہ کشی کی موت نہیں مریں گے۔ انھیں اپنی

دانشمندی سے کم از کم منافع لے کر اچھے سے اچھا کام پیش کرنا چاہیئے۔ اس سے وہ لوگوں کے دلوں میں گھر بنا لیں گے اور ہر شخص ان کی راستبازی اور حسن سلوک کی تعریف کرنے لگیگا اور انھیں اپنا لے گا۔ اس سے پیشتر جاپان نے یورپین اقوام کو تجارت کے میدان میں کیسے شکست دی؟ اور یورپین کیوں جاپانیوں سے اس قدر جلے بھنے ہوئے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جاپانی مزدور اور جاپانی کاریگر اور جاپانی سرمایہ دار کم از کم منافع لے کر غیر ممالک کو سستا مال بھیجتا تھا جس کا مقابلہ یورپین اقوام کے لوگ نہیں کر سکتے تھے۔ یہی جاپانی مال کی کامیابی کا سب سے بڑا راز تھا۔ چنانچہ اگر پنجابی چاہتے ہیں کہ وہ ناگہانی مشکلات و آفات کے نیچے آکر کچلے نہ جائیں تو انھیں اسی سپرٹ میں کام کرنا ہوگا۔ وہ کام بھی دوسروں سے اچھا کریں اور اُجرت اور عوضانہ بھی دوسروں سے کم طلب کریں۔ اس طرح وہ دوسروں کے دلوں میں جگہ بنا لیں گے اور ہر شخص ان سے کاروبار کرنا پسند کرے گا۔ اور ان کا گاہک بن جائے گا۔ مسلم لیگ نے ہندو دوکانداروں۔ ہندو آڑہتیوں۔ ہندو مالکان کارخانہ جات۔ ہندو شاہوکاروں اور ہندو زمینداروں کا بستر ابوریا بندھوا کر پاکستان سے اس لئے نکال دیا کہ مسلمان ان شعبوں میں ہندوؤں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ اس مقابلہ سے بچنے کے لیئے ان کے پاس ایک ہی صورت تھی کہ یا تو ان لوگوں کا قتل عام کیا جائے یا انھیں مار کر مغربی پنجاب سے جلا وطن کیا جائے لیکن یہ خودکشی کی حکمت عملی تھی۔ مطلب کی بات یہ ہے کہ پنجابی ہندوؤں کو کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ ہندوستان کے سب سے بڑے خادم بن کر دکھلا دیں۔ انھیں چور بازار یا بلیک مارکیٹ یا ناجائز منافع بازی کے نزدیک نہیں جانا چاہیئے۔ اور اپنے تمام کام دیانت۔ ایمانداری اور راستبازی سے سرانجام دینے چاہئیں تاکہ دوست و دشمن ان کو قابل اعتبار خیال کر کے ان کے ساتھ کاروبار کرنے

میں اپنا فائدہ خیال کریں۔ کاروبار کی کامیابی کا یہ بڑا راز ہے۔
سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ شرنارتھی مشرقی پنجاب۔ دہلی یا یو۔پی میں آکر کیا کام کریں۔ جواب یہ ہے کہ جو شخص جو کام جانتا ہے اور خوب اچھی طرح سے وہ کام کر سکتا ہے اس کو وہی کام کرنا چاہیئے۔ یعنی کاشتکاروں کو کاشتکاری دوکانداروں کو دوکانداری۔ کاریگروں کو کاریگری کا کام کرنا چاہیئے۔ اور شاہوکاروں کو حالات کا مطالعہ کرکے اپنے لئے نیا میدان ڈھونڈنا چاہیئے ہمیں معلوم ہے کہ پنجاب میں جب ایکٹ انتقال آراضی اسی صدی کے شروع میں پاس ہوا تو پنجاب کے متعدد دوراندیش شاہوکاروں نے اپنا سرمایہ شاہوکاری سے ہٹا کر کارخانہ جات پر لگا دیا۔ یعنی ہر شخص کو نئے حالات کی روشنی میں اپنا پروگرام وضع کرنا چاہیئے۔ آگرہ اور کانپور میں لاکھوں روپے کے چمڑے اور جوتوں کی تجارت مسلمانوں کے ہاتھ میں تھی۔ ان جگھوں کے بعض مسلمان سوداگر پاکستان چلے گئے اس لئے جو ہندو بھائی اس کام کی طرف توجہ دیں گے وہ اپنی دانشمندی اور دوراندیشی سے اس کسب معاش میں کامیاب ہو جائیں گے۔ وقت۔ جگہ اور حالات کو مدنظر رکھ کر ہر شخص کو اپنا اپنا پروگرام وضع کرنا چاہیئے۔

آخری عرضداشت و نتیجہ

اگر ہم نے اس کتاب میں جہالت۔ غلط فہمی۔ تعصب یا جوش اور غصّہ کی حالت میں کسی ہندو مسلمان یا سکھ بھائی کے خلاف کچھ لکھا ہے تو ہم نہایت ادب و خلوص دلی سے ان سے معذرت کے خواستگار ہیں کیونکہ ہمارے دل میں ان کے جذبات کو ٹھیس لگانے کا قطعی خیال نہیں تھا اور نہ ہے انسان غلطی کرسکتا ہے اور ہم غلطی سے مبرّا نہیں ہیں۔

ہماری رائے ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں نے زمانہ ماضی میں دنیا میں بلند ترین کیریکٹر کی ہستیاں پیدا کی ہیں اور اسی وجہ سے ہندو اور مسلمان زندہ ہیں اور اب بھی ہندوؤں اور مسلمانوں میں ہزاروں انسان پائے جاتے ہیں جن کا دل پاک و پوتر ہے اور جو دوسروں کے ساتھ ایسی ہی محبت و اُنس رکھتے ہیں جیسی وہ اپنے ہم مذہب بھائیوں کے لئے۔ یہ ان کی انسانیت ہے اور یہی انسانیت کا تقاضا ہے۔ چنانچہ ہندو اور مسلمان کئی صدیوں سے اس ملک میں امن و چین سے زندگی بسر کر رہے ہیں اور ہمیں اُمید ہے کہ وہ وقت دُور نہیں جب موجودہ غلط فہمی ہمیشہ کیلئے دُور ہو جائے گی۔ پھر ہندو اور مسلمان دودھ اور شکر کی طرح مل جائینگے۔

مسلمانوں میں بابر۔ ہمایوں۔ اکبر اور جہانگیر سے بادشاہ ہوئے ہیں جو تعصب اور ہٹ دھرمی سے بالا تھے۔ ان کے عہد میں ہندو اور مسلمان خوش و خرّم تھے اور دونوں اقوام کے درمیان تعلقات نہایت خوشگوار اور شیریں تھے چنانچہ یہ ان نیک دل اور عالی حوصلہ بادشاہوں کی حکمت کا نتیجہ تھا جنھوں نے

راجپوتوں کو ان کا وفادار دوست بنا دیا تھا اور ان وفادار راجپوتوں نے اپنی زندگیوں کو جوکھوں میں ڈال کر مغلیہ سلطنت کو مضبوط اور مستحکم بنا دیا تھا۔ اگر مسلمانوں میں ایسے ہی دوراندیش اور رعیت پرور بادشاہ رہتے تو ان کی سلطنت کی بنیاد پاتال تک پہونچ جاتی۔

لیکن وقت کے گذرنے کے ساتھ بادشاہوں کی حکمت عملی میں تبدیلی ہوئی اس تبدیلی کا نتیجہ ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کے لئے خراب نکلا۔

لہٰذا تواریخ ہمیں ایک نہایت قیمتی سبق سکھاتی ہے اور وہ سبق یہ ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو آپس میں پریم و محبت سے رہنا چاہیئے اور انھیں فرقہ دارانہ تعصب اور بغض کا ہرگز شکار نہیں بننا چاہیئے۔ اسی میں ان کی سلامتی، بہتری خوش حالی اور فارغ البالی ہے۔

ہندوؤں اور مسلمانوں کو پہلے ہی معلوم تھا کہ مہاتما جی کیسی برگزیدہ ہستی ہیں لیکن ان کی قربانی سے اور بھی اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ وہ کیسے شریف عالی حوصلہ اور نیک دل ہستی تھے اور وہ ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کے یکساں ہمدرد اور خیر خواہ تھے اور دونوں کی بھلائی چاہتے تھے۔ انھوں نے جو مظلوم مسلمانوں کی حمایت کی وہ درست اور صحیح تھی اور ہر ایک مرد خدا کو دوسروں کے ساتھ ایسے ہی برتاؤ اور سلوک کرنا چاہیئے۔ جیسا کہ مہاتما جی نے مسلمانوں سے کیا مگر ہندوؤں کے دلوں میں مہاتما جی کے خلاف غصہ اور ناراضی کیوں تھی اور کیوں ہے وہ بلا وجہ نہیں تھی لیکن مہاتما جی اس کے ذمہ دار نہ تھے یہ ان کے بس کی بات نہیں تھی۔ اس کی ذمہ داری خدا پرست اور خدا ترس مسلمانوں پر تھی۔ اس سے ہماری کیا مراد ہے۔ اسے ذیل میں درج کرتے ہیں۔

مہاتما جی کا جو رسوخ ہندو قوم پر تھا ویسا رسوخ اور اثر مسلمانوں پر کبھی نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ قدرتی بات ہے۔ وہ ہندوؤں پر زور ڈال کر انھیں راہ مستقیم پر چلنے کے لئے مجبور کر سکتے تھے لیکن وہ مسلمانوں پر ایسا دباؤ نہیں

ڈال سکتے تھے۔ مسلمانوں پر دباؤ ڈالنا۔ انھیں راہ راست اختیار کرنے پر مجبور کرنا مسلمانوں کا کام ہے۔ یہ کام خدا پرست مسلمان ہی سرانجام دے سکتے تھے یا دے سکتے ہیں۔ مسلمان بھائی ہی مسلمانوں کو سمجھا سکتے ہیں اور غلط راہ سے ہٹا کر صحیح راستہ دکھا سکتے ہیں۔ اگر مسلمان اس کام کی جانب توجہ نہ دیں اور یہ کام کرنے کی پروا نہ کریں تو ماننا ہوگا کہ ان میں قومی و ملکی فرائض کے سمجھنے یا محسوس کرنے کا احساس پیدا نہیں ہوا۔ وہ ابھی اس قدر بیدار نہیں ہوئے جس قدر حالات کی نزاکت ان سے مطالبہ کرتی ہے۔ اگر وہ اپنے اس فرض کی جانب مخاطب نہ ہوں گے اور اسے صدق دلی اور ایمانداری سے سرانجام نہیں دیں گے تو اس کا نتیجہ ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کے لئے خراب ہوگا۔

لیکن ہم اپنے ہندو اور سکھ بھائیوں کی خدمت میں یہ عرض کر دیتے ہیں کہ جو شخص دوسروں سے نیکی و بھلائی کرتا ہے وہ اپنے ساتھ نیکی و بھلائی کرتا ہے۔ نیکی و بھلائی کا سب سے بڑا پھل۔ سب سے بڑا انعام مالک کی خوشنودی ہے۔ اس سے بڑا کوئی انعام و معاوضہ نہیں ہے۔ اس لئے ہماری رائے یہ ہے کہ ہمیں دوسروں کے ساتھ نیکی اور بھلائی ہی کرنی چاہیئے۔ اگر دوسرے لوگ بدی اور پاپ کرتے ہیں تو سرشٹی نیم ضرور ان سے باز پرس کریں گے اور جو شخص نیکی اور بھلائی کرتا ہے یہی سرشٹی نیم اس کی نگہبانی کریں گے اور وہ اس کا ثمر ضرور حاصل کرے گا۔

گوتم بدھ نے فرمایا ہے جیسے بیل کے قدموں کے پیچھے پیچھے چھکڑے کے پہیے چلے آتے ہیں ایسے ہی نیک اور دھرماتما لوگوں کے پیچھے سکھ و شانتی چلی آتی ہے دنیا کے لوگ عام طور پر اس صداقت کو نہیں سمجھتے اور اس کی پروا نہیں کرتے لیکن یہ امر مسلمہ ہے کہ مالک ضرور ہے اور وہ انتریامی ہے اور وہ سرو شکتیمان ہے اور وہ جیتا جاگتا پرش ہے اس لئے جو شخص اس پرماتما کی خاطر یا اس پرماتما کے نیم پالن کرنے کی خاطر دوسروں سے بھلائی و نیکی کرتا ہے وہ کیسے نقصان اور گھاٹے میں رہ سکتا ہے۔ پرماتما میں سچا وشواس رکھنے کے یہ معنی ہیں کہ پرماتما کے احکام

اور نیموں کی سچے دل اور ایمانداری سے فرمانبرداری کی جائے۔ اگر ایسا کرنے میں ہم تباہ وبرباد ہوتے ہیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔

پرماتما ہمارا پریتم ہے۔ ہم پرماتما کی خاطر اپنا سب کچھ نچھاور کردیں گے۔ اگر ایسا کرنے سے ہم مرتے ہیں۔ تباہ ہوتے ہیں یا برباد ہو جاتے ہیں تو ہمیں خوشی سے ان تمام عذابوں کو برداشت کرنا چاہیئے۔

ہماری ہندو اور مسلمان بھائیوں کو یہ آخری نصیحت یا عرضداشت ہے کہ وہ پرماتما میں پورا بھروسہ و وشواس رکھیں۔ وہ اس کی پرسنتا کو لکھ رکھیں اور اس کی پرسنتا کو سنمکھ رکھتے ہوئے ایک دوسرے سے نیکی و بھلائی کریں۔ اسکا انھیں ضرور اجر ملیگا۔ اگر اس کا کوئی اجر نہ ملا تو کچھ پروا نہیں۔ نیکی کر اور دریا میں ڈال۔ اگر شریف انسان کے ساتھ نیکی کی ہوئی برباد نہیں جاتی تو پرماتما کی خاطر دھرم اور نیکی کا راستہ اختیار کرنا کیسے ویرتھ اور رائگاں ہو سکتا ہے۔ پرماتما ضرور اپنے بھگتوں کی مدد کرتا ہے۔ اس نے ہمیشہ ان کی مدد کی اور وہ ہمیشہ ان کی مدد کرے گا۔ یہ سولہ آنہ صداقت ہے۔ اگر یقین نہ ہو تو کر کے دیکھ لو۔

لوگ دنیا میں جوا کھیلتے ہیں۔ لاکھوں روپیہ سٹہ میں لگا دیتے ہیں۔ ہماری رائے یہ ہے کہ بہترین اور مفید ترین جوا اور سٹہ وہ ہے جو انسان پرماتما کے ساتھ کھیلتا ہے اور سب سے دانشمند وہ آدمی ہے جب پرماتما کے ساتھ جوا کھیلتا ہوا ہار جاتا ہے یا جیت جاتا ہے۔ یہ ایسا جوا ہے جس میں ہارنے والا اور جیتنے والا دونوں نفع اور فائدہ میں رہتے ہیں۔ اس لئے ہمیں یہی جوا کھیلنا چاہیئے اور اسی *Speculation* میں اپنا تن۔ من۔ دھن لگا دینا چاہیئے۔

گورنمنٹ ہنداور گورنمنٹ صوبہ متحدہ شرنارتھیوں کی دستگیری کر کشا کریں

صوبہ مغربی پنجاب۔ صوبہ سرحد اور صوبہ سندھ کے ہندوؤں کو جن آفات و مصائب کی بھٹی میں سے گذرنا پڑا ہے اور جس قدر مالی اور جانی نقصانات کا انھیں متحمل ہونا پڑا ہے اسکا کچھ حال ہم اس کتاب کے کچھ مضامین میں بیان کر چکے ہیں۔ اس وقت ہم گورنمنٹ ہند اور گورنمنٹ صوبہ متحدہ کی توجہ شرنارتھیوں کے اُن مصائب کی جانب مبذول کراتے ہیں جو انھیں اپنی جلاوطنی کے ایام میں ہندوستان کے مختلف صوبوں میں برداشت کرنی پڑی ہیں۔ ہماری رائے ہے کہ ہندوستان کے لوگوں نے ان شرنارتھیوں کے ساتھ ایسا برتاؤ نہیں کیا ہے جیسے ایک نیک بھائی کو اپنے مصیبت زدہ بھائی سے کرنا چاہیئے۔ مثلاً یہ لوگ جب صوبہ دہلی صوبہ متحدہ یا ہندوستان کے دوسرے صوبوں میں داخل ہوئے۔ وہاں پہونچنے پر جو انھیں سب سے پہلی تکلیف ہوئی وہ انھیں مکانات و دوکانات کی فراہمی کے متعلق تھی کوئی انسان آسمان کے نیچے اپنی زندگی نہیں گذار سکتا۔ سردی۔ گرمی اور برسات سے پناہ وامان حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے پاس مکان ہو۔ مکان دو چار دن یا دو چار ہفتوں میں تیار یا تعمیر نہیں ہو سکتے۔ خاصکر حالات موجودہ میں جبکہ اس کی قیمتوں میں تین چار گنا اضافہ ہوگیا ہے اور جبکہ عمارتی مسالہ میسّر نہیں ہو سکتا۔ ان حالات میں تباہ شدہ ہندوؤں کے لئے قطعی ناممکن ہے کہ وہ اپنے لئے نئے مکانات تعمیر کر سکیں۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ کہاں سے مکانات حاصل کریں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ جس شہر میں داخل ہوں اس شہر کے فرض شناس لوگ ان کی بطور میزبان یا بھائی امداد کریں۔ اگر وہ

اس فرض کو ایماندار شہریوں کی حیثیت سے سرانجام دیں تو شرنارتھیوں کی مشکلات فوراً
دور ہو جائیں۔

لیکن صورتِ حالات اس کے قطعی مختلف ہے۔ لوگ اوّل شرنارتھیوں کو مکانات د
دوکانات دیتے نہیں۔ دوم جو دیتے ہیں وہ صدہا اور ہزارہا روپیہ پیشگی مانگتے ہیں۔ مکانات
کے معمولی کرایہ کے بجائے دوگنا اور تگنا روپیہ طلب کیا جاتا ہے۔ دوکانوں کے لئے صدہا او
ہزارہا روپیہ بطور پگڑی مانگا جاتا ہے۔ یہ لوگ ریفیوجیوں کی مصیبت کا ناجائز فائدہ اٹھاتے
ہیں۔ مالک مکان جانتے ہیں کہ ان مصیبت زدہ لوگوں نے مکان ضرور کرایہ پر لینا ہے اسلئے
وہ من مانا کرایہ مانگتے ہیں اور جب تک وہ کرایہ کی پوری رقم وصول نہیں کر لیتے مکان نہیں
دیتے۔ ہمارے ایک عزیز نے کہا کہ وزیرپورہ میں قریباً ساٹھ روپیہ ماہوار پر مکان مل سکتا
ہے اور وہ کرایہ طلب کرتا ہے لیکن جب ہم دو چار دن کے بعد اسی مکان کے لئے مالک مکان
سے ملے اُس نے اسی مکان کا ایک سو پچاس روپیہ طلب کیا۔ یہ ایک مثال ہے جس سے
مالکان مکان کی ذہنیت کا پتہ لگ جاتا ہے۔

ہم گورنمنٹ ہند اور گورنمنٹ متحدہ کی خدمت میں درخواست کریں گے کہ وہ
ان لوگوں کو جن کے پاس ایک سے زیادہ مکان ہوں مجبور کریں کہ وہ اپنے مکان ریفیوجیوں
کو مناسب کرایہ پر حوالہ کر دیں اور ریفیوجیوں کو پگڑیوں کی لوٹ اور تباہ کاریوں سے بچایا جائے
ہر شہر کے سٹی مجسٹریٹ اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کا فرض ہے کہ وہ اپنی رعیت کو خود غرض او
لالچی لوگوں کی روز روشن کی ڈکیتی اور لوٹ کھسوٹ سے پناہ دیں۔